باسمہٖ تعالیٰ

اضافہ واصلاح شدہ ایڈیشن

ڈاڑھی کا شرعی حکم

مصنّف

مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اضافہ واصلاح شدہ دوسرا ایڈیشن

ڈاڑھی کا شرعی حکم

ڈاڑھی اور مونچھوں کے موضوع پر مفصّل ومدلّل بحث
ڈاڑھی کی شرعی وفطری حیثیت، اسلام میں ڈاڑھی کا مقام ومرتبہ
ڈاڑھی کی شرعی مقدار کا ثبوت، اور اس مقدار کے اعتدال
اور فقہ اور طب وحکمت کے اصولوں پر مبنی ہونے کی بحث
ڈاڑھی مونڈنے یا شرعی مقدار سے کم کرنے میں پائے جانے والے گناہ
اور اس سلسلہ میں پائے جانے والے مختلف شبہات واعتراضات کا جائزہ
اور ڈاڑھی ومونچھوں کے بارے میں اہم مسائل وروایات کی تحقیق

مصنّف

مفتی محمد رضوان

ادارہ غفران راولپنڈی پاکستان

www.idaraghufran.org

(جملہ حقوق بحق ادارہ غفران محفوظ ہیں)

نام کتاب: ڈاڑھی کا شرعی حکم

مصنف: مفتی محمد رضوان

طباعتِ اول: شعبان ۱۴۳۰ھ اگست 2009 / طباعتِ دوم: صفر المظفر ۱۴۳۴ھ جنوری 2013ء

صفحات: ۲۸۴

ملنے کے پتے

کتب خانہ ادارہ غفران: چاہ سلطان، گلی نمبر 17، راولپنڈی۔ فون: 051-5507270
ادارہ اسلامیات: ۱۹۰، انارکلی، لاہور۔ فون: 042-37353255
کتب خانہ رشیدیہ: مدینہ کلاتھ مارکیٹ، راجہ بازار، راولپنڈی۔ فون: 051-5771798
دارالاشاعت: اردو بازار، کراچی۔ فون: 021-32631861
مکتبہ سید احمد شہید: 10-الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔ فون: 042-37228196
مکتبہ اسلامیہ: گامی اڈہ، ایبٹ آباد۔ فون: 0992-340112
ادارہ اشاعت الخیر: شاہین مارکیٹ، بیرون بوہڑ گیٹ، ملتان۔ فون: 061-4514929
ادارۃ المعارف: دارالعلوم کراچی۔ فون: 021-35032020
مکتبہ سراجیہ: چوک سیٹلائیٹ ٹاؤن، سرگودھا۔ فون 048-3226559
مکتبہ شہید اسلام، متصل مرکزی جامع مسجد (لال مسجد) اسلام آباد۔ فون: 0321-5180613
ملت پبلیکیشرز بک شاپ: شاہ فیصل مسجد، اسلام آباد۔ فون: 051-2254111
ادارہ تالیفات اشرفیہ، چوک فوارہ، ملتان۔ فون: 061-4540513
مکتبہ العارفی: نزد جامعہ امدادیہ، ستیانہ روڈ، فیصل آباد۔ فون: 041-8715856
کتب خانہ شمسیہ، نزد ایری گیشن مسجد، سریاب روڈ، کوئٹہ۔ فون: 0333-7827929
مکتبہ معارف القرآن، دارالعلوم کراچی۔ فون: 021-35123130
تاج کمپنی، لیاقت روڈ، گوالمنڈی، راولپنڈی۔ فون: 051-5774634
مکتبۃ القرآن: گورومندر، علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی۔ فون: 021-34856701
مکتبہ الفرقان، اردو بازار، گوجرانوالہ۔ فون: 055-4212716
مکتبہ القرآن: رسول پلازہ، امین پور بازار، فیصل آباد۔ فون: 041-2601919
اسلامی کتب خانہ، پھولوں والی گلی، بلاک نمبر 1، سرگودھا۔ فون: 048-3712628
اسلامی کتاب گھر: خیابان سرسید، سیکٹر 2، عظیم مارکیٹ، راولپنڈی۔ فون: 051-4830451
مکتبہ قاسمیہ، الفضل مارکیٹ، 17، اردو بازار، لاہور۔ فون: 042-37232536
الخلیل پبلشنگ ہاؤس: اقبال روڈ، کمیٹی چوک، راولپنڈی۔ فون: 051-5553248

فہرست

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

(از مؤلف)

دین کے اہم اور واجبی احکام میں سے آج کے دور میں ایک متروک ومظلوم حکم ڈاڑھی ہے، جس پر اس صدی میں عموماً عالمِ اسلام اور خصوصاً عالمِ کفر کی طرف سے جتنے نشتر چلائے گئے وہ شاید دین کے کسی اور حکم پر مشکل ہی ملیں گے۔

روزمرہ لاکھوں کے حساب سے صبح اٹھتے ہی بے دردی کے ساتھ ذبح ہونے والی چیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی پیاری سنت اور شریعت کا ایک ایسا واجب اور فطری عمل ہے، جس کی خلاف ورزی سے کئی گناہ لازم آتے ہیں، جبکہ بعض اہلِ علم حضرات کے بقول اس میں چوبیس گھنٹے گناہ کا تسلسل جاری رہتا ہے۔

مگر افسوس کہ اس کو تراش کر اور کاٹ کر گندی نالیوں میں بہا دیا جاتا ہے۔ نعوذ باللہ تعالیٰ من ذٰلک.

مردانہ چہرہ پر شرعی مقدار کے مطابق ڈاڑھی کا ہونا اسلامی شان اور مردانگی کی علامت اور انسانی شرافت وعظمت کی نشانی اور فطرت کا تقاضا ہے، اس سے مرد کے چہرہ کو جمال اور زیب وزینت حاصل ہوتی ہے۔

مگر جب کافروں اور فاسقوں کے اندھے فیشن کے پیچھے چلا جائے تو انسان کی فطرت بگڑ جاتی ہے، اسی فطرت کے بگاڑ کی وجہ سے آج مردانہ چہرہ پر ڈاڑھی کو چہرے کی خوبصورتی کے بجائے بدصورتی سمجھا جانے لگا ہے، کیونکہ فیشن ایسی چیز ہے کہ وہ ذہن کی فطری صلاحیتوں کو مسخ کر دیتی ہے۔

آج کے دور میں کافر تو کیا اکثر مسلمان مرد حضرات بھی ڈاڑھی نہیں رکھتے، اور ڈاڑھی کے

بارے میں مختلف قسم کے شیطانی ونفسانی حیلوں، بہانوں کی نذر ہو کر اسی حال میں قبر میں پہنچ جاتے ہیں، بلکہ بعض لوگ تو نعوذ باللہ تعالیٰ ڈاڑھی کو معیوب سمجھتے ہیں، جو اور بھی خطرناک طرزِ عمل ہے، کیونکہ اس میں ایمان کے چلے جانے کا خطرہ ہے، اس لئے ضرورت تھی کہ موجودہ حالات کے تناظر میں ڈاڑھی کے مسئلہ پر کچھ تفصیل سے روشنی ڈالی جائے، اسی غرض سے ایک سوال کے جواب میں بندہ نے ڈاڑھی کے موضوع پر ایک تفصیلی مضمون تحریر کیا، اور پھر اس کی اشاعت کے موقع پر اس کے آخر میں ڈاڑھی اور مونچھوں سے متعلق کئی اہم مسائل کا اضافہ کیا، اور اس کی اشاعت کی گئی، اب جبکہ اس کی دوسری مرتبہ اشاعت ہو رہی ہے، بندہ نے اس مضمون کی نظر ثانی کی، اور اصل مأخذ ومراجع سے اس کے مضامین ومسائل کی تخریج وتحقیق کا اہتمام کیا، جس کے نتیجہ میں متعدد مقامات پر اصلاح، حذف واضافہ کی ضرورت محسوس ہوئی، نیز ڈاڑھی اور مونچھوں سے متعلق بعض احادیث وروایات سند کے اعتبار سے ناقابلِ اعتبار وشدید ضعیف معلوم ہوئیں، جس کی وجہ سے ضمیمہ کے طور پر آخر میں ان کو بھی جمع کیا گیا، اس طرح سے اب سابقہ ایڈیشن کے مقابلہ میں موجودہ ایڈیشن بحمد اللہ تعالیٰ مفصّل ومدلّل اور زیادہ قابلِ اطمینان وراجح اور محقق ہو گیا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مضمون کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت عطا فرمائیں، اور سب مسلمانوں کے لئے نافع بنائیں، اور بندہ اور بندہ کے رفقائے کار کے لئے ذریعۂ نجات وبخشش بنائیں، اور تمام مسلمانوں کو دین وشریعت کے احکام پر عمل پیرا ہو کر دنیا وآخرت کی کامیابی وکامرانی سے بہرہ ور فرمائیں، اور شیطانی ونفسانی حیلوں وحملوں سے حفاظت فرمائیں۔ آمین۔

فقط۔ محمد رضوان

بموقع نظرِ ثانی، اضافہ واصلاح، اشاعتِ دوم

۲۴/محرم الحرام/۱۴۳۴ھ 09/دسمبر/2012ء بروز ہفتہ

ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سوال

ڈاڑھی کی شرعی حیثیت کیا ہے؟

بعض لوگوں سے سنا جاتا ہے کہ ڈاڑھی سنت ہے اگر رکھیں تو ثواب ہے اور نہ رکھیں تو کوئی گناہ نہیں۔

اور کئی لوگوں سے یہ بھی سنا گیا ہے کہ ڈاڑھی کی کوئی خاص مقدار شریعت کی طرف سے مقرر نہیں ہے، جتنی چاہیں رکھ لیں اس سے شریعت کا حکم پورا ہو جاتا ہے۔

جبکہ اس کے برعکس بعض لوگوں کا کہنا یہ ہے کہ ڈاڑھی کو کسی حال میں بھی کاٹنا جائز نہیں، چاہے وہ ایک مٹھی سے بھی زائد کیوں نہ ہو جائے؟

اس سلسلہ میں صحیح نقطۂ نظر کی دلائل وتفصیل کے ساتھ وضاحت مطلوب ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جواب

ڈاڑھی تمام انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کا متفقہ عمل اور مستقل معمول اور خود ہمارے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام وتابعینِ عظام اور محدثین وفقہائے کرام، بلکہ تمام اولیائے کرام کا دائمی عمل ہے۔

ڈاڑھی شرافت اور بزرگی کی علامت ہے، چھوٹے اور بڑے میں، اور مرد وعورت میں امتیاز وفرق کرنے والی ہے، اسی سے مردانہ شکل کی تکمیل اور صورت نورانی ہوتی ہے۔

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فطرت کے الفاظ سے تعبیر فرمایا ہے اور آپ نے اپنی امت کو ڈاڑھی رکھنے اور مونچھیں کٹانے کا تاکیدی حکم فرمایا ہے۔

اور اس کے برعکس ڈاڑھی مونڈنے اور مونچھیں بڑھانے کو غیر مسلموں کا طریقہ قرار دے کر ان کی مخالفت کا حکم فرمایا ہے۔

لہٰذا ڈاڑھی انتہائی احترام کی چیز ہے اور اس کا رکھنا واجب اور ضروری ہے، اور اس کو منڈانا سخت گناہ ہے۔

اور اگر اس گناہ کو بار بار دہرایا جائے، تو اس کی سنگینی میں اور اضافہ ہو جاتا ہے۔

ڈاڑھی کے بارے میں شریعت کی طرف سے اہمیت وتاکید کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے بعض اہلِ علم حضرات نے اسے اسلامی شعار میں داخل کیا ہے، اور ڈاڑھی منڈانے کے گناہ کو علانیہ گناہ بلکہ مسلسل جاری رہنے والا گناہ میں شمار فرمایا ہے۔

پھر دلائل کی رُو سے راجح یہ ہے کہ ڈاڑھی کی لمبائی میں ایک مقدار شریعت کی طرف سے متعین ہے، اس سے کم کرنا جائز نہیں، اور وہ ایک مٹھی (یعنی چار انگشت یا چار انگل) کی مقدار ہے، اس لئے ڈاڑھی کو منڈا دینا یا ایک مٹھی سے کم کرانا جائز نہیں۔

ڈاڑھی منڈانا اور خاص کر ڈاڑھی منڈانے اور بار بار چھوٹی کرنے کا عمل کبیرہ گناہ ہے، کیونکہ اس میں شریعت کے کئی احکام کی مخالفت لازم آتی ہے، جن میں سے بعض احکام کی تاکید واہمیت شریعت کی نظر میں بہت زیادہ ہے، اسی لئے ہر دور میں اہلِ علم حضرات ڈاڑھی کی اہمیت وتاکید کو بیان کرتے آئے ہیں، اور اس کے دلائل کو تفصیل کے ساتھ بیان کرتے رہے ہیں۔

آگے احادیث وروایات اور صحابہ وتابعین اور فقہاء ومحدثین کے اقوال کی روشنی میں اس کی تفصیل ذکر کی جاتی ہے۔

جس کے بعد ان شاء اللہ تعالیٰ ڈاڑھی اور اس کے ضمن میں مونچھوں سے متعلق اہم احکام ذکر کئے جائیں گے، اور پھر آخر میں ڈاڑھی اور مونچھوں سے متعلق بعض غیر مستند اور غیر معمولی کمزور احادیث وروایات کا ذکر کیا جائے گا۔

www.idaraghufran.org

ڈاڑھی کی اہمیت وتاکید پر احادیث وروایات

سب سے پہلے ڈاڑھی رکھنے کی اہمیت وتاکید کے بارے میں چند احادیث وروایات ذکر کی جاتی ہیں، جن کے ضمن میں مونچھیں کٹانے کے حکم کا بھی ذکر ہے۔

ڈاڑھی رکھنا فطرت میں داخل ہے

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنَ الْفِطْرَۃِ قَصُّ الشَّارِبِ وَإِعْفَاءُ اللِّحْیَۃِ (مصنف ابنِ ابی شیبۃ) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مونچھوں کو کاٹنا، اور ڈاڑھی کو بڑھانا، فطرت میں سے ہے (ابنِ ابی شیبہ، مسلم، ابوداؤد، ترمذی) [2]

---

[1] رقم الحدیث ۲۶۰۱۷، کتاب الادب، باب ما یؤمر به الرجل من إعفاء اللحية والأخذ من الشارب، واللفظ لهٗ، مسلم رقم الحدیث ۲۶۱ "۵۶"، کتاب الطهارة، باب خصال الفطرة، ترمذی، رقم الحدیث ۲۷۵۷، ابوداؤد رقم الحدیث ۵۳، کتاب الطهارة، باب السواک من الفطرة.

[2] مصنف ابنِ ابی شیبۃ کی روایت میں صرف مونچھیں کٹانے اور ڈاڑھی بڑھانے کے الفاظ پر اکتفاء کیا گیا ہے، اور ہم نے مصنف ابنِ ابی شیبۃ کے الفاظ ہی کے مطابق روایت کو اوپر متن میں درج کیا ہے، اور مصنف ابنِ ابی شیبۃ کی یہ حدیث مسلم کی شرط پر ہے، کیونکہ مصنف ابنِ ابی شیبہ کی مذکورہ حدیث کی سند مندرجہ ذیل ہے:

حدثنا وکیع عن زکریا عن مصعب بن شیبة عن طلق بن حبیب عن أبی الزبیر عن عائشة. الخ

اور وکیع سے حضرت عائشہ تک یہی سند مسلم میں بھی ہے، البتہ مسلم میں ابی الزبیر کے بجائے عبداللہ بن الزبیر ہے، اور ابوالزبیر بھی مسلم کے رجال میں سے ہیں، اور مسلم وغیرہ کی حدیث مفصل ہے، جو مندرجہ ذیل ہے:

قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " عشر من الفطرة :قص الشارب، وإعفاء اللحية، والسواک، واستنشاق الماء، وقص الأظفار، وغسل البراجم، ونتف الإبط، وحلق العانة، وانتقاص الماء "قال زكريا :قال مصعب :ونسيت العاشرة إلا أن تكون

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

فائدہ: اس حدیث میں ڈاڑھی بڑھانے اور مونچھیں کٹانے کو فطرت بتلایا گیا ہے، اور فطرت ان چیزوں کو کہا جاتا ہے کہ انسان کی طبیعتِ سلیمہ پیدائشی طور پر ان کو پسند اور قبول کرتی ہو اور انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کی طبیعت سب سے زیادہ سلامتی والی ہوتی ہے، جس کی وجہ سے ان امور کو انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام بھی لازماً اختیار اور پسند کرتے ہیں، اس لئے امورِ فطرت ایسے کاموں کو بھی کہہ دیا جاتا ہے کہ جن پر تمام انبیاء اور رسولوں کا عمل ہو اور جو سب کا متفق علیہ طریقہ ہو اور ساتھ ہی ہم کو ان پر عمل کرنے کا بھی حکم ہو۔

ڈاڑھی بڑھانے اور مونچھیں کٹانے کو فطرت اس لئے کہا گیا ہے کہ یہ انسان کی فطرت اور پیدائش میں داخل ہے، یعنی انسان کی فطرتِ سلیمہ (سلامتی والی فطرت) ڈاڑھی رکھنے کا اور مونچھیں کٹانے کا تقاضا کرتی ہے، اور جب فطرت کے ساتھ شریعت کا بھی حکم ہو تو اس کی تاکید اور زیادہ بڑھ جاتی ہے۔

نیز حدیث میں ڈاڑھی بڑھانے کو فطرت بتلایا گیا ہے، جس سے معلوم ہوا کہ چھوٹی چھوٹی یا بالفاظِ دیگر خشخشی ڈاڑھی رکھنا فطرت اور انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کا طریقہ نہیں ہے۔

مذکورہ حدیث میں ڈاڑھی بڑھانے اور مونچھیں کٹانے کو جو فطرت بتلایا گیا ہے، آگے چند مستند محدثین کی عبارات کی روشنی میں اس کی تشریح ذکر کی جاتی ہے۔

صحیح بخاری کی شرح عمدۃ القاری میں ہے کہ:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

المضمضة زاد قتيبة، قال وكيع " : انتقاص الماء : يعني الاستنجاء "(مسلم، رقم الحديث ٢٦١ "٥٦" كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة، ابو داوٗد، رقم الحديث ٥٣، كتاب الطهارة، باب السواک من الفطرة، ترمذی، رقم الحديث ٢٧٥٧، نسائی، رقم الحديث ٥٠٤٠، ابنِ ماجه، رقم الحديث ٢٩٣، مسند احمد، رقم الحديث ٢٥٠٦٠)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: دس چیزیں فطرت میں سے ہیں، مونچھوں کو کاٹنا، اور ڈاڑھی کو بڑھانا، اور مسواک کرنا، اور ناک میں پانی ڈالنا، اور ناخن کاٹنا، اور جسم کے مخصوص حصوں پر جمے ہوئے میل کو دھونا، اور بغلوں کے بال اکھاڑنا، اور زیرِ ناف بال مونڈنا، اور پانی کم کرنا (یعنی استنجاء کرنا) زکریا (راوی) کہتے ہیں کہ مصعب (راوی) نے فرمایا کہ میں دسویں چیز بھول گیا، مگر یہ کہ وہ کلی کرنا ہو (مسلم)

وَأَرَادَ بِالْفِطْرَةِ السُّنَّةَ الْقَدِيْمَةَ الَّتِيْ اِخْتَارَهَا الْأَنْبِيَاءُ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ وَاتَّفَقَتْ عَلَيْهَا الشَّرَائِعُ فَكَأَنَّهَا أَمْرٌ جَلِيٌّ فُطِرُوْا عَلَيْهِ (عمدة القاری، ج۲۲ص۴۵، کتاب اللباس، باب إخراج المتشبهين بالنساء من البيوت)

ترجمہ: اور فطرت سے مراد قدیم (پرانا) طریقہ ہے، جس کو تمام انبیاء علیہم السلام نے اختیار کیا ہے، اور اس پر تمام شریعتیں متفق رہی ہیں، گویا کہ یہ ایسا واضح حکم ہے کہ جس پر انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کو پیدا کیا گیا ہے (عمدۃ القاری)

اور ابنِ ماجہ کی شرح میں ہے کہ:

وَالْمُرَادُ هَاهُنَا هِيَ السُّنَّةُ الْقَدِيْمَةُ اِخْتَارَهَا اللهُ تَعَالٰى لِلْأَنْبِيَاءِ فَكَأَنَّهَا أَمْرٌ جِبِلِّيٌّ فُطِرُوْا عَلَيْهَا (حاشية السندی على النسائی، ج۸ص۱۲۶، کتاب الزينة)

ترجمہ: اور فطرت سے مراد پرانا طریقہ ہے، جس کو اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے لئے اختیار کیا ہے، پس گویا کہ یہ ایک پیدائشی حکم ہے کہ جس پر انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کو پیدا کیا گیا ہے (حاشیۃ السندی)

اور امام مناوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

مِنَ الْفِطْرَةِ أَيِ السُّنَّةِ يَعْنِيْ سُنَّةِ الْأَنْبِيَاءِ الَّذِيْنَ أُمِرْنَا بِالْاِقْتِدَاءِ بِهِمْ (فيض القدير للمناوی تحت رقم الحديث ۵۴۳۲، ج۴ص۳۱۶)

ترجمہ: اور فطرت سے مراد انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کا طریقہ ہے، جن کی اقتداء و پیروی کا ہمیں حکم دیا گیا ہے (فیض القدیر)

اور امام بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

فَسَّرَ أَكْثَرُ أَهْلِ الْعِلْمِ الْفِطْرَةَ فِيْ هٰذَا الْحَدِيْثِ أَنَّهَا السُّنَّةُ، وَتَأْوِيْلُهٗ أَنَّ هٰذِهِ الْخِصَالَ مِنْ سُنَنِ الْأَنْبِيَاءِ صَلَوَاتُ اللّٰهِ عَلَيْهِمُ الَّذِيْنَ أُمِرْنَا أَنْ نَقْتَدِيَ بِهِمْ (شرح السنة للبغوی) [1]

[1] ج۱، ص۳۹۸، کتاب الطهارة، باب السواک.

ترجمہ: اکثر اہلِ علم حضرات نے اس حدیث میں فطرت کی تفسیر سنت سے کی ہے، اور اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ خصلتیں انبیاء صلی اللہ علیہم وسلم کے طریقوں میں سے ہیں، جن کی اقتداء کا ہمیں حکم دیا گیا ہے (شرح السنہ)

اور امام نووی رحمہ اللہ مسلم کی شرح میں فطرت کے معنیٰ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

ذَهَبَ أَكْثَرُ الْعُلَمَاءِ إِلٰى أَنَّهَا السُّنَّةُ ، وَكَذَا ذَكَرَهُ جَمَاعَةٌ غَيْرُ الْخَطَّابِيِّ قَالُوْا: وَمَعْنَاهُ أَنَّهَا مِنْ سُنَنِ الْأَنْبِيَاءِ صَلَوَاتُ اللهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِمْ ، وَقِيْلَ: هِيَ الدِّيْنُ (شرح النووی علیٰ مسلم ج۳ ص ۱۴۸، کتاب الطهارة، باب خصال الفطرة)

ترجمہ: اکثر علماء کی رائے یہ ہے کہ فطرت سے مراد طریقہ ہے، اور اسی طرح سے خطابی کے علاوہ ایک جماعت نے ذکر کیا ہے، انہوں نے فرمایا کہ اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ یہ تمام انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے طریقوں میں سے ہے، اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ فطرت سے مراد دین ہے (نووی)

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَوْفُوْا اللُّحٰى، وَقُصُّوْا الشَّوَارِبَ قَالَ: وَكَانَ إِبْرَاهِيْمُ خَلِيْلُ الرَّحْمٰنِ، يُوْفِيْ لِحْيَتَهُ، وَيَقُصُّ شَارِبَهُ (المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحديث ۱۱۷۲۴، ج۱۱ ص۲۷۷) [1]

---

[1] امام طبرانی، امام ترمذی، امام احمد اور امام بیہقی رحمہم اللہ نے اس حدیث کا ایک حصہ روایت کیا ہے، اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو حسن غریب فرمایا ہے۔

چنانچہ امام طبرانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

حدثنا عبدان بن أحمد، ثنا الفضل بن سهل الأعرج، ثنا يحيى بن أبی بكير، ثنا الحسن بن صالح، وسماک بن حرب، عن عكرمة، عن ابن عباس رضی الله عنهما، أن النبی صلى الله عليه وسلم كان يقص شاربه، وأن إبراهيم الخليل كان يقص شاربه (المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحديث ۱۱۷۲۵، ج۱۱ ص۲۷۷)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ڈاڑھی بڑھاؤ اور مونچھیں کٹاؤ، اور فرمایا کہ حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰن اپنی ڈاڑھی کو بڑھاتے تھے اور مونچھیں کٹاتے تھے (طبرانی)

فائدہ: یہ حدیث سند کے لحاظ سے حسن درجہ سے کم نہیں ہے۔ [۱]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

اور امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

حدثنا محمد بن عمر بن الوليد الكندي الكوفي قال :حدثنا يحيى بن آدم، عن إسرائيل، عن سماک، عن عكرمة، عن ابن عباس، قال " :كان النبي صلى الله عليه وسلم يقص أو يأخذ من شاربه، قال :وكان إبراهيم خليل الرحمن يفعله :"هذا حديث حسن غريب (ترمذي،رقم الحديث ۲۷۶۰، باب ماجاء في قص الشارب)

اور امام احمد رحمہ اللہ نے مندرجہ ذیل الفاظ میں روایت کیا ہے:

حدثنا يحيى بن أبي بكير، حدثنا حسن بن صالح، عن سماک، عن عكرمة، عن ابن عباس، قال " :كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقص شاربه "وكان أبوكم إبراهيم من قبله يقص شاربه (مسند احمد رقم الحديث ۲۷۳۸)

اور امام بیہقی رحمہ اللہ نے مندرجہ ذیل الفاظ میں روایت کیا ہے:

أخبرنا أبو عبد الله الحافظ، وأبو سعيد بن أبي عمرو، ثنا أبو العباس محمد بن يعقوب، ثنا العباس بن محمد، ثنا يحيى بن أبي بكير، عن الحسن بن صالح، عن سماک، عن عكرمة، عن ابن عباس قال " :كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقص شاربه وكان أبوكم إبراهيم صلى الله عليه وسلم يقص شاربه "(شعب الايمان ، الأربعون من شعب الإيمان وهو باب في الملابس والزي والأواني وما يكره منها ،فصل في الاخذ من اللحية، رقم الحديث ۶۰۲۳)

[۱] چنانچہ اس حدیث کی سند یہ ہے:

حدثنا إبراهيم بن نائلة الأصبهاني، ثنا إسماعيل بن عمرو البجلي، ثنا إسرائيل، عن سماک بن حرب، عن عكرمة، عن ابن عباس،الخ (المعجم الكبير للطبراني، رقم الحديث ۱۱۷۲۴)

اس حدیث کے پہلے راوی ابراہیم بن نائلہ اصبہانی ہیں، جن کا پورا نام ابراہیم بن محمد بن حارث بن میمون ہے اور ان کی کنیت ابواسحاق اصبہانی ہے اور لقب ابرجہ ہے، اور یہ مشہور حافظ حدیث ہیں۔

(إبراهيم بن محمد بن الحارث بن ميمون .أبو إسحاق الإصبهاني المعروف بابن نائلة، وهي أمه)(تاريخ الإسلام ووفيات المشاهير والأعلام،للذهبي،ج ۶ ص ۱۳)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس حدیث میں حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کے ڈاڑھی بڑھانے اور مونچھیں کٹانے کا ذکر خاص وجہ سے کیا گیا ہے، تاکہ مشرکین اور بعض دوسرے مذاہب والے جو اپنی نسبت

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أبَرْجَة، بالفتح وسكون الموحدة وفتح الراء وتخفيف الجيم :لقب إبراهيم بن محمد بن الحارث الأصبهاني الحافظ المعروف بابن نائلة، وهي أُمّه(تبصير المنتبه بتحرير المشتبه، لابنِ حجر العسقلاني ج ۱ ص ۴، حرف الالف)

وابرجة لقب إبراهيم بن محمد بن الحارث الاصبهاني روى عنه أبو الشيخ بن حيان توفي سنة إحدى وتسعين ومئتين وهو إبراهيم بن نائلة ونائلة أمه وإبراهيم بن يوسف الاصبهاني لقبه ابرجة روى عنه ابنه أبو علي محمد بن ابرجة ذكره(توضيح المشتبه في ضبط أسماء الرواة وأنسابهم وألقابهم وكناهم، ج ۱ ص ۵۲، حرف الالف، لابنِ ناصر الدين الدمشقي)

اور دوسرے راوی اسماعیل بن عمرو البجلی ہیں، جن کی کنیت ابو اسحاق ہے، ان کو ابنِ حبان نے ثقات میں شمار کیا ہے، اور بعض نے ضعیف قرار دیا ہے، اس لئے ان کی حدیث اولاً تو حسن لعینہ میں داخل ہے، اور اس حدیث میں مذکورہ مضمون کے دوسرے شواہد کی وجہ سے حسن لغیرہٖ میں داخل ہونے میں تو کوئی شبہ نہیں۔

إسماعيل بن عمرو البجلي كنيته أبو إسحاق من أهل الكوفة سكن أصبهان يروي عن الثوري والحسن بن صالح بن حي روى عنه أهل أصبهان يغرب كثيرا(ثقات ابنِ حبان ج۸ص ۱۰۰، رقم الترجمة ۱۲۴۲۶)

إسماعيل بن عمرو البجلي مولاهم الكوفي نزيل أصبهان وشيخها ومسندها، ذكره ابن حبان في الثقات وضعفه الدارقطني .وتوفي سنة سبع وعشرين ومائتين.(الوافي بالوفيات للصفدي ج ۹ ص ۱۰۹، تحت ترجمة البجلي الكوفي)

إسماعيل بن عمرو البجلي محدث إصبهان وهو كوفي روى عن مسعر وطبقته وثقه ابن حبان وغيره وضعفه الدارقطني وهو مكثر عالي الاسناد(العبر في خبر من غبر للذهبي ج ۱ ص ۳۱۳)

اور تیسرے راوی اسرائیل بن یونس بن ابو اسحاق سبیعی ہیں، جو کہ حافظ الحدیث اور امام الکبیر اور ثقہ شمار کئے گئے ہیں۔

إسرائيل بن يونس بن أبي إسحاق السبيعي الهمداني أبو يوسف الكوفي ثقة تكلم فيه بلا حجة من السابعة مات سنة ستين وقيل بعدها (تقريب التهذيب ج ۱ ص ۱۰۴، رقم الترجمة ۴۰۱)

اور چوتھے راوی سماک بن حرب ہیں، جو کہ حافظ الحدیث اور امام الکبیر اور صدوق وصالح شمار کئے گئے ہیں، اور امام بخاری رحمہ اللہ نے تاریخ کبیر میں بغیر جرح کے ان کا تذکرہ فرمایا ہے۔

سماك بن حرب بن أوس بن خالد بن نزار بن معاوية بن حارثة.الحافظ الامام الكبير أبو المغيرة الذهلي البكري الكوفي أخو محمد وإبراهيم(سير اعلام النبلاء ۵ ص ۲۴۵)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کی طرف کیا کرتے تھے، ان کو بھی اس حکم کی اہمیت معلوم ہو جائے، ورنہ واقعہ یہ ہے کہ ڈاڑھی بڑھانے اور مونچھیں کٹانے کا عمل تمام انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام میں مشترک رہا ہے، جیسا کہ پہلے گزر چکا۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

سماک بن حرب أبو المغيرة الكوفي، قال لنا محمد عن مؤمل عن حماد بن سلمة عن سماک بن حرب :أدركت ثمانين من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم وكان ذهب بصرى فدعوت الله تعالى فرد علي، سمع جابر بن سمرة وسويد بن قيس والنعمان بن بشير، روى عنه الثوري وشعبة، حدثنا أحمد بن الصباح (نا) عبد الله بن الجهم (نا) عمرو عن سماک بن حرب الذهلي، هو أخو إبراهيم ومحمد، ويقال عن عارم (نا) سعيد بن سماک بن حرب :قال محارب بن دثار لابي :يا أبا المغيرة(التاريخ الكبير للبخاري، ج۴ص ۱۷۳، باب سماک برقم الترجمة ۲۳۸۲)

سماک بن حرب (م، عو)، أبو المغيرة الهذلي الكوفي .صدوق صالح، من أوعية العلم، مشهور(ميزان الاعتدال ج۲ص ۲۳۲ ،رقم الترجمة ۳۵۴۸)

وكان جائز الحديث، لم يترک حديثه أحد، ولم يرغب عنه أحد، وكان عالمًا بالشعر وأيام الناس، وكان فصيحًا .وقال أبو حاتم :صدوق ثقة(مغاني الاخيار لبدر الدين العيني ج ۱ ص ۴۵۳، حرف السين، باب السين بعدها الالف)

(سماک بن حرب م خت بن أوس بن خالد أبو المغيرة الذهلي البكري الكوفي .) احد أئمة الحديث،وهو اخو محمد وإبراهيم(تاريخ الاسلام للذهبي ج۳ص۴۲۸،حرف السين)

وقال ابن أبي مريم عن ابن معين ثقة(تهذيب التهذيب ج۴ص ۲۳۳)

البتہ بعض حضرات نے حضرت سماک کی عکرمہ سے احادیث پر کچھ کلام کیا ہے۔

چنانچہ مسند احمد کے حاشیہ میں اس حدیث کے ذیل میں ہے کہ:

إسناده ضعيف، سماک -وهو ابن حرب -حسن الحديث إلا في روايته عن عكرمة، فإن فيها اضطراباً، وباقي رجاله ثقات رجال الصحيح(حاشية مسند احمد، تحت رقم الحديث ۲۷۳۸)

مگر حضرت سماک کی حضرت عکرمہ سے مروی بعض احادیث کو محدثین نے صاف طور پر صحیح قرار دیا ہے، چنانچہ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

عن سماک بن حرب، عن عكرمة، عن ابن عباس، قال :اغتسل بعض أزواج النبي صلى الله عليه وسلم في جفنة، فأراد رسول الله صلى الله عليه وسلم أن يتوضأ منه، فقالت :يا رسول الله، إني كنت جنبا، فقال :إن الماء لا يجنب .هذا حديث حسن صحيح، وهو قول سفيان الثوري، ومالک، والشافعي(سنن الترمذي، رقم الحديث ۶۵)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کے طریقہ وملت سے ہٹنے والے کواحمق و بے وقوف فرمایا ہے۔

چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کاارشاد ہے کہ:

وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرَاهِيْمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ (سورة البقره رقم الآية ۱۳۰)

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

اورامام حاکم حضرت سماک بن حرب کی عکرمہ اورابنِ عباس کی سند کے ساتھ ایک حدیث روایت کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ:

قد احتج البخاری بأحادیث عکرمة، واحتج مسلم بأحادیث سماک بن حرب، وهذا حدیث صحیح فی الطهارة، ولم یخرجاه، ولا یحفظ له علة (مستدرک حاکم ، کتاب الایمان ،تحت رقم الحدیث ۵۶۵)

اوراسی سند کی ایک اور حدیث روایت کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ:

قد احتج البخاری بعکرمة ، واحتج مسلم بسماک وهذا حدیث صحیح الإسناد متداول بین الفقهاء ، ولم یخرجاه .

وقال الذهبی فی التلخیص: صحیح (مستدرک حاکم مع تعلیق الذهبی، کتاب صلاة العیدین ،تحت رقم الحدیث ۱۱۰۴)

اسی طرح ایک اور حدیث روایت کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ:

هذا حدیث صحیح الإسناد و لم یخرجاه و هو من النوع الذی أقول أن البخاری احتج بعکرمة و مسلم بسماک تعلیق الذهبی فی التلخیص : صحیح (مستدرک حاکم مع تعلیق الذهبی، کتاب الطلاق ،تحت حدیث رقم ۲۸۱۰)

اس قسم کی اور بھی متعدد احادیث موجود ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ علامہ ابن حجر رحمہ اللہ نے اس سند کی حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔

سماک عن عکرمة عن ابن عباس لم یکن عند رسول الله صلی الله علیه وسلم امرأة وهبت نفسها له أخرجه الطبری وإسناده حسن (فتح الباری، ج۸، ص ۵۲۶، قوله باب قوله ترجیء من تشاء منهن وتؤوی إلیک من تشاء ومن ابتغیت ممن عزلت فلا جناح علیک)

اورمذکورہ حدیث میں ڈاڑھی بڑھانے اور مونچھیں کٹانے کا معاملہ دیگر صحیح وقوی احادیث سے مؤید ہے۔

رہا حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کے ڈاڑھی بڑھانے اور مونچھیں کٹانے کا حصہ تو دیگر صحیح احادیث میں ڈاڑھی بڑھانے اور مونچھیں کٹانے کو فطرت سے تعبیر کیا گیا ہے،اور فطرت کے اصولی مفہوم میں حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام بھی داخل ہیں۔

لان المراد بالفطرة هو الطریقة التی اختارها الانبیاء .

لہٰذا اس حدیث کے دونوں حصے بحمداللہ تعالیٰ دیگر احادیث سے (صراحتاً یا دلالتاً) مؤید ہوئے۔

ترجمہ: اور ملتِ ابراہیمی سے تو وہی اعراض کرے گا جو اپنی ذات ہی سے احمق ہو (سورہ بقرہ)

کیونکہ ملتِ ابراہیمی عین دینِ فطرت ہے، کوئی سلیم الفطرت انسان اس سے انکار نہیں کرسکتا، اور ملتِ ابراہیمی سے روگردانی اور اعراض وہی شخص کرسکتا ہے، جس کی عقل میں فتور ہو، کیونکہ اسی ملت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کو دنیا میں عزت وبزرگی عطا فرمائی، اور آخرت میں بھی، لہٰذا ڈاڑھی بڑھانے اور مونچھیں کٹانے سے اعراض کرنے والا بھی احمق شمار ہوگا۔ [1]

---

[1] ومن يرغب عن ملة إبراهيم استبعاد وانكار لان يكون أحد يرغب عن ملته الواضحة الغراء اى لا يرغب أحد عن ملته -والرغبة إذا عدى بالي فالمراد به الارادة وان عدى بعن فالمراد به الترک إلا من سفه نفسه السفه في الأصل الخفة ويقال لمن يتعجل في الافعال باتباع الهوى والشهوة من غير تدبر وتفكر في منافعه ومضاره خفيف وسفيه -وضده الحليم -ويسند السفه بهذا المعنى الى نفس الشخص والى رأيه فيقال زيد سفيه وسفه نفسه وسفه رأيه اى خف نفسه فيأتي بالافعال على خلاف ما اقتضاه العقل وخف رأيه وحينئذ لا يتعدى الي مفعول وقد يستعمل بحرف الجر فيقال سفه زيد في نفسه وفي رأيه ولما كان السفه والخفة مستلزم لاهانة النفس واهلاكها وخفة الرأى مستلزم للجهل فيستعار ويقال سفه نفسه اى أهانها او أهلكها او جهلها فحينئذ يتعدى الى مفعول- او يقال تعدى الى مفعول بتضمين معنى أهلک -او أهان او جهل ولهذا قيل في تفسير الاية سفه نفسه اى جعلها مهانا وذليلا حيث كفر بخالقه وعبد مخلوقا مثله -وقال ابو عبيدة أهلک نفسه- وقال الأخفش نصب بنزع الخافض وإفضاء الفعل اليه والمعنى سفه في نفسه -وقال الفراء أصله سفه نفسه بالرفع فلما أسند الفعل الى صاحبها نصب على التميز كما يقال ضقت به ذرعا وطاب زيد نفسا في ضاق ذرعي وطاب نفس زيد -وقال ابن كيسان والزجاج معناه جهل نفسه وذلک انه من عبد غير الله فقد جهل نفسه لانه لم يعرف الله خالقها -وقد جاء من عرف نفسه فقد عرف ربه - قلت ومعنى من عرف نفسه فقد عرف ربه انه من عرف حقيقة نفسه انه ممكن لا يقتضي ذاته وجوده ولا بقاءه لا يتصور له في نفسه وجود ولا قيام ولا بقاء -ولا يجوز حمله على نفسه حملا أوليا نحو زيد زيد الا بعد التسابه الى واجب وجوده قائم بنفسه قيوم لغيره لو لاه لم يوجد غيره وهو كالاصل للظلال وهو نور السموات والأرض قيم الأشياء واقرب الى الأشياء من أنفسها حيث لم يجز حمل أنفسها عليها الا بعد انتسابها اليه فقد عرف ربا واجبا واحد قيوما نورا مبينا قريبا ومن سفه نفسه اى جهلها جهل ربه وفي الاخبار ان الله تعالى اوحى الى داود اعرف نفسک واعرفني -فقال يا رب كيف اعرف نفسي وكيف أعرفک -فاوحى الله تعالى اليه اعرف نفسک بالضعف والعجز والفناء وأعرفني بالقوة والقدرة والبقاء (التفسير المظهري، ج ۱، ص ۱۳۲ الى ۱۳۳، سورة البقرة، تحت رقم الآية ۱۳۰)

www.idaraghufran.org

معلوم ہوا کہ فطرت سے مراد یا تو تمام انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کا طریقہ ہے، اور طریقہ عام ہے، جو سنت اور واجب دونوں کے مفہوم کو شامل ہے، یا فطرت سے مراد دین ہے۔

بہر حال جو کچھ بھی مراد ہو اس سے ڈاڑھی کا ایسا حکم ہونا معلوم ہوا کہ جس پر تمام انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام اور تمام شریعتیں متفق رہی ہیں۔

اور قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کے طریقہ کی پیروی کا حکم فرمایا ہے۔ [1]

پس جب ڈاڑھی تمام انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کا طریقہ ہے، جس کی اتباع کا قرآن مجید میں ہمیں حکم دیا گیا ہے، اور اس کا حکم تمام شریعتوں میں رہا ہے، اور اس کو فطرت کہنے کی وجہ یہ ہے کہ فطرت کے معنیٰ پیدائش کے آتے ہیں، تو ڈاڑھی کا حکم اتنا واضح ہے کہ اس کے لئے وحی اور شریعت کے مستقل حکم کی ضرورت نہیں، بلکہ طبیعتِ سلیمہ والے انسان کو پیدائشی طور پر ہی ڈاڑھی کا حکم سمجھ میں آجاتا ہے۔

البتہ اگر کسی کی فطرت فاسد اور غیر سلیم ہو تو الگ بات ہے۔

اس تفصیل سے ڈاڑھی رکھنے، بڑھانے اور مونچھیں کٹانے کی تاکید واہمیت پوری طرح سے واضح ہوئی۔

---

[1] چنانچہ سورہ انعام میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ. نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ. اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ(۸۳) وَوَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ. كُلًّا هَدَيْنَا. وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ. وَ كَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ(۸۴) وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ. كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ(۸۵) وَاِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَيُوْنُسَ وَ لُوْطًا. وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ(۸۶) وَمِنْ اٰبَآءِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ. وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ(۸۷) ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِىْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ. وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ(۸۸) اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ. فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا هٰٓؤُلَآءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ(۸۹) اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ. قُلْ لَّآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا. اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِيْنَ(۹۰)

ڈاڑھی رکھنا فطرتِ اسلام میں داخل ہے

ڈاڑھی کے فطرت اور انبیاء کا طریقہ ہونے کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے، اور بعض احادیث سے ڈاڑھی بڑھانے اور مونچھیں کٹانے کا اسلام کی فطرت ہونا بھی معلوم ہوتا ہے۔

چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، قَالَ: إِنَّ فِطْرَةَ الْإِسْلَامِ الْغُسْلُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ ، وَالْاِسْتِنَانُ وَأَخْذُ الشَّارِبِ ، وَإِعْفَاءُ اللُّحٰى ، فَإِنَّ الْمَجُوْسَ تُعْفِيْ شَوَارِبَهَا ، وَتُحْفِيْ لِحَاهَا ، فَخَالِفُوْهُمْ ، خُذُوْا شَوَارِبَكُمْ، وَاعْفُوْا لِحَاكُمْ (صحيح ابن حبان) [1]

ترجمہ: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اسلام کی فطرت جمعہ کے دن غسل کرنا، اور مسواک کرنا، اور مونچھوں کو کاٹنا، اور ڈاڑھی کو بڑھانا ہے، پس بے شک مجوسی (یعنی آتش پرست) اپنی مونچھیں بڑھاتے ہیں، اور ڈاڑھی کٹاتے ہیں، تو تم ان کی مخالفت کرو، تم اپنی مونچھوں کو کاٹو، اور ڈاڑھیوں کو بڑھاؤ (ابن حبان)

اور ابو امیہ محمد بن ابراہیم بغدادی، طرسوسی (المتوفی ۲۷۳ھجری) نے اس حدیث کو ان الفاظ میں روایت کیا ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: مِنْ فِطْرَةِ الْإِسْلَامِ؛ اَلْغُسْلُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ، وَالْاِسْتِنَانُ، وَأَخْذُ الشَّارِبِ، وَإِعْفَاءُ اللِّحْيَةِ؛ فَإِنَّ الْمَجُوْسَ تُعْفِيْ شَوَارِبَهَا، وَتُحْفِيْ لِحَاهَا، فَخَالِفُوْهُمْ، فَخُذُوْا

---

[1] رقم الحديث ١٢٢١، كتاب الطهارة، ذكر البيان بأن الاغتسال للجمعة من فطرة الإسلام.
الاستنان ماخوذ من السن وهو إمرار السواک على السن (العرف الشذى للكشميرى، ج ١ ص ٦٧، باب ما جاء في السواک)

شَوَارِبَكُمْ وَأَعْفُوْا لِحَاكُمْ(مسند أبي امية الطرسوسي، رقم الحديث ٥٩) [1]

ترجمہ: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ: اسلام کی فطرت میں سے جمعہ کے دن غسل کرنا، اور مسواک کرنا، اور مونچھوں کو کاٹنا، اور ڈاڑھی کو بڑھانا ہے، پس بے شک مجوسی (یعنی آتش پرست لوگ) اپنی مونچھوں کو بڑھا کر رکھتے ہیں، اور ڈاڑھیوں کو پست یعنی چھوٹی کرتے ہیں، پس تم ان کی مخالفت کرو، تم اپنی مونچھوں کو کاٹو، اور اپنی ڈاڑھیوں کو بڑھاؤ (مسند ابی امیہ طرسوسی)

فائدہ: اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ [2]

---

[1] الناشر :مخطوط نُشر في برنامج جوامع الكلم المجاني التابع لموقع الشبكة الإسلامية،الطبعة :الأولى، ۲۰۰۴ء.

قال الذهبي:

أبو أمية محمد بن إبراهيم بن مسلم البغدادي (ت، س) الإمام، الحافظ، المجود، الرحال، أبو أمية، محمد بن إبراهيم بن مسلم البغدادي، ثم الطرسوسي، نزيل طرسوس، ومحدثها، وصاحب (المسند) والتصانيف.ولد :في حدود سنة ثمانين ومائة وحدث عن :عبد الوهاب بن عطاء ، وعمر بن يونس اليمامي، وروح بن عبادة، وجعفر بن عون، وعبد الله بن بكر السهمي، وعثمان بن عمر بن فارس، وعبيد الله بن موسى، والحسن بن موسى الأشيب، ويعقوب الحضرمي، وشبابة بن سوار، وأبي مسهر، وطبقتهم.حدث عنه :أبو حاتم، وابن صاعد، وأبو عوانة، وابن جوصا، وأبو الدحداح، وأبو بكر بن زياد، وأبو الطيب بن عبادل، وعثمان بن محمد السمرقندي، وأبو علي الحضائري، وحفيده؛ محمد بن إبراهيم بن أبي أمية، وخلق كثير.قال النسائي :هو بغدادي، سكن طرسوس.وقال ابن يونس :كان فهما، حسن الحديث . وقال أبو داود : ثقة.وقال أبو عبد الله الحاكم :أبو امية صدوق، كثير الوهم .وقال أبو بكر الخلال الفقيه :أبو امية رفيع القدر جدا، كان إماما في الحديث .قال ابن يونس :مات بطرسوس في جمادى الآخرة، سنة ثلاث وسبعين ومائتين .وقال أبو الحسين بن المنادي :جاء نا في رمضان نعي أبي أمية، سنة ثلاث وسبعين وقيل :مات في سنة ثمان وسبعين، وهذا وهم(سير اعلام النبلاء، ج۱۳، ص ۱۹۱ الى ۱۹۳، تحت الترجمة، أبو أمية محمد بن إبراهيم بن مسلم البغدادي)

[2] چنانچہ ابن حبان کی سند درج ذیل ہے:

أخبرنا الحسن بن سفيان حدثنا حميد بن زنجويه حدثنا بن أبي أويس حدثنا اخي عن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس سے پہلے والی حدیث میں ڈاڑھی بڑھانے کو تمام انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کا طریقہ اور فطرت ہونا بتلایا جاچکا، اور اس حدیث سے ڈاڑھی بڑھانے کا فطرتِ اسلام بھی ہونا معلوم ہوگیا۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

سليمان بن بلال عن محمد بن عبد الله بن ابى مريم عن أبى سلمة بن عبد الرحمن ،عن أبى هريرة،الخ.

اور طرسوی کی سند درج ذیل ہے:

حدثنا محمد بن عبد المؤمن المصرى، ثنا عبد الله بن قعنب، وابن أبى اويس، عن سليمان بن بلال، عن محمد بن عبد الله بن أبى مريم، عن أبى سلمة، عن أبى هريرة،الخ.

ابن حبان کی حدیث کے پہلے راوی حسن بن سفیان بن عامر ہیں جو کہ حافظ الحدیث اور شیخ کبیر ہیں۔

الحسن بن سفيان بن عامر الحافظ الامام شيخ خراسان(تذكرة الحفاظ ج۲ص۱۹۷، رقم الترجمة۷۲۴)

الحسن بن سفيان بن عامر الحافظ الإمام شيخ خراسان أبو العباس الشيبانى النسوى . صاحب المسند الكبير والأربعين .لقى إسحاق وابن معين وتفقه بأبى ثور وكان يفتى بمذهبه.قال الحاكم :كان محدث خراسان فى عصره مقدما فى التثبت والكثرة والفهم والفقه والأدب ليس له فى الدنيا نظير(طبقات الحفاظ للسيوطى ج ۱ ص۳۰۸، الطبقة العاشرة)

اور دوسرے راوی حمید بن زنجویہ ہیں، یہ بھی ثقہ ہیں۔

حميد بن زنجويه هو ابن مخلد بن زنجويه يأتى(تقريب التهذيب ج ۱ ص ۱۸۱)

حميد بن مخلد بن قتيبة بن عبد الله الأزدى أبو أحمد بن زنجويه وهو لقب أبيه ثقة ثبت له تصانيف من الحادية عشرة(تقريب التهذيب ج ۱ ص ۱۸۲)

اور تیسرے راوی اسماعیل بن ابی اویس ہیں، یہ بھی حافظ الحدیث ہیں، اور ان کے بارے میں تھوڑا بہت کلام ہے، لیکن طرسوی کی سند میں سلیمان بن بلال سے روایت کرنے والے قعنبی بھی ہیں (جن کا ذکر آگے آتا ہے) لہٰذا ان پر یہ تھوڑا کلام بھی مضر نہیں رہتا۔

اسماعيل بن ابى اويس الامام الحافظ محدث المدينة أبو عبد الله بن عبد الله بن اويس بن مالك ابن ابى عامر الاصبحى المدنى (تذكرة الحفاظ ج ۱ ص ۳۰۰، تحت رقم الترجمة ۴۱۵)

وكان عالم أهل المدينة، ومحدثهم فى زمانه على نقص فى حفظه وإتقانه، ولولا أن الشيخين احتجا به، لزحزح حديثه عن درجة الصحيح إلى درجة الحسن.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور ڈاڑھی کے بڑھانے کے فطرتِ اسلام ہونے کے الفاظ سے معلوم ہوا کہ ڈاڑھی بڑھانے سے ہی فطرتِ اسلام کا تقاضا مکمل ہوتا ہے، چھوٹی چھوٹی اور خشخشی ڈاڑھی رکھنے سے فطرتِ اسلام کا تقاضا پورا نہیں ہوتا، کیونکہ اس میں ڈاڑھی بڑھانا نہیں پایا جاتا، اور یہ طریقہ اسلام کی فطرت کے مقابلہ میں غیر مسلموں اور خاص کر مجوسیوں کا ہے، جن کی مسلمانوں کو مخالفت کا حکم ہے۔

اس حدیث سے بھی ڈاڑھی بڑھانے کی اہمیت واضح ہوئی۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

هذا الذي عندي فيه. (سير اعلام النبلاء للذهبي، ج ١٠، ص ٣٩١، تحت الترجمة، إسماعيل بن أبي أويس عبد الله الأصبح)

اور چوتھے راوی اسماعیل بن ابی اویس کے بھائی عبدالحمید ہیں، یہ بھی ثقہ ہیں۔

إسماعيل بن أبي أويس. عن أخيه. أخوه أبو بكر. اسمه عبد الحميد (تهذيب التهذيب ج ١١ ص ٧٣٠)

عبد الحميد بن عبد الله بن عبد الله بن أويس الأصبحي ابو بكر بن أبي او يس مشهور بكنيته كابيه ثقة من التاسعة (تقريب التهذيب ج ١ ص ٣٣٣)

اور پانچویں راوی سلیمان بن بلال تیمی ہیں، یہ بھی ثقہ ہیں۔

سليمان بن بلال التيمي مولاهم أبو محمد وأبو أيوب المدني ثقة من الثامنة (تقريب التهذيب ج ١ ص ٢٥٠)

اور چھٹے راوی محمد بن عبداللہ بن ابی مریم ہیں، یہ بھی صالح اور بعض کے نزدیک ثقہ ہیں، اور امام بخاری نے ان کا تاریخ کبیر میں بغیر جرح کے ذکر فرمایا ہے۔

محمد بن عبد الله بن أبي مريم......قال أبو حاتم: شيخ مدني صالح الحديث، وذكره ابن حبان في الثقات (مغاني الاخيار ج ٣ ص ٥٢٦، باب الميم)

اور حضرت ابو ہریرہ سے روایت کرنے والے ابو سلمہ ہیں جو کہ ثقہ اور حافظ الحدیث ہونے کے ساتھ ساتھ جلیل القدر تابعی ہیں

أبو سلمة بن عبد الرحمن ابن عوف الزهري المدني الحافظ ......وكان من كبار أئمة التابعين غزير العلم ثقة عالما (تذكرة الحفاظ ج ١ ص ٥٠، رقم الترجمة ٥٢)

اور طرسوی کی روایت میں سلیمان بن بلال سے روایت کرنے والے ایک راوی اسماعیل بن ابی اویس کے علاوہ قعنبی ہیں، یہ بھی ثقہ ہیں۔

القعنبي عبد الله بن مسلمة بن قعنب (خ، م، د) عبد الله بن مسلمة بن قعنب، الإمام، الثبت، القدوة، شيخ الإسلام، أبو عبد الرحمن الحارثي، القعنبي، المدني، نزيل البصرة،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ڈاڑھی منڈانا، مونچھیں بڑھانا غیروں کا طریقہ ہے

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ :قُصُّوْا الشَّوَارِبَ، وَاعْفُوْا اللُّحٰی، وَلا تَمْشُوْا فِی الْاَسْوَاقِ اِلَّا وَعَلَیْکُمُ الْأُزُرُ، اِنَّهٗ لَیْسَ مِنَّا مَنْ عَمِلَ بِسُنَّةِ غَیْرِنَا (المعجم الکبیر للطبرانی) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مونچھوں کو کٹاؤ اور ڈاڑھیوں کو بڑھاؤ، اور بازاروں میں بغیر تہبند کے (یعنی ستر کھول کر) نہ چلو، بے شک جس نے ہمارے غیروں کے طریقہ پر عمل کیا، وہ ہم میں سے نہیں (طبرانی)

فائدہ: یہ حدیث حسن درجے میں داخل ہو کر معتبر ہے۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ لم مکة(سیر اعلام النبلاء للذهبی، ج ۱۰، ص۲۵۷)

عبد الله ابن مسلمة ابن قعنب القعنبی الحارثی أبو عبد الرحمن البصری أصله من المدينة وسكنها مدة ثقة عابد كان ابن معين وابن المدينی لا يقدمان عليه فی الموطأ أحدا من صغار التاسعة مات فی (أول) سنة إحدى وعشرين بمكة خ م د ت س(تقريب التهذيب لابن حجر، ج ۱، ص۳۲۳،تحت رقم الترجمة ۳۶۲۰، حرف العين)

چنانچہ اس حدیث کے بارے میں جناب ناصر الدین البانی صاحب لکھتے ہیں کہ:

قلت :وهذا إسناد جيد؛ ابن أبی مريم، روى عنه جمع من الثقات غير سليمان بن بلال، ذكرهم ابن أبی حاتم ، وروى عن يحيى القطان أنه قال : "لم يكن به بأس ." وعن أبيه قال: "شيخ مدينی صالح الحديث ." وذكره ابن حبان فی "الثقات"

ومن دونه ثقات من رجال الشيخين؛ على ضعف فی حفظ ابن أبی أويس، واسمه إسماعيل بن عبد الله . والحديث أخرجه البخاری فی ترجمة ابن أبی مريم من "التاريخ "فقال :قال لی إسماعيل بن أبی أويس بإسناده بلفظ: "المجوس تعفی شواربها، وتحفی لحاها؛ فخالفوهم، فجزوا شواربكم، وأعفوا لحاكم(سلسلة الاحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ۳۱۲۳، ج۷، ص ۳۳۲)

[1] رقم الحديث ۱۱۳۳۵، ج۱۱ ص۱۵۲، المعجم الاوسط للطبرانی رقم الحديث ۹۴۲۶.

[2] قال الهيثمی: رواه الطبرانی فی الاوسط وفيه يوسف بن ميمون ضعفه أحمد والبخاری وجماعة ووثقه ابن حبان ، وبقية رجاله ثقات(مجمع الزوائد ج۵ ص۱۶۹)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

کیونکہ مونچھیں بڑھانا اور ڈاڑھی کٹانا بھی غیروں کا طریقہ ہے، جیسا کہ آگے احادیث میں تفصیل کے ساتھ آتا ہے۔

اس لئے جو شخص مونچھیں بڑھائے یا ڈاڑھی کٹائے تو اس کے لئے یہ وعید ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنی جماعت سے باہر کا شخص قرار دیا، جو کہ ان دونوں گناہوں پر بہت سخت وعید ہے۔

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

قلت: فالحديث حسن. لان حكم قص الشوارب واعفاء اللحى جاء في احاديث اخر. وقد امر رسول الله صلى الله عليه وسلم باعفاء اللحية مخالفة للمشركين واهل الكتاب، والجملة الثانية له ايضاشواهد. كما سيأتي في حديث زيد ابن ارقم.

قال الالباني:

رواه الطبراني في "الأوسط: حدثنا هيثم بن خلف: أخبرنا ابن حماد الوراق: حدثنا أبو يحيى الحماني، عن يوسف بن ميمون، عن عطاء، عن ابن عباس مرفوعاً. وقال": لم يروه عن عطاء إلا يوسف ولا عنه إلا أبو يحيى، تفرد به الحسن بن حماد."

قلت: وهو ثقة، لكن أبو يحيى الحماني -واسمه عبد الحميد بن عبد الرحمن- قال الحافظ: "صدوق يخطىء. "وشيخه يوسف بن ميمون -وهو المخزومي مولاهم الكوفي-؛ قال الحافظ: "ضعيف."فهو علة الحديث، وبه أعله الهيثمي.

والشطر الأول منه؛ له شاهد من حديث أبي هريرة مرفوعاً به. أخرجه أحمد عن عمر بن أبي سلمة (عن ابيه) عنه. قلت: وعمر هذا صدوق يخطىء كما في "التقريب"، فهو ممن يستشهد به، لا سيما وقد قال فيه أبو حاتم ": صالح الحديث"، وصحح له الترمذي، فالحديث بهذا الشطر حسن. والله أعلم. وله شاهد آخر بلفظ ": أحفوا الشوارب وأعفوا اللحى. أخرجه مسلم، وأبو عوانة(سلسلة الاحاديث الضعيفة، تحت رقم الحديث ۴۰۵۷)

وقال ايضاً:

تحت حديث: "ليس منا من تشبه بغيرنا، لا تشبهوا باليهود و لا بالنصارى الخ"

لكن الحديث جاء مفرقا في أحاديث يتقوى بها، فالجملة الأولى منه يشهد لها حديث ابن عباس قال: " :لما افتتح رسول الله صلى الله عليه وسلم مكة قال :إن الله عزوجل و رسوله حرم عليكم شرب الخمر و ثمنها و حرم عليكم أكل الميتة و ثمنها و حرم عليكم الخنازير و أكلها و ثمنها، و قال :قصوا الشوارب و أعفوا اللحى، و لا تمشوا في الأسواق إلا و عليكم الأزر، إنه ليس منا من عمل بسنة غيرنا "(سلسلة الاحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ۲۱۹۴)

فالحديث حسن بلاريب.

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ لَّمْ يَأْخُذْ مِنْ شَارِبِهٖ فَلَيْسَ مِنَّا (ترمذی) [1]

ترجمہ: بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اپنی مونچھیں نہیں کاٹیں، تو وہ ہم میں سے نہیں (ترمذی، نسائی، مسند احمد، ابن حبان)

فائدہ: یہ حدیث سند کے لحاظ سے صحیح ہے۔ [2]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

وَقَّتَ لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَصَّ الشَّارِبِ، وَتَقْلِيْمَ الْأَظْفَارِ، وَحَلْقَ الْعَانَةِ، وَنَتْفَ الْإِبْطِ، لَا يُتْرَكُ أَكْثَرَ مِنْ أَرْبَعِيْنَ يَوْمًا (ترمذی) [3]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لئے مونچھیں کاٹنے، اور ناخن کاٹنے، اور زیرِ ناف بال مونڈنے، اور بغلوں کے بال کاٹنے کے بارے میں وقت مقرر کردیا ہے کہ ہم (ان کو) چالیس دن سے زیادہ نہ چھوڑیں (مسلم)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈاڑھی بڑھانے اور مونچھیں کٹانے کا حکم فرمایا ہے، اور دراصل یہ دو

---

[1] رقم الحديث ٢٧٦١، ابواب الادب، باب ماجاء في قص الشارب، نسائی، رقم الحديث ١٣، مسند احمد، رقم الحديث ١٩٢٦٣، صحيح ابن حبان، رقم الحديث ٥٤٧٧.

[2] قال الترمذی: وفي الباب عن المغيرة بن شعبة: هذا حديث حسن صحيح حدثنا محمد بن بشار قال: حدثنا يحيى بن سعيد، عن يوسف بن صهيب، بهذا الإسناد نحوه (حواله بالا)

و في حاشية مسند احمد: إسناده صحيح، رجاله ثقات رجال الشيخين. غير يوسف بن صهيب وحبيب بن يسار، فمن رجال الترمذی والنسائی، وروی أبو داود للأول منهما أيضاً، وكلاهما ثقة (حواله بالا)

و في حاشية ابن حبان: إسناده صحيح (حواله بالا)

[3] رقم الحديث ٢٧٥٩، ابواب الادب، باب في التوقيت في تقليم الأظفار وأخذ الشارب، مسلم، رقم الحديث ٢٥٨ "٥١".

قال الترمذی: هذا أصح من الحديث الأول.

www.idaraghufran.org

حکم الگ الگ ہیں:
ایک ڈاڑھی بڑھانے کا، اور دوسرے مونچھیں کٹانے کا۔
جس سے معلوم ہوا کہ ڈاڑھی کٹانے اور مونچھیں بڑھانے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت اور غیروں کے طریقہ کی موافقت لازم آتی ہے۔ [1]
تو جو شخص مونچھیں نہیں کاٹتا، اور لمبی لمبی مونچھیں رکھتا ہے، تو اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''وہ ہم میں سے نہیں'' جس طرح سے کہ ڈاڑھی نہ بڑھانے والے کے بارے میں فرمایا کہ ''وہ ہم میں سے نہیں''
لہٰذا یہ حدیث پہلی حدیث کا ایک حصہ ہے، اور جو وعید مونچھیں نہ کٹانے میں ہے، وہی وعید ڈاڑھی نہ بڑھانے میں بھی ہے۔
اور یہ بہت سخت وعید ہے، جو گناہ کے کام کے لئے ہی ہو سکتی ہے، اور آگے احادیث میں بھی یہ آتا ہے کہ ڈاڑھی منڈانے میں غیر مسلموں کی مشابہت بھی پائی جاتی ہے۔ [2]

ڈاڑھی بڑھانے اور مونچھیں کٹانے کا حکم

حضرت نافع رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: أَحْفُوا الشَّوَارِبَ وَأَعْفُوا اللُّحٰى (مسلم) [3]

---

[1] وقت لنا في تقليم الأظفار وقص الشارب ونتف الإبط أن لا نترك أكثر من اربعين ليلة وهو من المقدرات التي ليس للرأى فيها مدخل فيكون كالمرفوع اهـ (ردالمحتار، ج۶ ص۴۰۷، كتاب الحظر و الاباحة)

[2] والظاهر ان معناه ليس من كمل أهل طريقتنا أو تهديد لتارك هذه السنة أو تخويف له على الموت بغير هذه الملة (مرقاة المفاتيح، ج۷، ص ۲۸۲۲، باب الترجل)

[3] رقم الحديث ۵۲ "۲۵۹" كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة، مسند احمد، رقم الحديث ۴۶۵۴.
في حاشية مسند احمد: إسناده صحيح على شرط الشيخين. يحيى: هو ابن سعيد القطان، وعبيد الله: هو ابن عمر العمرى.

ترجمہ: حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم مونچھوں کو پست (یعنی چھوٹی) کرو، اور ڈاڑھیوں کو بڑھاؤ (مسلم)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ، أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَ بِإِحْفَاءِ الشَّوَارِبِ، وَإِعْفَاءِ اللُّحٰى (ابو داؤد) [1]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مونچھوں کو پست (یعنی چھوٹی) کرنے اور ڈاڑھیوں کو بڑھانے کا حکم فرمایا ہے (ابو داؤد)

اور حضرت عبدالرحمٰن بن علقمہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقُوْلُ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَعْفُوْا اللُّحٰى، وَحُفُّوْا الشَّوَارِبَ (مسند احمد، رقم الحديث ۵۱۳۵) [2]

ترجمہ: میں نے حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے سنا، آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم ڈاڑھیوں کو بڑھاؤ، اور مونچھوں کو پست (یعنی

---

[1] رقم الحديث ۴۱۹۹، كتاب الترجل، باب فی اخذ الشارب، ابنِ حبان، رقم الحديث ۵۴۷۵.
فی حاشية ابن حبان: إسناده صحيح على شرط مسلم.

[2] فی حاشية مسند احمد:

إسناده صحيح، رجاله ثقات رجال الشيخين غير عبد الرحمن بن علقمة ويقال: ابن أبی علقمة، ويقال: ابن علقم، المكی، وهو غير عبد الرحمن بن أبی علقمة الثقفی، ذاك قد روى عن ابن مسعود كما سلف فی مسنده برقم(۳۶۵۷)وهذا فقد روى عن ابن عباس وابن عمر، وروى عنه سفيان الثوری، وخرج له البخاری فی "أفعال العباد" والنسائی، ووثقه هو والعجلی، وذكره فی "الثقات" ابن حبان وابن شاهين، ونقل هذا الأخير عن عبد الرحمن بن مهدی أنه قال فيه: كان من الأثبات الثقات، وقال الحافظ فی "التقريب": ثقة.

واخرجه النسائی فی "المجتبى ۱۲۹/۸" وفی "الكبرى(۹۲۹۱)"و(۹۲۹۲)، وأبو يعلى(۵۷۳۸)من طريق عبد الرحمن بن مهدی، بهذا الإسناد

www.idaraghufran.org

چھوٹی) کرو (مسند احمد)

اور ایک روایت میں ہے کہ:

سَمِعْتُ ابْنَ عُمَرَ یَقُوْلُ: أَمَرَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ أَنْ تُعْفَی اللُّحٰی وَأَنْ تُجَزَّ الشَّوَارِبُ (مسند احمد، رقم الحدیث ۵۱۳۸) [1]

ترجمہ: میں نے حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے سنا کہ آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کا حکم فرمایا کہ ڈاڑھیوں کو بڑھایا جائے اور مونچھوں کو کٹایا جائے (مسند احمد)

فائدہ: اس سے پہلے ڈاڑھی کا تمام نبیوں کا طریقہ، فطرتِ سلیمہ اور فطرتِ اسلام ہونا معلوم ہو چکا اور اس حدیث میں واضح طور پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ڈاڑھی بڑھانے کا حکم فرمانے کا ذکر ہے، جس سے صاف طور پر معلوم ہوا کہ ڈاڑھی رکھنا اور بڑھانا ہماری شریعت میں واجب اور ضروری درجہ کا حکم ہے، کیونکہ اس کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا ہے۔ [2]

اور بخاری شریف میں حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنْهَکُوْا الشَّوَارِبَ وَأَعْفُوْا اللُّحٰی (بخاری، رقم الحدیث ۵۸۹۳، کتاب اللباس، باب اعفاء اللحیٰ)

---

[1] فی حاشیة مسند احمد: حدیث صحیح، مؤمل -وهو ابن إسماعیل العدوی مولاهم البصری، سیء الحفظ لکنه ثقة فی سفیان الثوری.

[2] حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صیغۂ امر سے دونوں حکم فرمائے، اور امر حقیقۃً وجوب کے لئے ہوتا ہے، پس معلوم ہوا کہ یہ دونوں کام واجب ہیں اور واجب کا ترک کرنا حرام ہے، پس ڈاڑھی کٹانا اور مونچھیں بڑھانا دونوں حرام فعل ہیں (اصلاح الرسوم ص ۲۱، باب اول، فصل چہارم)

وأما روایات أحفوا الشوارب فمعناها أحفوا ما طال علی الشفتین واللہ أعلم وأما إعفاء اللحیة فمعناه توفیرها وهو معنی أوفوا اللحی فی الروایة الأخری وکان من عادة الفرس قص اللحیة فنهی الشرع عن ذلک (شرح النووی علی مسلم، ج۳، ص ۱۴۹، کتاب الطهارة، باب خصال الفطرة)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مونچھوں کو خوب اچھی طرح کاٹو اور ڈاڑھی کو بڑھاؤ (بخاری)

فائدہ: اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مونچھوں کو کاٹنے کے لیے ''انھکوا'' کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں، جس کے معنیٰ خوب اچھی طرح کاٹنے کے ہیں۔ [1]

حضرت ابوسلمہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قُصُّوْا الشَّوَارِبَ وَأَعْفُوْا اللُّحٰى (مسند احمد، رقم الحديث ۷۱۳۲) [2]

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مونچھوں کو کاٹو، اور ڈاڑھیوں کو بڑھاؤ (مسند احمد) [3]

---

[1] (وأحفوا) : بقطع الهمزة أى قصوا (الشوارب) : فى الجامع الصغير :قدم هذه الجملة على الأولى، ثم فى المغرب :أحفى شاربه بالحاء المهملة أى بالغ فى جزه .قيل :الإحفاء قريب من الحلق، وأما الحلق فلم يرد، بل كرهه بعض العلماء ورآه بدعة .قال القاضى وغيره :الإحفاء الاستقصاء فى الكلام، ثم استعير للاستقصاء فى أخذ الشارب، وفى معناه قوله :(وفى رواية ": أنهكوا الشوارب) : وهو بفتح الهمزة وكسر الهاء، وفى نسخة بهمزة وصل مكسورة وفتح الهاء، يقال :نهك كفرح وأنهك بالغ فى قصه(مرقاة المفاتيح، ج۷، ص۲۸۱۵، باب الترجل)

[2] فى حاشية مسند احمد: حديث صحيح، وهذا إسناد حسن.

[3] اور مسند احمد میں ہی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ان الفاظ میں مروی ہے:

أن رسول الله صلى الله عليه وسلم، قال " :أعفوا اللحى، وخذوا الشوارب، وغيروا شيبكم، ولا تشبهوا باليهود والنصارى "(مسند احمد، رقم الحديث ۸۶۷۲)

فى حاشية مسند احمد: صحيح، وهذا إسناد حسن لأن عمر بن أبى سلمة حسن الحديث فى المتابعات والشواهد.

امام بیہقی معرفۃ السنن میں روایت فرماتے ہیں کہ:

أخبرنا أبو سعيد قال :حدثنا أبو العباس قال :أخبرنا الربيع قال :أخبرنا الشافعى قال : وروى العلاء بن عبد الرحمن، عن أبيه، عن أبى هريرة :أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال : أعفوا اللحى وخذوا من الشوارب، وغيروا الشيب، ولا تشبهوا باليهود . كذا وجدته فى المبسوط وقد رواه مسلم بن الحجاج فى الصحيح، عن أبى بكر الصغانى (معرفة السنن والآثار للبيهقى رقم الحديث ۱۲۶۹ ،باب الاخذ من الشوارب)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈاڑھی بڑھانے کا حکم فرمایا ہے، جس سے دو باتیں معلوم ہوئیں، ایک یہ کہ ڈاڑھی رکھنا واجب عمل ہے، کیونکہ ایسا حکم فرمانے سے اس عمل کا واجب ہونا ثابت ہوتا ہے، دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ یہ واجب حکم چھوٹی ڈاڑھی رکھنے سے پورا نہیں ہوتا (جس کو خشخشی ڈاڑھی رکھنا کہا جاتا ہے) جب تک کہ اسے بڑھایا نہ جائے، اور کتنی مقدار بڑھانا واجب ہے، اس کا ذکر آگے آتا ہے۔

ڈاڑھی بڑھانا، مونچھیں کٹانا اور غیر مسلموں کی مخالفت

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: خَالِفُوْا الْمُشْرِكِيْنَ وَفِّرُوْا اللُّحٰى وَأَحْفُوْا الشَّوَارِبَ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا حَجَّ أَوْ اِعْتَمَرَ قَبَضَ عَلٰى لِحْيَتِهٖ فَمَا فَضَلَ أَخَذَهٗ (بخاری) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مشرکین کی مخالفت کرو، اور ڈاڑھیوں کو بڑھاؤ، اور مونچھیں پست (یعنی چھوٹی) کرو، اور حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ جب

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

اور شرح معانی الآثار میں ہے:

حدثنا يونس، قال: ثنا ابن وهب، قال: حدثني مالك، عن أبي بكر بن نافع، عن أبيه ح وحدثنا محمد بن عمرو بن يونس، قال: ثنا عبد الله بن نمير، عن عبيد الله بن عمر، عن نافع، عن ابن عمر، كلاهما عن النبي صلى الله عليه وسلم قال " :أحفوا الشوارب , وأعفوا اللحى "

حدثنا ابن أبي عقيل، قال: ثنا ابن وهب، قال: حدثني مالك، عن نافع، عن رسول الله صلى الله عليه وسلم مثله

حدثنا يزيد بن سنان، قال: ثنا حبان بن هلال، قال: ثنا أبو جعفر المديني، قال: ثنا عبد الله بن عبيد الله بن أبي طلحة، عن أنس، عن النبي صلى الله عليه وسلم وزاد ولا تشبهوا باليهود (شرح معاني الآثار، رقم الحديث ۶۵۵۹ تا ۶۵۶۲، ج۴ص ۲۳۰، باب حلق الشارب)

[1] رقم الحديث ۵۸۹۲، كتاب اللباس، باب تقليم الاظفار.

حج یا عمرہ سے فارغ ہوتے، تو اپنی ڈاڑھی کو مٹھی میں پکڑتے، اور جو مٹھی سے زائد ہوتی، اسے کاٹ دیا کرتے تھے (بخاری)

فائدہ: اس حدیث میں ڈاڑھی بڑھانے اور مونچھیں کٹانے کا حکم فرمانے کے ساتھ ساتھ مشرکین کی مخالفت کا بھی حکم فرمادیا، کیونکہ بعض مشرکین مونچھیں لمبی لمبی رکھتے تھے، اور ڈاڑھی نہیں بڑھاتے تھے۔ [1]

اور حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ جو اس روایت کے راوی ہیں؛ وہ حج یا عمرہ کے وقت ایک مٹھی سے زائد ڈاڑھی کو کاٹ دیا کرتے تھے، جس سے معلوم ہوا کہ ڈاڑھی بڑھانے کا جو واجب حکم ہے وہ ایک مٹھی ڈاڑھی ہونے پر پورا ہو جاتا ہے، اس سے زیادہ ڈاڑھی بڑھانا واجب نہیں۔ [2]

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی روایت کردہ ڈاڑھی بڑھانے کی حدیث کا یہی مطلب سمجھا، اور راوی اپنی روایت کردہ حدیث کا مطلب دوسروں سے زیادہ سمجھتا ہے (جس کی تفصیل آگے آتی ہے)

اور حج یا عمرہ کے وقت کے ذکر سے یہ لازم نہیں آتا کہ دوسرے اوقات میں ایک مٹھی سے فاضل و زائد مقدار ڈاڑھی کا کاٹنا جائز نہ ہو، کیونکہ دوسری روایات میں حضرت ابنِ عمر اور

---

[1] اس حدیث میں متعدد محدثین نے مشرکین سے مراد مجوسیوں کو قرار دیا ہے، جیسا کہ دیگر احادیث میں مجوسیوں کی صراحت ہے، اور بعض روایات میں اہلِ کتاب کے بھی ڈاڑھی کٹانے اور اُن کی مخالفت کرنے کا ذکر ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے، اور ابتداء میں ڈاڑھی کٹانے کا رواج مجوسیوں میں ہی ہوا تھا، ان میں بعض ڈاڑھی کٹا کر چھوٹی کر لیتے تھے، اور بعض ڈاڑھی منڈایا کرتے تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجوس کی مخالفت کا حکم فرما کر ڈاڑھی منڈانے اور چھوٹی کرانے سے بھی منع فرمادیا، اور ڈاڑھی بڑھانے کا حکم فرمایا، اور بڑھانے کی مقدار کیا ہے؟ اس پر کلام آگے آتا ہے۔

قولہ عمر بن محمد بن زید ای ابن عبد اللہ بن عمر قولہ خالفوا المشرکین فی حدیث ابی ھریرۃ عند مسلم خالفوا المجوس وھو المراد فی حدیث ابن عمر فانھم کانوا یقصون لحاھم ومنھم من کان یحلقھا قولہ أحفوا (فتح الباری لابن حجر، ج ۱۰، ص ۳۴۹، باب تقلیم الاظفار)

خالفوا المشرکین أراد بھم المجوس یدل علیہ روایۃ مسلم خالفوا المجوس (عمدۃ القاری، ج ۲۲، ص ۴۶، کتاب اللباس، باب تقلیم الاظفار)

[2] أن ابن عمر کان یاخذ من لحیتہ بعد الفراغ عن الحج، أی ما یزید علی القبضۃ ویاخذ من رأسہ (العرف الشذی للکشمیری، ج ۲ ص ۱۶۲، باب ماجاء فی تقلیم الاظفار)

دوسرے صحابۂ کرام وتابعینِ عظام سے حج یا عمرہ کے ذکر کے بغیر ایک مٹھی سے زائد ڈاڑھی کے کٹانے کا ثبوت ہے، جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ [1]

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَالِفُوْا الْمُشْرِكِيْنَ أَحْفُوْا الشَّوَارِبَ وَأَوْفُوْا اللُّحٰى (مسلم) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مشرکین کی مخالفت کرو، مونچھیں پست (یعنی چھوٹی) کرو، اور ڈاڑھیوں کو بڑھاؤ (مسلم)

فائدہ: اس روایت میں بھی واضح طور پر ڈاڑھی بڑھانے کے حکم کے ساتھ مشرکین کی مخالفت کرنے کا حکم مذکور ہے۔

اور حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ان الفاظ میں مروی ہے کہ:

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: خَالِفُوْا الْمَجُوْسَ ، أَحْفُوْا الشَّوَارِبَ وَأَعْفُوْا اللُّحٰى (مستخرج ابو عوانہ) [3]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجوسیوں (یعنی آتش پرستوں) کی مخالفت کرو، مونچھیں پست (یعنی چھوٹی) کرو، اور ڈاڑھیوں کو بڑھاؤ (ابو عوانہ)

فائدہ: اس روایت میں مشرکین کے ایک خاص مذہب والوں، یعنی مجوس کا ذکر فرما کر ان کی مخالفت کرنے اور ڈاڑھی بڑھانے کا حکم فرمایا، اور مجوسیوں میں ڈاڑھی منڈانے اور کاٹ کر

---

[1] وقال الكرماني لعل ابن عمر أراد الجمع بين الحلق والتقصير في النسك فحلق رأسه كله وقصر من لحيته ليدخل في عموم قوله تعالى محلقين رء وسكم ومقصرين وخص ذلك من عموم قوله وفروا اللحى فحمله على حالة غير حالة النسك قلت الذي يظهر أن ابن عمر كان لا يخص هذا التخصيص بالنسك بل كان يحمل الأمر بالاعفاء على غير الحالة التي تتشوه فيها الصورة بافراط طول شعر اللحية أو عرضه (فتح الباري لابن حجر، ج ۱۰، ص ۳۵۰، باب تقليم الاظفار)

[2] رقم الحديث ۲۵۹ "۵۴" كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة.

[3] رقم الحديث ۴۶۸، ج ۱ ص ۱۶۲، كتاب الطهارة.

چھوٹی کرنے دونوں کا رواج تھا۔ [1]

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

ذُكِرَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَجُوْسَ، فَقَالَ: إِنَّهُمْ يُوْفُوْنَ سِبَالَهُمْ، وَيَحْلِقُوْنَ لُحَاهُمْ، فَخَالِفُوْهُمْ فَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَجُزُّ سِبَالَهُ، كَمَا تُجَزُّ الشَّاةُ أَوِ الْبَعِيْرُ (صحیح ابن حبان) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مجوسیوں کا ذکر کیا گیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ اپنی مونچھوں کو بڑھاتے ہیں اور اپنی ڈاڑھیوں کو مونڈتے ہیں، تو تم ان کی مخالفت کرو، پس حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ اپنی مونچھوں کو اس طرح کاٹ دیا کرتے تھے، جس طرح بکری یا اونٹ کے بال کاٹے جاتے ہیں (ابن حبان)

---

[1] چنانچہ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

وكان من عادة الفرس قص اللحية فنهى الشرع عن ذلک (شرح النووی علی مسلم، ج۳ص ۱۴۹ ، کتاب الطھارۃ، باب خصال الفطرۃ)

اور علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

لأنهم كانوا يقصرون لحاهم ومنهم من كان يحلقها (عمدۃ القاری، ج۲۲ ص ۴۶، کتاب اللباس، باب تقلیم الاظفار)

[2] رقم الحديث ۵۴۷۶، ج۱۲ ص ۲۹۰، کتاب الزينة والتطيب، المعجم الكبير للطبرانی رقم الحديث ۱۴۱۴۰، المعجم الاوسط للطبرانی رقم الحديث ۱۰۵۱ .

قال شعيب الارنؤوط: إسناده حسن (حاشية ابن حبان)

و قال الالبانی:

قلت: وهذا إسناد جيد، رجاله ثقات، وفي معقل بن عبيد الله كلام يسير لا يضر.
وقد أخرجه مسلم، ولذلک سكت عنه الحافظ العراقي في "تخريج الإحياء والحافظ ابن حجر في "فتح الباری وعزاه للطبرانی والبيهقی. وللحديث شواهد خرجت بعضها في "جلباب المرأة المسلمة " "آداب الزفاف "السبال جمع السبلة بالتحريک: الشارب كما في "النهاية (سلسلة الاحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ۲۸۳۴)

اس حدیث میں مونچھوں کے لیے سبال کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ [1]

[1] اور راجح یہ ہے کہ اس حدیث میں سبال سے مراد مطلق مونچھیں ہیں، نہ کہ مونچھوں کے کنارے۔
حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی مندرجہ بالا حدیث کے علاوہ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بھی سبال کا لفظ مونچھوں کے معنیٰ میں استعمال ہوا ہے، جس کا ذکر آگے آتا ہے۔
ورأى الغزالي وغيره، أنه لا بأس بترك السبالين اتباعا لعمر وغيره، ولأن ذلك لا يستر الفم، ولا يبقى فيه غمر الطعام إذ لا يصل إليه، وكره الزركشي إبقاءه لخبر صحيح لابن حبان :ذكر لرسول الله -صلى الله عليه وسلم -المجوس فقال " :إنهم قوم يوفرون سبالهم، ويحلقون لحاهم فخالفوهم "اهـ.
والظاهر أن المراد بالسبال الشوارب أطلق عليها مجازا أو حقيقة على ما في القاموس والله أعلم (مرقاة المفاتيح ،ج ٧، ص٢٨٢٧، كتاب الاطعمة)
اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی ایک روایت میں سبال کو بڑھانے کا ذکر ہے، جبکہ ایک روایت میں جزّ سبال کی نہی وارد ہوئی ہے۔

> حدثنا ابن نفيل، حدثنا زهير، قرأت على عبد الملك بن أبي سليمان، وقرأه عبد الملك على أبي الزبير، ورواه أبو الزبير، عن جابر، قال :كنا نعفي السبال، إلا في حج أو عمرة(ابو داود، رقم الحديث ٤٢٠١، باب في اخذ الشارب)
> حدثنا عائذ بن حبيب ، عن أشعث ، عن أبي الزبير ، عن جابر ، قال :كنا نؤمر أن نوفي السبال ، ونأخذ من الشوارب(مصنف ابن شيبة، رقم الحديث ٢٦٠١٦)
> حدثنا مقدام، ثنا أبو الأسود، ثنا ابن لهيعة، ثنا أبو الزبير، عن جابر، أن النبي صلى الله عليه وسلم نهى عن جز السبال.
> لم يرو هذا الحديث عن أبي الزبير إلا ابن لهيعة، تفرد به :أبو الأسود "(المعجم الاوسط للطبراني ، رقم الحديث ٨٩٠٨)

قال الهيثمي:رواه الطبراني في الأوسط عند المقدام بن داود، وهو ضعيف(مجمع الزوائد، ج٥ص١٦٧ ، تحت رقم الحديث ٨٨٤٩،باب ما جاء في الشارب واللحية وغير ذلك)
اور اگرچہ بعض حضرات نے سبال بڑھانے کی روایت میں سبال سے مراد ڈاڑھی لی ہے، مگر بعض حضرات نے اس کی سند اور متن کو منکر اور اس کو ایک دوسرے کے معارض قرار دیا ہے۔
أورد أبو داود حديث جابر بن عبد الله قال :(كنا نعفي السبال إلا في حج وعمرة) والسبال هو الشارب، وهذا الحديث منكر؛ لأنه مخالف لما ثبت في الأحاديث الصحيحة من أن الشارب يحفى ويجز، وأنه وقت للإنسان مدة أربعين بحيث يأتي بهذه الأشياء المطلوبة منه، وهذا الحديث يعارضه، ولكنه غير صحيح.
وهذا الإسناد الذي ذكره أبو داود هنا صيغته ولفظه يختلف عن الصيغ التي سبق أن مرت؛ لأنه كله حكاية من شيخ شيخ أبي داود :قرأته وقرأه فلان على فلان، وفلان رواه عن فلان، ومعلوم أن أبا

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

یہ پہلے گزر چکا ہے کہ بعض مجوسی ڈاڑھی کٹا کر چھوٹی کراتے تھے اور بعض منڈاتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگرچہ مجوس کے ڈاڑھی منڈانے کے عمل کا ذکر فرمایا، لیکن ساتھ ہی ڈاڑھی بڑھانے کا بھی حکم فرمایا، لہٰذا ڈاڑھی منڈانے اور چھوٹی کرانے کی اس حدیث میں بھی نفی آ گئی۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ جُزُّوْا الشَّوَارِبَ وَأَرْخُوْا اللُّحٰی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الزبير المكي مدلس، وهذه العبارة التي روى بها لا تدل على السماع، وإنما فيها الإخبار بالرواية، والرواية يدخل فيها كونه يقول :عن فلان، أو يقول :قال فلان، والحديث من حيث الإسناد فيه ما فيه، ومن حيث المتن أيضاً هو منكر؛ لأنه مخالف لما ثبت في الأحاديث الصحيحة الدالة على أخذ الشارب وعدم تركه، وهذا الحديث فيه تركه إلا في حج أو عمرة، والإنسان قد لا يحج ولا يعتمر مدة طويلة فإذا تركه سيكون من أكره المناظر، وأشوه ما يكون في المنظر، فالحديث غير صحيح لا من حيث الإسناد، ولا من حيث المتن.

تراجم رجال إسناد حديث جابر (كنا نعفي السبال إلا في حج أو عمرة)

قوله :(حدثنا ابن نفيل) . عبد الله بن محمد بن نفيل النفيلي ثقة، أخرج له البخاري وأصحاب السنن.

(حدثنا زهير). زهير بن معاوية ثقة، أخرج له أصحاب الكتب الستة.

(قال :قرأت على عبد الملك بن أبي سليمان).

عبد الملك بن أبي سليمان صدوق له أوهام، أخرج له البخاري تعليقاً ومسلم وأصحاب السنن.

(ورواه أبو الزبير عن جابر).

أبو الزبير هو محمد بن مسلم بن تدرس المكي صدوق، أخرج له أصحاب الكتب الستة.

وجابر بن عبد الله الأنصاري رضي الله عنهما صحابي ابن صحابي، وهو أحد السبعة المعروفين بكثرة الحديث عن النبي صلى الله عليه وسلم.

والحديث فيه نكارة في متنه من جهة إعفاء الشارب وعدم أخذه إلا في حج أو عمرة، يعني :أنهم يتركونه إلا في حج أو عمرة.

والسند ليس فيه تصريح بالتحديث، وإنما هو محتمل لعدة صيغ؛ لأن هذا الذي ورد من الألفاظ المجملة التي تدخل تحتها عدة صيغ، فلا يدرى هو قال :قال، أو قال :سمعت، أو قال :عن جابر، فكل هذه الألفاظ تدخل تحت كلمة (رواه)(شرح سنن ابی داود، لعبد المحسن العباد ،باب في أخذ الشارب،شرح حديث جابر)

www.idaraghufran.org

خَالِفُوْا الْمَجُوْسَ (مسلم) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مونچھوں کو کاٹو، اور ڈاڑھیوں کو لٹکاؤ، اور مجوسیوں کی مخالفت کرو (مسلم)

فائدہ: مشرکوں میں ایک فرقہ مجوسیوں کا تھا، جو آگ کی عبادت کیا کرتا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی مخالفت کا حکم فرماتے ہوئے مونچھیں کٹانے اور ڈاڑھیاں لٹکانے کا حکم فرمایا، اور یہ ظاہر ہے کہ چھوٹی چھوٹی یا بالفاظِ دیگر خشخشی ڈاڑھی رکھ لینے سے اس حکم یعنی ڈاڑھی لٹکانے پر عمل نہیں ہوتا۔

مسند احمد میں حضرت عبدالرحمٰن رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ، أَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: جُزُّوْا الشَّوَارِبَ، وَأَعْفُوا اللُّحٰی، وَخَالِفُوْا الْمَجُوْسَ (مسند احمد، رقم الحدیث ۸۷۸۵) [2]

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مونچھوں کو کاٹو، اور ڈاڑھیوں کو بڑھاؤ، اور مجوسیوں (یعنی آتش پرستوں) کی مخالفت کرو (مسند احمد)

اور امام بخاری رحمہ اللہ نے تاریخ کبیر میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کو ان الفاظ میں روایت کیا ہے کہ:

عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: کَانَتِ الْمَجُوْسُ تُعْفِیْ شَوَارِبَهَا وَتُحْفِیْ لُحَاهَا، فَخَالِفُوْهُمْ فَجَزُّوْا شَوَارِبَکُمْ وَأَعْفُوْا لُحَاکُمْ (التاریخ الکبیر للبخاری، رقم الحدیث ۱۱۵، ج ۱، ص ۱۱۵)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجوسی (یعنی آگ پرست لوگ) اپنی

[1] رقم الحدیث ۲۶۰ "۵۵" کتاب الطهارة، باب خصال الفطرة.

[2] فی حاشیة مسند احمد: إسناده صحیح علی شرط مسلم.

www.idaraghufran.org

موچھوں کو بڑھا کر رکھتے ہیں، اور اپنی ڈاڑھیوں کو پست (یعنی منڈا کر یا چھوٹا) کر کے رکھتے ہیں، تو تم ان کی مخالفت کرو، تم اپنی موچھوں کو کٹاؤ، اور اپنی ڈاڑھیوں کو بڑھاؤ (تاریخ کبیر)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: إِنَّ أَھْلَ الشِّرْکِ یُعْفُوْنَ شَوَارِبَھُمْ، وَیُحْفُوْنَ لِحَاھُمْ، فَخَالِفُوْھُمْ، فَأَعْفُوْا اللُّحٰی، وَأَحْفُوا الشَّوَارِبَ (مسند البزار، رقم الحدیث ۸۱۲۳) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اہلِ شرک (یعنی مشرک لوگ) اپنی موچھوں کو بڑھاتے ہیں، اور اپنی ڈاڑھیوں کو پست (یعنی مونڈتے یا چھوٹی) کرتے ہیں، تو تم اُن کی مخالفت کرو، پس تم ڈاڑھیوں کو بڑھاؤ، اور موچھوں کو پست (یعنی چھوٹا) کرو (بزار)

فائدہ: بعض روایات میں ڈاڑھی بڑھانے کا حکم ہے، اور بعض میں ڈاڑھی لٹکانے کا حکم ہے۔ لٹکانے کا حکم بڑھانے کے حکم کے مخالف نہیں ہے، کیونکہ جب ڈاڑھی بڑھی ہوئی ہوگی، تو لٹکی ہوئی بھی ہوگی، اور جس طرح بڑھانے کے حکم میں چھوٹی ڈاڑھی رکھنا کافی نہیں، اسی طرح لٹکانے کے حکم میں بھی چھوٹی ڈاڑھی رکھنا کافی نہیں، کیونکہ جب تک ڈاڑھی اتنی بڑی نہ ہوگی کہ وہ لٹکی ہوئی کہلائے، اس وقت تک اس حکم پر عمل نہیں ہوگا۔

اور بڑھی ہوئی اور لٹکی ہوئی ہونے کا حکم کب پورا ہوتا ہے، اس کی نشاندہی خود اسی حدیث کے راوی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمادی ہے، جو کہ ایک مٹھی کے برابر ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے ڈاڑھی بڑھانے کے حکم والی اپنی روایت کردہ ان احادیث

---

[1] قال الهيثمي: رواه البزار بإسنادين في أحدهما عمرو بن أبي سلمة، وثقه ابن معين وغيره، وضعفه شعبة وغيره، وبقية رجاله ثقات (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۸۸۴۵، باب ما جاء في الشارب واللحية وغير ذلك)

www.idaraghufran.org

سے ایک مٹھی کی مقدار بھی (جیسا کہ آگے آتا ہے) جس سے معلوم ہوا کہ ایک مٹھی تک ڈاڑھی بڑھانا واجب ہے، اور اس سے کم ڈاڑھی رکھنے سے اس حکم کی تعمیل نہیں ہوتی۔

حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث میں روایت ہے کہ:

فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ يَقُصُّوْنَ عَثَانِيْنَهُمْ وَيُوَفِّرُوْنَ سِبَالَهُمْ قَالَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قُصُّوْا سِبَالَكُمْ وَوَفِّرُوْا عَثَانِيْنَكُمْ وَخَالِفُوْا أَهْلَ الْكِتَابِ (مسند احمد، رقم الحديث ۲۲۲۸۳) [1]

ترجمہ: ہم نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اہلِ کتاب اپنی ڈاڑھیوں کو کاٹتے ہیں، اور اپنی مونچھوں کو بڑھاتے ہیں، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنی مونچھوں کو کاٹو، اور اپنی ڈاڑھیوں کو بڑھاؤ، اور اہلِ کتاب کی مخالفت کرو (مسند احمد)

اور شعب الایمان میں ان الفاظ میں روایت ہے کہ:

فَقَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللهِ إِنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ يَقُصُّوْنَ عَثَانِيْنَهُمْ وَيُوَفِّرُوْنَ سِبَالَهُمْ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَفِّرُوْا عَثَانِيْنَكُمْ وَقَصِّرُوْا سِبَالَكُمْ (شعب الايمان للبيهقي) [2]

---

[1] فی حاشية مسند احمد: إسناده صحيح .

و قال الهيثمي:

رواه أحمد والطبراني ورجال أحمد رجال الصحيح خلا القاسم وهو ثقة وفيه كلام لا يضر (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۸۵۷۶، ج۵ص ۱۳۱، باب مخالفة أهل الكتاب في اللباس وغيره)

[2] رقم الحديث ۵۹۸۷، الأربعون من شعب الإيمان وهو باب في الملابس والزى والأوانى وما يكره منها، فصل في الخضاب.

قال الالبانی:

وفروا عثانينكم وقصروا سبالكم (وخالفوا أهل الكتاب)."

أخرجه أحمد والبيهقي في "الشعب من طريق عبد الله بن العلاء بن زبر قال :سمعت القاسم مولى يزيد يحدث عن أبي أمامة قال " :خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم على قوم من الأنصار بيض لحاهم، فقال: يا معشر الأنصار حمروا وصفروا وخالفوا أهل

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: صحابۂ کرام نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اہلِ کتاب اپنی ڈاڑھیوں کو کاٹتے ہیں، اور اپنی مونچھوں کو بڑھاتے ہیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم اپنی ڈاڑھیوں کو بڑھاؤ اور اپنی مونچھوں کو کٹاؤ (بیہقی)

فائدہ: حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث سے معلوم ہوا کہ مشرکوں اور مجوسیوں کے علاوہ بعض اہلِ کتاب بھی اپنی ڈاڑھیوں کو نہیں بڑھایا کرتے تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی مخالفت کرنے کا حکم فرماتے ہوئے مسلمانوں کو ڈاڑھی بڑھانے اور مونچھیں کٹانے کا حکم فرمایا۔

مذکورہ حدیث میں عثانین کے الفاظ سے مراد ڈاڑھی اور سبال کے الفاظ سے مراد مونچھیں ہیں، اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں بھی سبال مونچھوں کے معنیٰ میں استعمال ہوا ہے، جس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الكتاب، فقالوا: يا رسول الله إن أهل الكتاب يقصون عثانينهم ويوفرون سبالهم، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم (فذكره) فقالوا: يا رسول الله إن أهل الكتاب يتخففون ولا ينتعلون،فقال " :انتعلوا وتخففوا وخالفوا أهل الكتاب "والزيادة لأحمد . قلت: وهذا إسناد حسن .وقال الهيثمي " :رواه أحمد والطبراني، ورجال أحمد رجال الصحيح خلا القاسم وهو ثقة وفيه كلام لا يضر ." (عثانينكم) جمع (عثنون) وهي اللحية .و (سبالكم) جمع (السبلة) بالتحريك :الشارب (سلسلة الاحاديث الصحيحة، تحت رقم الحديث ١٢٤٥)

[2] البتہ بعض فقہائے کرام نے کتبِ فقہ میں ''سبالتین'' کا اطلاق مونچھوں کے کناروں پر کیا ہے، مگر مذکورہ احادیث میں سبال سے مراد مطلق مونچھیں ہیں۔

عن أبي أمامة قلنا يا رسول الله إن أهل الكتاب يقصون عثانينهم ويوفرون سبالهم فقال صلى الله عليه وسلم قصوا سبالكم ووفروا عثانينكم وخالفوا أهل الكتاب ، والعثانين جمع عثنون :اللحية كما في القاموس ، وفيه السبال بضم السين الشارب (كشف الخفاء للعجلوني، ج ١ ، ص ٦٨ ،رقم الحديث ١٤٢)

(وفروا عثانينكم) بعين مهملة فمثلثة جمع عثنون وهو اللحية (فيض القدير للمناوى تحت حديث رقم ٩٦٢٦)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ملحوظ رہے کہ ڈاڑھی بڑھانے اور مونچھیں کٹانے کی حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی مروی ہے، مگر اس کی سند پر محدثین نے کلام کیا ہے۔ [1]

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَدِمَ عَلٰى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفْدٌ مِنَ الْعَجَمِ قَدْ حَلَقُوْا

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

و (السبلة) الشارب والجمع (السبال)(مختار الصحاح، ج ا ، ص ۱۴۱ ،حرف السين، مادة: س ب ل)

السَّبَلة الشارب والجمع السِّبال(لسان العرب، ج ۱۱ ، ص ۳۲۲،فصل السين المهملة)

السَّبَلَة بالتحريك :الشَّارِبُ والجمعُ السِّبَال قاله الجوهري .وقال الهَرَوي (حكاية عن الأزهري) هي الشَّعَرات التي تَحْتَ اللَّحْي الأسْفَل .والسَّبَلة عند العَرب مُقَدَّم اللّحية وما أسْبَل منها على الصَّدْر (النهايةفي غريب الاثر، ج۲، ص ۳۳۹،باب السين مع الباء، مادة: سبل)

(السبلة) سبلة الزرع سنبله و سبلة الرجل الدائرة التي في وسط شفته العليا و طرف الشارب من الشعر و مقدم اللحية و سبلة الإناء رأسه يقال ملأه إلى سبلته و جر فلان سبلته ثيابه المسبلة و جاء و قد نشر سبلته جاء متوعدا و هو أصهب السبلة عدو و هم صهب السبال (ج) سبال(المعجم الوسيط، ج ا ، ص ۴۱۵، باب السين)

السبال لغة :جمع السبلة، وسبلة الرجل :الدائرة التي في وسط شفته العليا، وقيل :السبلة ما على الشارب من الشعر، وقيل :طرفه، وقيل :هي مقدم اللحية، وقيل :هي اللحية ، وعلى كونه بمعنى ما على الشارب من الشعر ورد الحديث :قصوا سبالكم، ووفروا عثانينكم، وخالفوا أهل الكتاب ، وعلى كونه بمعنى اللحية ورد قول جابر " :كنا نعفي السبال إلا في حج أو عمرة ."

أما الفقهاء فقد جعلوا السبال مفردا، وهو عندهم :طرف الشارب .قال ابن عابدين :السبالان طرفا الشارب، قال :قيل :وهما من الشارب،وقيل من اللحية.

وقال ابن حجر مثل ذلك (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۵، ص۲۲۳ الى ۲۲۴، مادة: لحية،السبال)

[1] حدثنا السكن بن سعيد، حدثنا مسلم بن إبراهيم، حدثنا الحسن بن أبي جعفر , عن عبد الله، عن أنس؛ أن النبي صلى الله عليه وسلم قال :خالفوا على المجوس جزوا الشوارب وأوفوا اللحى(مسند البزار، رقم الحديث ۶۴۴۶)

قال الهيثمي:رواه البزار، وفيه الحسن بن أبي جعفر، وهو ضعيف متروك(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۸۸۴۲)

عن أنس قال النبي صلى الله عليه وسلم الدنيا سجن المؤمن وجنة الكافر وبإسناده؛ قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم مثل أمتي مثل المطر لا يدرى أوله خير أو آخره .وبإسناده؛ قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم وفروا اللحى وجزوا الشوارب (الكامل لابن عدي ج۵ص ۵۳۳،۵۳۴، تحت الترجمة، من اسمه عبيد الله)

لُحَاهُمْ وَتَرَكُوْا شَوَارِبَهُمْ ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ:
خَالِفُوْا عَلَيْهِمْ فَحُفُّوْا الشَّوَارِبَ وَأَعْفُوْا اللُّحٰى (کنزالعمال) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس عجم (یعنی غیر عرب) کا ایک وفد حاضر ہوا، جنہوں نے اپنی ڈاڑھیوں کو منڈایا ہوا تھا، اور اپنی موچھوں کو لمبا چھوڑا ہوا تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو فرمایا کہ تم ان لوگوں کی مخالفت کرو، اور موچھیں پست (یعنی چھوٹی) کرو، اور ڈاڑھیوں کو بڑھاؤ (کنزالعمال)

فائدہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان غیر عربیوں کے ڈاڑھی منڈانے کے عمل کی مخالفت کا حکم دیتے ہوئے صرف ڈاڑھی منڈانے سے منع نہیں فرمایا، بلکہ ڈاڑھی بڑھانے کا حکم فرمایا، جس میں ڈاڑھی منڈانے کی ممانعت بھی آگئی، اور ڈاڑھی چھوٹی رکھنے کی ممانعت بھی آگئی۔

حضرت یحییٰ بن ابی کثیر رحمہ اللہ سے مرسلاً روایت ہے کہ:

أَتٰى رَجُلٌ مِّنَ الْعَجَمِ الْمَسْجِدَ وَقَدْ وَفَّرَ شَارِبَهُ وَجَزَّ لِحْيَتَهُ فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا حَمَلَكَ عَلٰى هٰذَا قَالَ إِنَّ اللهَ عَزَّ وَجَلَّ أَمَرَنَا بِهٰذَا فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِنَّ اللهَ أَمَرَنِيْ أَنْ أُوَفِّرَ لِحْيَتِيْ وَأُحْفِيَ شَارِبِيْ (مسند الحارث) [2]

ترجمہ: ایک عجمی شخص مسجدِ نبوی میں حاضر ہوا، جس نے اپنی موچھیں بڑھا رکھی تھیں، اور اپنی ڈاڑھی کو کاٹا ہوا تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا کہ تجھے اس چیز پر کس نے مجبور کیا؟ تو اس نے کہا کہ بے شک اللہ عزوجل نے ہمیں اس کا حکم دیا ہے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے شک اللہ

---

[1] رقم الحديث ١٧٣٨٦ ا بحواله ابن النجار، تتمة ذيل تاريخ بغداد لابن النجار، مشمولة تاريخ بغداد، ج١٧ ص ١٦٢.

[2] رقم الحديث ٥٩٢، كتاب اللباس والزينة، باب ما جاء في الأخذ من الشعر، الناشر: مركز خدمة السنة والسيرة النبوية - المدينة المنورة.

تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اپنی ڈاڑھی کو بڑھاؤں اور اپنی مونچھ کو پست (یعنی چھوٹا) کروں (مسند حارث)

فائدہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرما کر کہ ”بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اپنی ڈاڑھی کو بڑھاؤں، اور اپنی مونچھوں کو پست کروں“ اس عجمی شخص کی بات کو خلافِ حقیقت قرار دیا، اور واضح فرمادیا کہ اللہ تعالیٰ کی وحی تو مجھ پر آتی ہے، اور مجھے وحی کے ذریعہ سے ڈاڑھی بڑھانے کا حکم دیا گیا ہے۔

معلوم ہوا کہ ڈاڑھی بڑھانے کا حکم اللہ تعالیٰ کا ہے، اور اس حکم کی تعمیل واجب اور ضروری ہے، اور اس کی مخالفت گناہ ہے۔

حضرت عبید اللہ بن عتبہ رحمہ اللہ مرسلاً سے روایت ہے کہ:

جَاءَ رَجُلٌ مِّنَ الْمَجُوْسِ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ: وَحَلَقَ لِحْيَتَهٗ وَأَطَالَ شَارِبَهٗ فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَا هٰذَا ؟ قَالَ: هٰذَا فِيْ دِيْنِنَا، قَالَ فِيْ دِيْنِنَا أَنْ نَجُزَّ الشَّارِبَ وَأَنْ نُعْفِيَ اللِّحْيَةَ (مصنف ابن ابی شیبة) [1]

ترجمہ: ایک مجوسی (یعنی آتش پرست) آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، اور اس نے اپنی ڈاڑھی کو منڈایا ہوا تھا، اور مونچھ کو لمبا کیا ہوا تھا، تو اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ کیا ہے؟ (یعنی ایسا کیوں کیا) تو اس نے جواب میں کہا کہ یہ ہمارے مذہب میں ہے۔

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمارے دین میں تو یہ حکم ہے کہ ہم مونچھوں کو کاٹیں، اور ڈاڑھی کو بڑھائیں (ابن ابی شیبہ)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ دینِ اسلام میں ڈاڑھی بڑھانے اور مونچھیں کٹانے کا حکم ہے، اور یہ بھی معلوم ہوا کہ یہ دین کا حکم اور عبادت ہے، عرب کی عادت نہیں (جیسا کہ بعض لوگ

---

[1] رقم الحدیث ۲۶۰۱۳، کتاب الادب، باب ما یؤمر به الرجل من إعفاء اللحیة، والأخذ من الشارب.

کہا کرتے ہیں) اور اگر دین کا حکم ہونے کے ساتھ ساتھ عرب کی عادت بھی رہی ہو تو بھی اس کے عبادت ہونے پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔ [1]

اور ابنِ سعد نے ان الفاظ میں روایت کیا ہے کہ:

جَاءَ مَجُوْسِيٌّ إِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، قَدْ أَعْفٰى شَارِبَهُ وَأَحْفٰى لِحْيَتَهُ فَقَالَ :مَنْ أَمَرَكَ بِهٰذَا؟ قَالَ :رَبِّيْ، قَالَ :لٰكِنْ رَبِّيْ أَمَرَنِيْ أَنْ أُحْفِيَ شَارِبِيْ وَأُعْفِيَ لِحْيَتِيْ(الطبقات الکبریٰ لابنِ سعد) [2]

ترجمہ: ایک مجوسی (یعنی آتش پرست) آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، اور اس نے اپنی مونچھ کو بڑھا رکھا تھا، اور اپنی ڈاڑھی کو کٹایا ہوا تھا، تو اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تجھے اس چیز کا کس نے حکم کیا ہے؟

اس نے جواب میں کہا کہ میرے رب نے حکم کیا ہے۔

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے رب نے تو مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں اپنی مونچھیں پست (یعنی چھوٹی) کروں، اور اپنی ڈاڑھی کو بڑھاؤں (ابنِ سعد)

فائدہ: اس سے بھی صاف طور پر معلوم ہوا کہ ڈاڑھی بڑھانے کا حکم اللہ ربُّ العزّت کی طرف سے ہے، اور اس پر عمل کرنا ضروری ہے۔

اور ابنِ بشران حضرت سعید بن مسیّب کی سند سے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت

---

[1] وإعفاء اللحية وإن كان شأن العرب وخاصيتهم إلا أن رسول الله -صلى الله عليه وسلم- بأمره به قد نقله من كونه عرفاً وعادةً إلى كونه عبادة مأموراً بها مثاباً على فعلها معاقباً على تركها . (إعفاء اللحية على ضوء الكتاب والسنة وأقوال أهل العلم ،لأبي عبدالرحمن،ص ۴)

أنه صلى الله عليه وسلم جعل إعفاء اللحية من الفطرة كما جعل منها قص الأظفار وحلق العانة وغير ذلك مما رواه مسلم في "صحيحه" ففيه رد صريح على الكاتب ومن ذهب مذهبه أن اللحية من أمور العادات التي يختلف الحكم فيها باختلاف الأزمان والعصور ذلك لأن الفطرة من الأمور التي لا تقبل شرعا التبدل مهما تبدلت الأعراف والعادات :(فطرة الله التي فطر الناس عليها لا تبديل لخلق الله ذلك الدين القيم ولكن أكثر الناس لا يعلمون(تمام المنة في التعليق على فقه السنة،للألباني،ج ۱،ص ۸۳)

[2] ج ۱، ص ۴۴۹،السيرة النبوية، ذكر أخذ رسول الله، صلى الله عليه وسلم، من شاربه، الناشر:دار صادر -بيروت.

کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

دَخَلَ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَجُوْسِیٌّ قَدْ حَلَقَ لِحْیَتَہٗ وَأَعْفٰی شَارِبَہٗ ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: وَیْحَکَ ، مَنْ أَمَرَکَ بِھٰذَا ؟ قَالَ: أَمَرَنِیْ بِہٖ کِسْرٰی،فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: لٰکِنِّیْ أَمَرَنِیْ رَبِّیْ عَزَّ وَجَلَّ أَنْ أُعْفِیَ لِحْیَتِیْ ، وَأَنْ أُحْفِیَ شَارِبِیْ (امالی ابن بشران) [1]

ترجمہ: ایک مجوسی (یعنی آتش پرست) آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا، جس نے اپنی ڈاڑھی کو منڈایا ہوا تھا، اور اپنی مونچھ کو لمبا کیا ہوا تھا، اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تیری بربادی ہو، تجھے اس کا کس نے حکم دیا ہے؟

اس نے جواب میں کہا کہ مجھے اس کا کسریٰ نے حکم دیا ہے۔

تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لیکن میرے رب عزوجل نے تو مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں اپنی ڈاڑھی بڑھاؤں اور اپنی مونچھ کو پست (یعنی چھوٹا) کروں (امالی ابن بشران)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ ڈاڑھی منڈانا اور کٹا کر چھوٹا کرنا اتنا برا عمل ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عمل کے مرتکب کو بد دعا دی ہے، اور ساتھ ہی ڈاڑھی بڑھانے اور مونچھیں کٹانے کا حکم فرمایا ہے۔

لہٰذا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بد دعا اور آپ کی مخالفت سے بچنے کے لئے ڈاڑھی منڈانے اور کٹا کر چھوٹی کرانے کے گناہ سے بچنا چاہئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مختلف ممالک کے بادشاہوں کو دعوتِ اسلام کے بارے

---

[1] رقم الحديث ١٢٨ ،ج ١ ص ٧٣،المجلس الخامس والأربعون والستمائة في رجب من السنة، الناشر: دار الوطن، الرياض.

میں خطوط لکھے، تو ان میں ایک خط فارس کے بادشاہ کسریٰ کے نام بھی تھا، اس کے پاس جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خط مبارک پہنچا تو اس نے اس کو پھاڑ دیا، اور اپنے گورنر کو جو یمن کا حاکم تھا لکھا کہ دو مضبوط آدمیوں کو حجاز بھیجو، جو اس خط لکھنے والے شخص کو لے کر آئیں، اس نے دو آدمی بھیجے جو مدینہ منورہ حاضر ہوئے، ان دو شخصوں کے بارے میں یہ واقعہ آیا ہے کہ:

وَقَدْ دَخَلَا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَدْ حَلَقَا لُحَاهُمَا وَأَعْفِيَا شَوَارِبَهُمَا فَكَرِهَ النَّظْرَ إِلَيْهِمَا وَقَالَ: وَيْلَكُمَا مَنْ أَمَرَكُمَا بِهٰذَا؟ قَالَا: أَمَرَنَا بِهٰذَا رَبُّنَا يَعْنِيَانِ كِسْرٰى فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لٰكِنْ رَبِّيْ قَدْ أَمَرَنِيْ بِإِعْفَاءِ لِحْيَتِيْ وَقَصِّ شَارِبِيْ (دلائل النبوة لأبي نعيم الأصبهاني) [1]

ترجمہ: اور وہ دونوں شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے، جنہوں نے اپنی ڈاڑھیوں کو منڈایا ہوا تھا، اور اپنی مونچھوں کو لمبا کیا ہوا تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف دیکھنے کو پسند نہیں فرمایا اور فرمایا کہ تمہاری ہلاکت ہو، تم دونوں کو اس چیز کا کس نے حکم دیا ہے؟ تو ان دونوں نے جواب میں کہا کہ ہمیں ہمارے رب یعنی کسریٰ نے اس کا حکم دیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لیکن میرے رب نے مجھے اپنی ڈاڑھی بڑھانے اور مونچھ کاٹنے کا حکم دیا ہے (ابونعیم)

فائدہ: اس واقعہ کو متعدد مورخین ومحدثین نے روایت کیا ہے۔ [2]

---

[1] رقم الحديث ۲۴۱، ج ۱ ص ۳۴۸، الفصل السابع عشر ومما ظهر من الآيات في مخرجه إلى المدينة وفي طريقه صلى الله عليه وسلم، الناشر: دار النفائس، بيروت.

[2] چنانچہ ابنِ جریر طبری فرماتے ہیں کہ:

ودخلا على رسول الله صلى الله عليه وسلم وقد حلقا لحاهما وأعفيا شواربهما فكره النظر اليهما ثم أقبل عليهما فقال ويلكما من أمركما بهذا قالا أمرنا بهذا ربنا يعنيان

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور ابنِ خلدون میں یہ بھی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ڈاڑھی مونڈنے اور مونچھیں بڑھانے سے منع فرمایا۔ [1]

اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈاڑھی منڈی ہوئی شکل وصورت کو

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

کسری فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لکن ربی قد أمرنی باعفاء لحیتی وقص شاربی (تاریخ الطبری ج۲ ص۶۵۵ سنة ست من الهجرة، ذکر خروج رسل رسول اللہ الی الملوک)

اور علامہ ابنِ کثیر فرماتے ہیں کہ:

ودخلا علی رسول الله صلی الله علیه وسلم وقد حلقا لحاهما وأعفیا شواربهما، فکره النظر إلیهما وقال " :ویلکما من أمرکما بهذا ؟ " :قالا :أمرنا ربنا -یعنیان کسری - فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم " :ولکن ربی أمرنی بإعفاء لحیتی وقص شاربی "(السیرة النبویة لابن کثیر، ج۳ ص۵۰۹، ذکر بعثه إلی کسری ملک الفرس)

اور البدایۃ والنہایۃ میں فرماتے ہیں کہ:

ودخلا علی رسول الله صلی الله علیه وسلم وقد حلقا لحاهما وأعفیا شواربهما فکره النظر إلیهما وقال "ویلکما من أمرکما بهذا؟ "قالا أمرنا ربنا -یعنیان کسری -فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم "ولکن ربی أمرنی باعفاء لحیتی وقص شاربی (البدایة والنهایة، ،جزء۴ صفحه ۲۷۰،ذکر بعثه إلی کسری ملک الفرس)

اور ابنِ اثیر فرماتے ہیں کہ:

فخرجا حتی قدما علی رسول الله، صلی الله علیه وسلم، وقد حلقا لحاهما وأعفیا شواربهما، فکره النظر إلیهما وقال :ویلکما من أمرکما بهذا ؟ قالا :ربنا، یعنیان الملک .فقال :لکن ربی أمرنی أن أعفی لحیتی وأقص شاربی (الکامل فی التاریخ لابن الأثیر، ج۲ ص۹۴ ،باب ودخلت سنة ست من الهجرة، ذکر مکاتبة رسول الله -صلی الله علیه وسلم -الملوک)

اور ابنِ جوزی فرماتے ہیں کہ:

وکانا قد دخلا علی رسول الله صلی الله علیه وسلم وقد حلقا لحاهما وأعفیا شواربهما، فکره النظر إلیهما، وقال " :ویلکما، من أمرکما بهذا؟ قالا :أمرنا بهذا ربنا -یعنیان کسری -فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم " :لکن ربی أمرنی بإعفاء لحیتی وقص شاربی (المنتظم لابن الجوزی، ج۳ ص۲۸۳، باب ذکر ما جری من هؤلاء الملوک حین بعث إلیهم)

[1] وکانا قد حلقا لحاهما وأعفیا شواربهما فنهاهما رسول الله صلی الله علیه وسلم عن ذلک فقالا أمرنا به ربنا یعنون به کسری فقال لهما لکن ربی أمرنی باعفاء لحیتی وقص شاربی (تاریخ ابن خلدون، جزء۲ صفحه ۴۴۹،إرسال الرسل الی الملوک)

دیکھ کران پر نظر ڈالنا بھی گوارا نہیں فرمایا، جس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ڈاڑھی منڈانے والے لوگوں سے کراہیت اور تکلیف پہنچنے کا علم ہوا۔

ایک فارسی شاعر کا واقعہ ہے کہ وہ آزاد خیال تھا (جیسا کہ آج کل عموماً شاعر آزاد خیال ہوتے ہیں) لیکن اس شاعر کا دل نرم تھا اور اس کے کلام میں سوز و گداز تھا۔

ایک شخص اس شاعر کا فارسی کلام اور اشعار پڑھ سن کر بہت متاثر ہوا، اور ان کو اللہ والا اور صوفی سمجھ کر دور دراز سے ملاقات کے لئے روانہ ہوا۔

شاعر کے پاس پہنچا تو دیکھا کہ ایک نائی (ہیئر ڈریسر) اس شاعر کی اُسترے سے ڈاڑھی صاف کر رہا ہے۔

اس آنے والے شخص نے جھلا کر تعجب سے کہا کہ:

"آغا ریش می تراشی"

کہ جناب عالی! آپ ڈاڑھی تر شوار ہے ہیں؟

اس شاعر نے جواب میں کہا کہ:

"بلے ریش می تراشم، دلِ کس نمی تراشم"

یعنی میں ڈاڑھی ہی تو تر شوار ہا ہوں کسی کا دل تو نہیں تراش رہا

مطلب یہ تھا کہ میں کسی کا دل نہیں دکھا رہا کیونکہ بڑا گناہ تو دل دکھانا ہے۔

اس آنے والے مسافر نے بے ساختہ جواب دیا کہ:

"بلے دلِ رسول اللہ می خراشی"

یعنی ہاں! آپ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل تراش رہے ہو

مطلب یہ تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈاڑھی تراشنے سے تکلیف ہوتی ہے۔

یہ سن کر شاعر کی آنکھیں کھل گئیں کیونکہ وہ پہلے سے نرم دل تھا اور یہ بات اس کے دل کو لگ گئی اور زبانِ حال سے یہ شعر پڑھا کہ: ؎

جزاک اللہ کہ چشم باز کردی مرا با جانِ جاں ہمراز کردی

یعنی: تم کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے، میں تو اندھا تھا آپ نے میری آنکھوں سے پردہ اُٹھادیا، اور اندر کے راز سے آگاہ کردیا۔

واقعہ یہ ہے کہ محبت کا بڑا معیار محبوب کی اطاعت ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَیَغْفِرْلَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ○ قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ لَایُحِبُّ الْكٰفِرِیْنَ ○ (سورۃ آلِ عمران آیت ۳۱،۳۲)

ترجمہ: آپ (لوگوں سے) فرمادیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو، تو تم میری اتباع کرو (اس کی وجہ سے) اللہ تم سے محبت فرمانے لگے گا، اور تمہارے گناہوں کو معاف فرمادے گا، اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے (اور) آپ (یہ بھی) فرمادیجئے کہ تم اطاعت کیا کرو اللہ کی اور اس کے رسول کی، پھر (اس پر بھی) اگر وہ لوگ اعراض کریں تو (پھر یادرکھیں کہ) اللہ کافروں سے محبت نہیں فرماتا (سورہ آلِ عمران)

اسی کو عربی شاعر نے بہت اچھے انداز میں اس طرح بیان کیا ہے کہ:

تَعْصِی الرَّسُوْلَ وَاَنْتَ تُظْهِرُ حُبَّهٗ هٰذَا لَعَمْرِیْ فِی الْفِعَالِ بَدِیْعٌ

لَوْ كَانَ حُبُّكَ صَادِقًا لَاَطَعْتَهٗ اِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ یُّحِبُّ مُطِیْعٌ

ترجمہ: تُو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرتا ہے اور ان کی محبت کو ظاہر کرتا ہے۔ اپنی جان کی قسم! یہ بات عجیب چیزوں میں سے ہے، اگر تیری محبت سچی ہوتی تو ضرور تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرتا۔ اس لئے کہ محب (یعنی محبت کرنے والا) محبوب کا مطیع اور فرمانبردار ہوتا ہے (ترجمہ ختم)

اس بحث کا خلاصہ

مذکورہ بحث کا خلاصہ یہ نکلا کہ ڈاڑھی رکھنا انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کا طریقہ، اور فطرتِ اسلام میں داخل ہے، اور ڈاڑھی رکھنے اور بڑھانے کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے امر وحکم، اور سخت اہمیت وتاکید ہے، اور اس کا منڈانا یا شرعی مقدار پوری ہونے سے پہلے کاٹنا سخت گناہ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تکلیف وایذاء کا باعث ہونے کے ساتھ ساتھ غیر مسلموں کے ساتھ مشابہت میں بھی داخل ہے، جس کا وبال سخت ہے۔

اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائیں۔ آمین۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام کی ڈاڑھی کیسی تھی؟

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے قول وفعل کے اعتبار سے پوری انسانیت کے لئے بہترین نمونہ ہیں، جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ:

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (سورة الاحزاب رقم الآية ٢١)

ترجمہ: تمہارے لئے رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں عمدہ نمونہ ہے (سورہ احزاب)

اور شریعت کے تمام احکام انتہائی اعتدال پر مبنی اور افراط وتفریط، اور کمی وزیادتی سے پاک ہیں۔

ڈاڑھی بھی شریعت کا ایک حکم ہے، لہٰذا اس کی مقدار بھی افراط وتفریط اور کمی وزیادتی سے پاک ہو کر اعتدال پر مبنی ہونی چاہئے۔

لہٰذا اب دیکھنا ہوگا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاں ایک طرف پوری امت کو ڈاڑھی بڑھانے کا حکم دیا تو آپ نے خود کس طرح ڈاڑھی مبارک رکھ کر اس حکم کو پورا فرمایا، اور امت کو شرعی ڈاڑھی کا کیا نمونہ پیش کیا، تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک وپاکیزہ عمل کے ذریعہ سے اعتدال کے راستہ کو اختیار کیا جاسکے، اور افراط وتفریط اور کمی وزیادتی سے بچا جاسکے۔

بخاری شریف میں حضرت ابو معمر رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

قُلْنَا لِخَبَّابٍ أَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ وَالْعَصْرِ قَالَ نَعَمْ قُلْنَا بِمَ كُنْتُمْ تَعْرِفُوْنَ ذَاكَ قَالَ بِاضْطِرَابِ لِحْيَتِهِ (بخاری) [1]

[1] رقم الحديث ٧٤٦، كتاب الاذان، باب رفع البصر إلى الإمام في الصلاة.

ترجمہ: ہم نے حضرت خباب رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر اور عصر کی نماز میں قرآن پڑھا کرتے تھے؟

تو حضرت خباب نے فرمایا کہ جی ہاں، ہم نے عرض کیا کہ: تمہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قرائت کرنے کا کس طرح پتہ چلتا تھا (کیونکہ ظہر اور عصر کی نماز میں تو آہستہ آواز میں قرائت کی جاتی ہے)

تو حضرت خباب نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈاڑھی کے ہلنے سے پتہ چلتا تھا (بخاری)

اور مسند احمد کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

سَأَلْنَا خَبَّابًا أَكَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ قَالَ نَعَمْ قَالَ فَمِنْ أَيْنَ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ قَالَ بِتَحَرُّكِ لِحْيَتِهٖ (مسند احمد، رقم الحديث ۲۱۰۵۶) [1]

ترجمہ: ہم نے حضرت خباب رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ کیا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی نماز میں قرائت کیا کرتے تھے؟ تو حضرت خباب نے فرمایا کہ جی ہاں، حضرت ابو معمر نے عرض کیا کہ تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرائت کرنے کا کس طرح پتہ چلتا تھا (کیونکہ ظہر کی نماز میں تو آہستہ آواز میں قرائت کی جاتی ہے) تو حضرت خباب نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈاڑھی کے ہلنے سے پتہ چلتا تھا (مسند احمد)

فائدہ: معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈاڑھی مبارک نعوذ باللہ تعالیٰ چھوٹی نہیں تھی، بلکہ اتنی لمبی تھی کہ آہستہ آواز میں قرائت کرنے سے بھی اسے حرکت ہوتی تھی، اور اس حرکت کو دوسرے حضرات دیکھ کر محسوس کرلیا کرتے تھے۔

---

[1] في حاشية مسند احمد: إسناده صحيح على شرط الشيخين.

اورقرائت کرنے سے ڈاڑھی کے حرکت کرنے کی وجہ یہ تھی کہ ڈاڑھی کا اصل مقام چہرہ پر نیچے والا جبڑا ہے، اورقرائت یا بات چیت کرتے اور کھانا کھاتے وقت نیچے والا جبڑا ہی حرکت کرتا ہے۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ مبارک بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

وَكَانَ كَثِيْرَ شَعْرِ اللِّحْيَةِ (مسلم) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کثیر (یعنی لمبی اور زیادہ) ڈاڑھی والے تھے (مسلم)

اورطبرانی میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ میں روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَثُّ الشَّعْرِ وَاللِّحْيَةِ (المعجم الكبير للطبرانی، رقم الحديث ۱۹۱۲، ج۲ ص ۲۲۲)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بال اورڈاڑھی گھنی تھی (طبرانی)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈاڑھی مبارک گھنی تھی، اورایک حد تک لمبی اورگول تھی، جس کی وجہ آگے آتی ہے۔ [2]

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈاڑھی نعوذ باللہ تعالیٰ چھوٹی نہیں تھی۔

حضرت براء رضی اللہ عنہ ایک لمبی حدیث میں فرماتے ہیں کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا مَرْبُوْعًا عَرِيْضَ مَا بَيْنَ الْمَنْكِبَيْنِ كَثُّ اللِّحْيَةِ (نسائی) [3]

---

[1] رقم الحديث ۲۳۴۴ "۱۰۹" كتاب الفضائل، باب شيبه صلى الله عليه وسلم.

[2] (كان كثير شعر اللحية) أى غزيرها مستديرها زاد فى رواية قد ملأت ما بين كتفيه قال القرطبى: ولا يفهم منه أنه كان طويلها لما صح أنه كان كث اللحية أى كثير شعرها غير طويله انتهى (فيض القدير تحت رقم الحديث ۷۴۹۲)

[3] رقم الحديث ۵۲۳۲، كتاب الزينة، باب اتخاذ الجمة.

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم درمیانہ قد کے تھے، اور دونوں کاندھوں کے درمیان کی جگہ وسیع تھی، اور آپ کی ڈاڑھی گھنی تھی (نسائی)

فائدہ: اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈاڑھی کے بارے میں ''کث'' کے الفاظ آئے ہیں، جس کے معنیٰ ایسی ڈاڑھی کے ہیں کہ جو گنجان اور گول ہو اور زیادہ لمبی نہ ہو۔ [1] ڈاڑھی کے گول ہونے اور زیادہ لمبی نہ ہونے کی وجہ یہی ہو سکتی ہے کہ ایک حد کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم ڈاڑھی کو سنوار لیا کرتے تھے، جس سے بال چھوٹے بڑے نہیں ہوتے تھے، بلکہ ہر طرف سے برابر ہوتے تھے، اور لمبے ہونے کی متعین مقدار کا علم صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین کے عمل سے ہوتا ہے اور وہ ایک مٹھی کی مقدار ہے (جیسا کہ آگے آتا ہے) [2]

---

[1] قوله رجلا هو خبر لفظا لكن المقصود الإخبار بصفته مربوعا اى متوسطا بين الطول والقصر كث اللحية بفتح فتشديد مثلثة هو أن لا يكون اللحية دقيقة ولا طويلة جمته بضم جيم فتشديد ميم (حاشية السندى على النسائى، ج۸، ص۱۸۳، كتاب الزينة، باب اتخاذ الجمة)

قوله :كث اللحية الكثوثة فيها :أن تكون غير دقيقة ولا طويلة، ولكن فيها كثافة(شرح السنة للبغوى، ج۱۳، ص۲۷۸، باب جامع صفاته صلى الله عليه وسلم)

قوله كث اللحية أى فيها كثافة واستدارة وليست طويلة (فتح البارى لابن حجر، ج۱ ص۱۷۸، مقدمة، فصل ک ا)

كث اللحية بفتح الكاف هو أن تكون غير دقيقة ولا طويلة وفيها كثافة واستدارة (مشارق الانوار، ج۱، ص ۳۳۶، على صحاح الآثار، حرف الكاف)

كث اللحية وفى رواية للحارث عن أم معبد كثيف اللحية بفتح الكاف غير دقيقها ولا طويلها وفيها كثافة كذا فى النهاية وفى التنقيح كث اللحية كثير شعرها غير مسبلة وفى القاموس كثت كثرت أصولها وكثفت وقصرت وجعدت ولذا روى كانت ملتفة وفى شرح المقامات للشريشى كثة كثيرة الأصول بغير طول ويقال للحية إذا قص شعرها وكثر إنها لكثة (الشمائل الشريفة للسيوطى، ج۱، ص۳۸، تحت رقم الحديث ۲۴)

[2] (كث اللحية) وفى رواية للحارث عن أم معبد كثيف اللحية بفتح الكاف غير دقيقها ولا طويلها وفيها كثافة كذا فى النهاية وفى التنقيح كث اللحية كثير شعرها غير مسبلة وفى القاموس كثت كثرت أصولها وكثفت وقصرت وجعدت ولذا روى كانت ملتفة وفى شرح المقامات للشريشى كثة كثيرة الأصول بغير طول ويقال للحية إذا قص شعرها وكثر إنها لكثة وإذا عظمت

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت علی رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ مبارک کے ضمن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈاڑھی مبارک کا حلیہ اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ:

عَظِيْمَ اللِّحْيَةِ (مسند احمد) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی ڈاڑھی تھی (مسند احمد، ابنِ حبان)

حضرت نافع بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

وَصَفَ لَنَا عَلِيٌّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ: كَانَ ضَخْمَ الْهَامَةِ عَظِيْمَ اللِّحْيَةِ (دلائل النبوۃ للبیھقی) [2]

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حلیہ اس طرح بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک بڑا تھا، اور آپ کی بڑی ڈاڑھی تھی

(دلائل النبوۃ)

معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈاڑھی مختصر اور چھوٹی نہیں تھی، بلکہ بڑی تھی۔ [3]

اور مسند احمد میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ان الفاظ میں روایت ہے کہ:

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وكثر شعرها قيل إنه لذو عشنون فإذا كانت اللحية قليلة في الذقن ولم يكن في العارضين فذلك السنوط والسناط وإذا لم يكن في وجهه كثير شعر فذلك الشطط واللحية بكسر اللام ، وفي الشكاف الفتح لغة الحجاز الشعر النابت على الذقن خاصة (فيض القدير للمناوى تحت رقم الحديث ٦٤٩٣)

[1] رقم الحديث ٩٤٤ ورقم الحديث ٩٤٦ ، صحيح ابنِ حبان، رقم الحديث ٦٣١١.
في حاشية مسند احمد: حسن لغيره، شريك النخعي قد توبع
و في حاشية ابن حبان: حديث صحيح، إسناده حسن لغيره، رجاله ثقات رجال الشيخين غير شريك القاضي، وهو سيء الحفظ، لكنه قد توبع.

[2] ج ١ ص ٢١٦ ،باب رأس رسول الله صلى الله عليه وسلم وصفة لحيته.

[3] (كان ضخم الهامة) كبيرها وعظم الرأس يدل على الرزانة والوقار (عظيم اللحية) غليظها كثيفها هكذا وصفه جمع منهم علي وابن مسعود وغيرهما ، وفي رواية حميد عن أنس كانت لحيته قد ملأت من ههنا إلى ههنا ومد بعض الرواة يديه على عارضيه -.(البيهقي) في الدلائل (عن علي) امير المؤمنين وروى الترمذى نحوه(فيض القديرتحت حديث رقم ٦٤٩٢)

ضَخْمَ الرَّأْسِ وَاللِّحْيَةِ (مسند احمد، رقم الحدیث ۷۴۶) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سر مبارک بڑا تھا، اور آپ کی ڈاڑھی مبارک بھی بڑی تھی (مسند احمد)

فائدہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈاڑھی بڑی ہونے کا مطلب یہی ہے کہ نعوذ باللہ چھوٹی نہیں تھی۔

حضرت محمد بن علی اپنے والد حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک لمبی حدیث میں روایت کرتے ہیں کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَثَّ اللِّحْيَةِ(دلائل النبوة للبیهقی) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈاڑھی گھنی اور گول تھی؛ اور زیادہ لمبی نہ تھی (دلائل النبوہ)

فائدہ: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈاڑھی کے زیادہ لمبی نہ ہونے اور گول ہونے کی وجہ پہلے گزر چکی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مٹھی سے زائد بالوں کو کاٹ کر ہر طرف سے ایک مٹھی بال رکھتے تھے، اور زیادہ لمبی نہ ہونے کی وجہ یہ نہیں تھی کہ ڈاڑھی کے بال مڑ کر یا الجھ کر اوپر کو رہتے ہوں، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈاڑھی چڑھانے سے منع فرمایا ہے، اور اس کے علاوہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ڈاڑھی مبارک میں کثرت سے کنگھا بھی کیا کرتے تھے، اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک حد کے بعد ڈاڑھی کے بال نہ کاٹا کرتے تو کنگھا کرنے کے بعد وہ گول نظر نہ آتی، اور بہت زیادہ لمبی بھی محسوس ہوتی۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈاڑھی مبارک کا حلیہ اس طرح بیان فرماتے ہیں کہ:

---

[1] فی حاشیة مسند احمد: حسن لغيره.

[2] ج ۱ ص ۲۱۶، باب رأس رسول الله صلى الله عليه وسلم وصفة لحيته، مسند احمد، رقم الحديث ۶۸۴.

فی حاشية مسند احمد: إسناده حسن من أجل عبد الله بن محمد بن عقيل، فإن حديثه من قبيل الحسن.

وَكَانَتْ لِحْيَتُهُ قَدْ مَلَأَتْ مِنْ هَاهُنَا إِلَى هَاهُنَا وَأَرَانَا عَلِيُّ بْنُ عَاصِمٍ وَأَمَرَّ بِيَدَيْهِ عَلَى عَارِضَيْهِ (تاریخ دمشق لابن عساکر) [1]

ترجمہ: اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈاڑھی مبارک یہاں سے یہاں تک بھری ہوئی تھی، اور ہمیں علی بن عاصم راوی نے اپنے رخساروں پر ہاتھ پھیر کر دکھلایا (ابنِ عساکر)

فائدہ: اس کی مزید تفصیل اگلی حدیث کے ضمن میں آ رہی ہے۔

حضرت یزید فارسی جو کہ تابعی ہیں، انہوں نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کے زمانے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا، اور انہوں نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ:

إِنِّي رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي النَّوْمِ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ: فَإِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ إِنَّ الشَّيْطَانَ لَا يَسْتَطِيعُ أَنْ يَتَشَبَّهَ بِي، فَمَنْ رَآنِي فِي النَّوْمِ، فَقَدْ رَآنِي فَهَلْ تَسْتَطِيعُ أَنْ تَنْعَتَ لَنَا هٰذَا الرَّجُلَ الَّذِي رَأَيْتَ ؟ قَالَ: قُلْتُ: نَعَمْ، رَأَيْتُ رَجُلًا بَيْنَ الرَّجُلَيْنِ، جِسْمُهُ وَلَحْمُهُ، أَسْمَرُ إِلَى الْبَيَاضِ، حَسَنُ الْمَضْحَكِ، أَكْحَلُ الْعَيْنَيْنِ، جَمِيلُ دَوَائِرِ الْوَجْهِ، قَدْ مَلَأَتْ لِحْيَتُهُ، مِنْ هٰذِهِ إِلَى هٰذِهِ، حَتّٰى كَادَتْ تَمْلَأُ نَحْرَهُ...... فَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَوْ رَأَيْتَهُ فِي الْيَقَظَةِ مَا اسْتَطَعْتَ أَنْ تَنْعَتَهُ فَوْقَ هٰذَا (مسند احمد) [2]

---

[1] ج۳ص۲۷۸، السیرۃ النبویۃ، باب صفۃ خلقہ ومعرفۃ خلقہ، مجموع فیہ مصنفات ابی جعفر ابن البختری، رقم الحدیث ۲۷۱، کنز العمال رقم الحدیث ۱۸۵۵۵ بحوالہ ابن عساکر۔

[2] رقم الحدیث ۳۴۱۰، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، واللفظ لہٗ، الشمائل المحمدیۃ للترمذی، رقم الحدیث ۴۰۳۔

قال الهيثمي: رواه احمد ورجاله رجال ثقات (مجمع الزوائد ج۸ص۲۷۲)

و قال الالبانی: وإسناده جيد فی المتابعات (السلسلة الصحيحة، تحت رقم الحديث ۲۷۲۹)

www.idaraghufran.org

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کے زمانے میں خواب میں دیکھا، تو میں نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے اس کا تذکرہ کیا، تو حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ فرمایا کرتے تھے کہ شیطان کو میری صورت میں آنے کی قدرت نہیں، اس لیے جس نے مجھے خواب میں دیکھا، اُس نے مجھے ہی دیکھا۔

اور پھر حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا آپ اُس شخصیت کا حلیہ بیان کر سکتے ہو، جنہیں تم نے خواب میں دیکھا؟

حضرت یزید فارسی نے عرض کیا کہ جی ہاں! میں نے ایک شخصیت کو دو آدمیوں کے درمیان دیکھا، جس کا جسم اور گوشت گندمی سفیدی کی طرف مائل ہے، ہنس مکھ چہرے والا ہے، آنکھیں سرگیں ہیں، چہرہ گول اور حسین ہے، یہاں سے یہاں تک بھرپور گھنی ڈاڑھی ہے، جس نے سینے کو قریب قریب بھر رکھا ہے، تو حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے (ان خواب دیکھنے والے صاحب سے) فرمایا کہ اگر آپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو زندگی میں دیکھتے تو اس سے زیادہ حلیہ مبارک کا نقشہ نہیں بیان کر سکتے تھے (مسند احمد)

اور مصنف ابنِ ابی شیبۃ میں یہ الفاظ مروی ہیں کہ:

قَدْ مَلَأَتْ لِحْيَتُهُ مِنْ لَدُنْ هٰذِهٖ إِلٰى هٰذِهٖ، وَأَشَارَ بِيَدِهٖ إِلٰى صُدْغَيْهِ حَتّٰى كَادَتْ تَمْلَأُ نَحْرَهُ (مصنف ابن ابی شیبۃ) [1]

ترجمہ: ان کی ڈاڑھی یہاں سے یہاں تک بھری ہوئی تھی، اور اپنے ہاتھ سے اپنے کانوں تک اشارہ کیا، یہاں تک کہ قریب تھا کہ آپ کا سینہ بھر جائے (ابن شیبہ)

فائدہ: مطلب یہ تھا کہ ڈاڑھی پورے جبڑے اور ٹھوڑی پر تھی، اور لمبائی میں اتنی تھی کہ پورے

[1] رقم الحدیث ۳۲۴۲۹، کتاب الفضائل، باب ما اعطی اللہ تعالیٰ محمد صلی اللہ علیہ وسلم.

گلے کو گھیر رکھا تھا، اور سینے کے آغاز تک پہنچی ہوئی تھی۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ نے واقعی نبی علیہ الصلاۃ والسلام کی خواب میں زیارت کی ہے، کیونکہ آپ نے نبی علیہ الصلاۃ والسلام کا ہو بہو نقشہ کھینچا ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام کی ڈاڑھی مبارک نعوذ باللہ تعالیٰ چھوٹی نہیں تھی، اور کم از کم ایک مٹھی کے برابر تھی، کیونکہ یہ کیفیت ایک مٹھی ڈاڑھی کی ہوا کرتی ہے۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم جو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ترجمان ہیں، ان سے بھی اتنی مقدار ڈاڑھی کا رکھنا ثابت ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُخَلِّلُ لِحْيَتَهُ (سنن الترمذی) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ڈاڑھی کا خلال کیا کرتے تھے (ترمذی)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: إِذَا تَوَضَّأَ خَلَّلَ لِحْيَتَهُ بِالْمَاءِ

(مسند احمد، رقم الحدیث ۲۵۹۷۱) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب وضو کرتے تو اپنی ڈاڑھی کا پانی سے خلال فرماتے تھے (مسند احمد)

حضرت حسان بن بلال رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

رَأَيْتُ عَمَّارَ بْنَ يَاسِرٍ تَوَضَّأَ فَخَلَّلَ لِحْيَتَهُ، فَقِيْلَ لَهُ: أَوْ قَالَ: فَقُلْتُ لَهُ: أَتُخَلِّلُ لِحْيَتَكَ؟ قَالَ: وَمَا يَمْنَعُنِيْ؟ وَلَقَدْ رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ

---

[1] رقم الحدیث ۳۱، ابواب الطهارة، باب ما جاء فی تخليل اللحية، ابنِ حبان، بزيادة ثلاثاً، رقم الحدیث ۱۰۸۱، ذكر الاستحباب للمتوضىء تخليل لحيته في وضوئه.

قال الترمذی: هذا حديث حسن صحيح.

وفی حاشية ابن حبان: حديث صحيح لغيره.

[2] فی حاشية مسند احمد: حسن لغيره.

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُخَلِّلُ لِحْيَتَهٗ (سنن الترمذی) [1]

ترجمہ: میں نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ نے وضو کیا، اور اپنی ڈاڑھی کا خلال کیا، تو آپ سے عرض کیا گیا، یا میں نے آپ سے عرض کیا کہ کیا آپ اپنی ڈاڑھی کا خلال کرتے ہیں، تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ مجھے خلال کرنے میں کیا رُکاوٹ ہے، جبکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی ڈاڑھی کا خلال کرتے ہوئے دیکھا ہے (ترمذی)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا تَوَضَّأَ، أَخَذَ كَفًّا مِنْ مَاءٍ فَأَدْخَلَهٗ تَحْتَ حَنَكِهٖ فَخَلَّلَ بِهٖ لِحْيَتَهٗ، وَقَالَ: هٰكَذَا أَمَرَنِيْ رَبِّيْ عَزَّ وَجَلَّ (ابوداؤد، رقم الحديث ۱۴۵، كتاب الطهارة، باب تخليل اللحية)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب وضو کرتے تو پانی کا چلّو لیتے، اور اس کو اپنی ٹھوڑی کے نیچے داخل کرتے، اور اس سے اپنی ڈاڑھی کا خلال کرتے تھے، اور فرماتے تھے کہ اسی طرح مجھے میرے رب عزوجل نے حکم دیا ہے (ابوداؤد)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

رَأَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَوَضَّأَ وَخَلَّلَ لِحْيَتَهٗ بِأَصَابِعِهٖ مِنْ

---

[1] رقم الحديث ۲۹، ابواب الطهارة، باب ما جاء في تخليل اللحية.

قال الترمذي:

وفي الباب عن عثمان، وعائشة، وام سلمة، وأنس، وابن أبي أوفى، وأبي أيوب، وسمعت إسحاق بن منصور، يقول: قال أحمد بن حنبل، قال ابن عيينة: لم يسمع عبد الكريم من حسان بن بلال حديث التخليل. وقال محمد بن إسماعيل: أصح شيء في هذا الباب حديث عامر بن شقيق، عن أبي وائل، عن عثمان وقال بهذا أكثر أهل العلم من أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم، ومن بعدهم: رأوا تخليل اللحية وبه يقول الشافعي. وقال أحمد: إن سها عن تخليل اللحية فهو جائز، وقال إسحاق: إن تركه ناسيا أو متأولا أجزأه، وإن تركه عامدا أعاد (سنن الترمذي، باب ما جاء في تخليل اللحية)

تَحْتِهَا ، وَقَالَ :بِهٰذَا أَمَرَنِيْ رَبِّيْ (مستدرک حاکم) [1]

ترجمہ: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، آپ نے وضو کیا، اور اپنی ڈاڑھی کا نیچے سے اپنی اُنگلیوں سے خلال فرمایا، اور فرمایا کہ اسی طرح مجھے میرے رب نے حکم دیا ہے (حاکم)

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا تَوَضَّأَ عَرَكَ عَارِضَيْهِ بَعْضَ الْعَرْكِ ثُمَّ شَبَّكَ لِحْيَتَهُ بِأَصَابِعِهِ مِنْ تَحْتِهَا (ابن ماجه) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب وضو فرماتے تو اپنے رخساروں کو ہلکا سا مَلتے تھے، پھر انگلیوں کو ڈاڑھی میں نیچے سے داخل کر کے خلال فرماتے تھے (ابن ماجہ)

---

[1] رقم الحديث ۵۲۹، ج ا ص ۲۵۰، كتاب الطهارة.

قال ابن القطان:

هذا الإسناد صحيح ، ولا يضره رواية من رواه عن محمد (بن حرب عن الزبيدى أنه بلغه عن أنس) فقد يراجع كتابه ، فيعرف منه أن الذى حدثه به هو الزهرى ، فيحدث به، فيأخذه عنه الصفار وغيره ، وهذا الذى أشرت إليه هو الذى اعتل به عليه محمد بن يحيى الذهلى حين ذكره .

ونص كلامه هو أن قال :حدثنا يزيد بن عبد ربه ، قال :حدثنا محمد بن حرب ، عن الزبيدى أنه بلغه عن أنس بن مالك أن رسول الله -صلى الله عليه وسلم " - توضأ فادخل أصابعه تحت لحيته "

قال محمد بن يحيى :المحفوظ عندنا حديث يزيد بن عبد ربه ، وحديث الصفا واه ، هذا نص ما قال ، فانظر فيه ، ويزيد بن عبد ربه وثقه(بيان الوهم والإيهام فى كتاب الأحكام، ج۵، ص ۲۲۰، ۲۲۱،باب ذكر احاديث أوردها على أنها صحيحة أو حسنة ، وهى ضعيفة من تلك الطرق ، صحيحة أو حسنة من غيرها)

و قال ابن الملقن:

وأما حديث أنس فرواه الزهرى عنه قال :رأيت النبى -صلى الله عليه وسلم -توضأ وخلل لحيته بأصابعه من تحتها وإسناده صحيح كما قاله ابن القطان فى علله (البدر المنير لابن الملقن، ج۲، ص۱۸۸، الحديث السابع والثلاثون)

[2] رقم الحديث ۴۳۲، كتاب الطهارة،باب ما جاء فى تخليل اللحية، السنن الكبرىٰ للبيهقى، رقم الحديث ۲۴۹.

بعض محدثین نے اس آخری حدیث کی سند پر کلام کیا ہے، اور اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بجائے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا عمل قرار دیا ہے (یعنی اس حدیث کے مرفوع ہونے کے بجائے موقوف ہونے کو ترجیح دی ہے) ۱

لیکن بعض حضرات نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے۔ ۲

۱ قال البيهقي:

تفرد به عبد الواحد بن قيس، واختلفوا في عدالته، فوثقه يحيى بن معين، وأباه يحيى بن سعيد القطان، ومحمد بن إسماعيل البخاري، وأخبرنا أبو بكر الفقيه، أنا أبو الحسن الدارقطني، قال :قال ابن أبي حاتم :قال أبي :روى هذا الحديث الوليد، عن الأوزاعي، عن عبد الواحد، عن يزيد الرقاشي، وقتادة، قالا :كان النبي صلى الله عليه وسلم، مرسلا وهو أشبه بالصواب، قال أبو الحسن :ورواه أبو المغيرة، عن الأوزاعي، موقوفا على ابن عمر، وهو الصواب(السنن الكبرىٰ للبيهقي، رقم الحديث ٢٤٩)

وقال ابن عدي:

حدثنا ابن دحيم وجماعة قالوا، حدثنا هشام بن عمار، حدثنا ابن أبي العشرين، حدثنا الأوزاعي، حدثني عبد الواحد بن قيس عن نافع، عن ابن عمر، قال :كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا توضأ عرك عارضيه بعض العرك ثم شبك لحيته بأصابعه من تحتها.

وقد حدث الأوزاعي عن عبد الواحد هذا بغير حديث وأرجو أنه لا بأس به لأن في روايات الأوزاعي عنه استقامة(الكامل، ج٦، ص٥١٨، عَبد الواحد بْن قيس.والد عُمَر بْن عَبد الواحد)

۲ روى أنه -صلى الله عليه وسلم- كان يخلل لحيته ويدلك عارضيه بعض الدلك هذا الحديث رواه ابن ماجه والدارقطني والبيهقي في سننهم من حديث عبد الحميد بن حبيب، نا الأوزاعي، نا عبد الواحد بن قيس، حدثني نافع، عن ابن عمر قال :كان رسول الله -صلى الله عليه وسلم- إذا توضأ عرك عارضيه بعض العرك، ثم شبك لحيته بأصابعه من تحتها .

(وأعل) بثلاث علل:

أحدها :عبد الحميد بن حبيب هذا هو ابن أبي العشرين، قال فيه أبو حاتم الرازي :لم يكن صاحب حديث، وضعفه دحيم .وقال النسائي :(ليس) بالقوي .وعن أحمد توثيقه.

الثانية :قال البيهقي :اختلفوا في عدالة عبد الواحد بن قيس؛ فوثقه يحيى بن معين .و (أباه) يحيى بن سعيد القطان ومحمد بن إسماعيل البخاري .انتهى كلامه.

وقال النسائي فيه :ليس بالقوي .وقال ابن حبان :لا يحتج به.

ونقل ابن الجوزي، عن يحيى بن معين أنه مرة ضعفه ومرة وثقه .وقال أبو حاتم :ليس بالقوي .وقال ابن عدي :أرجو أنه لا بأس به. ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت ابوحمزہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

رَأَيْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ يُخَلِّلُ لِحْيَتَهُ إِذَا تَوَضَّأَ مِنْ بَاطِنِهَا وَيُدْخِلُ أَصَابِعَهُ

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

وترکه البرقانی .وقال أبو أحمد الحاکم :منکر الحدیث.

العلة الثالثة :التعلیل بالإرسال والوقف .قال الدارقطنی :قال ابن أبی حاتم - :ورأیته أنا بعد ذلک فی علله -قال (أبی) : روی هذا الحدیث الولید، عن الأوزاعی، عن (عبد الواحد) (عن) یزید الرقاشی وقتادة قالا :کان النبی -صلی الله علیه وسلم ... - مرسلا (وهو أشبه بالصواب).

قال الدارقطنی :ورواه أبو المغیرة، عن الأوزاعی موقوفا .ثم أسنده عن ابن عمر من (غیر) طریق ابن أبی العشرین .وصوب الدارقطنی الموقوف، وأخرج هذا الحدیث عبد الحق فی أحکامه الصغری .قال :والصحیح أنه فعل ابن عمر غیر مرفوع إلی رسول الله -صلی الله علیه وسلم .-

قال ابن القطان :هذا نص کما ذکر ولم یبین علته، وقد یظن أن تعلیله إیاه هو ما ذکر من وقفه ورفعه، ولیس ذلک بصحیح، فإنه إنما یصح أن یکون هذا علة لو کان رافعه ضعیفا وواقفه ثقة، ففی مثل هذا الحال کان یصدق قوله :الصحیح موقوف من (فعل) ابن عمر أما إذا کان رافعه ثقة وواقفه ثقة فهذا لا یضره، ولا هو علة فیه، وهذا حال هذا الحدیث، فإن رافعه عن الأوزاعی هو عبد الحمید بن حبیب بن أبی العشرین کاتبه، وواقفه عنه هو أبو المغیرة، وکلاهما ثقة، فالقضاء للواقف علی الرافع یکون خطأ، وبعد هذا فعلة الخبر هی غیر ذلک، وهی :ضعف عبد الواحد بن قیس راویه عن نافع، عن ابن عمر، وعنه رواه الأوزاعی فی الوجهین، قال یحیی بن معین :عبد الواحد بن قیس الذی (روی) عنه الأوزاعی :شبه لا شیء .وإذا الموقوف الذی صحح لابد فیه من عبد الواحد (بن قیس) فلیس إذا بصحیح، والدارقطنی لم یقل فی الموقوف :صحیح ولا أصح، إنما قال :إن روایة (أبی) المغیرة بوقفه هو الصواب؛ فاعلم ذلک.

قال الشیخ تقی الدین فی الإمام :عبد الحق تبع الدارقطنی فیما قال .وقول ابن القطان :إنما کان یصح أن یکون هذا علة، لو کان رافعه ضعیفا وواقفه ثقة فی هذا الحصر نظر، فقد یأخذون ذلک من کثرة الواقفین، أو تقدیم مرتبة الواقف علی الرافع، ولعل هذا منه عند من قال ذلک، فإن أبا المغیرة عبد القدوس بن الحجاج احتج به الشیخان، وعبد الحمید روی له الترمذی وابن ماجه ووثقه الرازی، وقال ابن معین :لیس به بأس .وقال العجلی قریبا منه .وقال النسائی :لیس بالقوی. وقال البخاری :شامی ربما یخالف فی حدیثه .وقدمه هشام بن (عمار) علی أصحاب الأوزاعی فقال فی حکایة :أوثق أصحابه کاتبه عبد الحمید قال الشیخ :ولعل أبا الحسن بن القطان أراد إنما یصح ذلک فی النظر الصحیح عنده.

(وقال) شیخنا أبو الفتح الیعمری :أما ما ذکره ابن القطان فلیس بعیدا من حیث النظر، إذا استویا فی مرتبة الثقة والعدالة أو تقاربا، کما هو ها هنا؛ لأن الرفع زیادة علی الوقف، وقد جاء عن ثقة فسبیله القبول، وهذا هو الذی زعمه ابن الصلاح، فإن کان نظرا منه فهو نظر صحیح، وإن کان نقلا

﴿ بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں ﴾

فِيهَا وَيَحُكُّ وَيُخَلِّلُ عَارِضَيْهِ ثُمَّ يُفِيضُ الْمَاءَ عَلٰى طُوْلِ لِحْيَتِهٖ فَيَمْسَحُهَا إِلَى أَسْفَلَ (الأوسط في السنن والإجماع والاختلاف لابن المنذر) ۱

ترجمہ: میں نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ جب وضو کرتے، تو اپنی ڈاڑھی کے اندرونی حصہ کا خلال کرتے تھے، اور اپنی اُنگلیوں کو ڈاڑھی میں داخل فرماتے تھے، اور اُسے حرکت دیتے تھے، اور اس کی چوڑائی میں خلال فرماتے تھے، پھر پانی کو ڈاڑھی کی لمبائی تک ڈالتے تھے، پھر نیچے تک اس پر ہاتھ پھیرتے تھے (اوسط ابنِ منذر)

فائدہ: ڈاڑھی میں خلال کرنے کی اور بھی کئی احادیث وروایات اور آثار ہیں۔ ۲

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

عمن تقدمه فليس للناس في ذلک عمل مطرد، وأبو المغيرة احتج به الشيخان، وابن أبي العشرين روى له الترمذي وابن ماجه، وقال ابن معين :ليس به بأس .وقال العجلي قريبا من ذلک .وذكر مقالة النسائي والبخاري المتقدمة، ثم قال :فإن كان عبد القدوس مرجحا على عبد الحميد فإن لعبد الحميد اختصاصا بالأوزاعي يوجب له مزية فيما يروى عنه -كان كاتبه -وقدمه هشام بن عمار على أصحاب الأوزاعي، (فقال في حكاية :أوثق أصحابه كاتبه عبد الحميد) وعرف عن يحيى بن معين أن قوله :ليس به بأس يعني به الثقة، فليس (يقصر) في الأوزاعي عن درجة (أبي) المغيرة وإن احتمل أن يقصر عنه في غيره .قال :وأما رد ابن القطان الخبر بعبد الواحد بن قيس فليس في عبد الواحد كبير أمر، عبد الواحد مختلف في حاله، وثقه ابن معين وأباه البخاري ويحيى القطان، وقال ابن عدي :ضعيف، وإذا روى عنه الأوزاعي فهو صالح .وهذا من رواية الأوزاعي عنه، وأما أبو محمد عبد الحق فإنه قد صحح ذلک عن ابن عمر من فعله، وليس إلا الاعتماد على الدارقطني في ترجيح موقوف هذا الخبر على مرفوعه، وذلک لا يقتضي تصحيح الموقوف مطلقا. فتلخص أن للحفاظ في هذا الحديث اضطراب ترجيح، وأرجو أن يكون حسنا (البدر المنير لابن الملقن، ج۲، ص۱۹۳ الی ۱۹۸ ،باب الوضوء، الحديث الثامن والثلاثون)

۱ رقم الحديث ۳۶۵ ،باب صفة الوضوء، ذكر تخليل اللحية مع غسل الوجه.

۲ عن أبي معن ، قال :رأيت أنسا توضأ فخلل لحيته (مصنف ابن ابی شيبة، رقم الحديث،۱۰۱ ، في تخليل اللحية في الوضوء)

عن نافع ، عن ابن عمر ؛ أنه كان يخلل لحيته إذا توضأ (ايضاً، رقم الحديث ۱۰۲)

عن أبي إسحاق ، قال :رأيت سعيد بن جبير توضأ وخلل لحيته (ايضاً، رقم الحديث ۱۰۳)

عن الأزرق بن قيس ، قال :رأيت ابن عمر يخلل لحيته (ايضاً، رقم الحديث ۱۰۴)

﴿ بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں ﴾

جن کے مجموعہ سے ڈاڑھی کے خلال کا سنت ہونا ثابت ہوتا ہے۔ [1]

اور ڈاڑھی کے بالوں میں مذکورہ خلال اسی وقت ممکن ہے، جبکہ ڈاڑھی لمبی ہو۔

جس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام وتابعین عظام کی ڈاڑھی لمبی تھی۔

حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ دَهْنَ رَأْسِهٖ وَيَسْرَحُ

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

عن النضر بن معبد ، قال :رأيت أبا قلابة إذا توضأ خلل لحيته (ايضاً، رقم الحديث ۱۰۵)

عن أنس ؛ أن النبي صلى الله عليه وسلم كان إذا توضأ يخلل لحيته (ايضاً، رقم الحديث ۱۰۶)

عن الحكم ، عن مجاهد ؛ أنه كان يخلل لحيته إذا توضأ (ايضاً، رقم الحديث ۱۰۷)

عن خالد بن دينار ، قال :رأيت ابن سيرين توضأ فخلل لحيته (ايضاً، رقم الحديث ۱۰۸)

عن هشام ، قال :كان ابن سيرين يخللها (ايضاً، رقم الحديث ۱۰۹)

عن الزبير بن عدى ، عن الضحاك ، قال :رأيته يخلل لحيته (ايضاً، رقم الحديث ۱۱۰)

عن أبي عاصم ، عن رجل لم يسمه ؛ أن عليا مر على رجل يتوضأ ، فقال :خلل ، يعنى لحيته (ايضاً، رقم الحديث ۱۱۱)

عن عمر بن سليم الباهلي ، قال :حدثني أبو غالب ، قال :قلت لأبي أمامة :أخبرنا عن وضوء رسول الله صلى الله عليه وسلم ، فتوضأ ثلاثا ، وخلل لحيته ، وقال :هكذا رأيت رسول الله صلى الله عليه وسلم يفعل (ايضاً، رقم الحديث ۱۱۲)

عن أنس ؛ عن النبي صلى الله عليه وسلم ، قال :أتاني جبريل فقال :إذا توضأت فخلل لحيتك (ايضاً، رقم الحديث ۱۱۴)

عن نافع ، عن ابن عمر ؛ أنه كان إذا توضأ خلل لحيته (ايضاً، رقم الحديث ۱۱۵)

عن أبي الهيثم ، عن إبراهيم ؛ أنه توضأ وخلل لحيته (ايضاً، رقم الحديث ۱۱۶)

[1] فهذا اثنا عشر شاهدا لحديث عثمان رضي الله عنه فكيف لا يكون صحيحا والأئمة قد صححوه :الترمذى فى جامعه وإمام الأئمة محمد بن إسحاق بن خزيمة و (أبو حاتم) بن حبان فى صحيحيهما والدارقطنى كما تقدم عنه، والحاكم أبو عبد الله فى مستدركه والشيخ تقى الدين بن الصلاح، وشهد له إمام هذا الفن أبو عبد الله البخارى بأنه حديث حسن وبأنه أصح (حديث) فى الباب، فلعل ما نقله ابن أبى حاتم عن أبيه من قوله :إنه لا يثبت عن النبى -صلى الله عليه وسلم -فى تخليل اللحية حديث .ومن قول الإمام أحمد حيث سأله ابنه :لا يصح عن النبى -صلى الله عليه وسلم -فى تخليل اللحية شىء (أن يكون) المراد بذلك غير حديث عثمان (البدر المنير لابن الملقن، ج۲، ص۱۹۲، باب الوضوء، الحديث السابع والثلاثون)

لِحْيَتَهٗ بِالْمَاءِ (معجم ابن الاعرابی) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سر مبارک پر کثرت سے تیل لگایا کرتے تھے، اور ڈاڑھی مبارک کو پانی سے صاف فرمایا کرتے تھے (معجم ابن اعرابی)

ڈاڑھی کو پانی سے صاف کرنے میں اس کو دھونا اور خلال کرنا دونوں داخل ہیں۔

امام ترمذی رحمہ اللہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

كَانَ رَسُوْلَ اللهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ دُهْنَ رَأْسِهٖ وَتَسْرِيْحَ لِحْيَتِهٖ (شمائلِ ترمذی) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سر مبارک پر کثرت سے تیل لگایا کرتے تھے، اور ڈاڑھی مبارک میں کثرت سے کنگھا کیا کرتے تھے (شمائلِ ترمذی)

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈاڑھی مبارک اتنی لمبی تھی، کہ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کنگھا فرمایا کرتے تھے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ ایک لمبی حدیث میں فرماتے ہیں کہ:

---

[1] رقم الحدیث ۲۱۷، دار ابن الجوزی، المملکة العربیة السعودیة، واللفظ لهٗ، شعب الایمان للبیهقی، رقم الحدیث ۶۴۲۰.

کان یکثر دهن رأسه ویسرح لحیته بالماء ."رواه ابن الأعرابی فی "المعجم ۱/۵۹ "أنبأنا محمد (یعنی ابن هارون)أنبأنا مسلم بن إبراهیم أنبأنا مبشر بن مکسر عن أبی حازم عن سهل بن سعد مرفوعا .قلت :وهذا إسناد حسن، رجاله ثقات غیر محمد بن هارون وهو ابن عیسی أبو بکر الأزدی الرزاز، ترجمه الخطیب ۳/۳۵۲وقال " :روی عنه أبو العباس بن عقدة، و ...و .. أحادیث مستقیمة وقال الدارقطنی :لیس بالقوی ." ومبشر بن مکسر، قال ابن معین :صویلح. وقال ابن أبی حاتم عن أبیه :لا بأس به .وبقیة رجاله رجال الشیخین . والحدیث عزاه فی "الجامع الصغیر "للبیهقی فی "شعب الإیمان "عن سهل بن سعد .وقال المناوی " :وکذا الترمذی فی الشمائل ." قلت :وهو وهم، فلیس هو فی "الشمائل "من حدیث سهل، وإنما من حدیث أنس بن مالک کما خرجته علی "المشکاة (۴۴۳۵) "وبینت هناک أن إسناده ضعیف فهو شاهد لا بأس به لهذا، والله أعلم(سلسلة الاحادیث الصحیحة، تحت رقم الحدیث ۷۲۰)

[2] رقم الحدیث ۳۲، باب ما جاء فی ترجل رسول الله صلی الله علیه وسلم، دار احیاء التراث العربی، بیروت.

إِنَّمَا كَانَ الْبَيَاضُ فِي مُقَدَّمِ لِحْيَتِهِ وَفِي الْعَنْفَقَةِ وَفِي الرَّأْسِ وَفِي الصُّدْغَيْنِ شَيْئًا لَا يَكَادُ يُرَى (مسند احمد رقم الحديث ۱۳۲۶۳) [۱]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ڈاڑھی کے اگلے بالوں میں اور ریش بچہ میں اور سر کے بالوں میں اور کان کے قریب کے بالوں میں کچھ سفیدی تھی (مسند احمد)

فائدہ: اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس طرح ڈاڑھی بڑھا کر رکھتے تھے، اسی طرح نیچے کے ہونٹ کے ساتھ ریش بچہ کو بھی نہیں کٹواتے تھے۔

خلفائے راشدین اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حالات میں بھی لمبی ڈاڑھی رکھنے کا ذکر ملتا ہے۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن شداد رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

میں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو دیکھا آپ کی لمبی ڈاڑھی تھی (طبرانی) [۲]

اور حضرت علی رضی اللہ کی سیرت کے بارے میں بھی اسی طرح کا ذکر ملتا ہے (طبرانی، ابونعیم) [۳]

---

[۱] في حاشية مسند احمد: إسناده صحيح على شرط البخاري، رجاله ثقات رجال الشيخين غير أبي سعيد -وهو عبد الرحمن بن عبد الله بن عبيد البصري -فمن رجال البخاري.

[۲] عن عبد الله بن شداد بن الهاد، قال :رأيت عثمان بن عفان رضي الله عنه يوم الجمعة على المنبر، عليه إزار عدني غليظ، ثمنه أربعة دراهم أو خمسة، وريطة كوفية ممشقة، ضرب اللحم، طويل اللحية، حسن الوجه (المعجم الكبير للطبراني، رقم الحديث ۹۲، ج ۱ ص ۷۵)

قال الهيثمي: رواه الطبراني، وإسناده حسن(مجمع الزوائد، ج۹، ص ۸۰، باب ما جاء في مناقب عثمان بن عفان رضي الله عنه)

و قال المنذري: رواه الطبراني بإسناد حسن والبيهقي عدني بفتح العين والدال المهملتين منسوب إلى عدن والريطة بفتح الراء وسكون الياء المثناة تحت كل ملاءة تكون قطعة واحدة ونسجا واحدا ليس لها لفقان وضرب اللحم بفتح الضاد المعجمة وسكون الراء خفيفه وممشقة أي مصبوغة بالمشق بكسر الميم وهو المغرة(الترغيب و الترهيب، ج۳، ص ۸۲، كتاب اللباس والزينة الترغيب في لبس الأبيض من الثياب)

[۳] عن الواقدي، قال :يقال :كان علي بن أبي طالب آدم ربعة مسمنا، ضخم المنكبين، طويل اللحية، أصلع، عظيم البطن، غليظ العينين، أبيض الرأس واللحية(المعجم الكبير للطبراني، رقم الحديث ۱۵۸، ج ۱ ص ۹۳)

قال الهيثمي: رواه الطبراني، ورجاله إلى الواقدي ثقات(مجمع الزوائد، ج۹، ص ۱۰۱، باب مناقب علي بن أبي طالب رضي الله عنه) ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

حضرت شرحبیل بن مسلم خولانی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ:

رَأَیْتُ خَمْسَةً مِّنْ أَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُصُّوْنَ شَوَارِبَھُمْ، وَیُعْفُوْنَ لِحَاھُمْ وَیُصَفِّرُوْنَھَا، أَبُوْ أُمَامَةَ الْبَاھِلِیُّ، وَعَبْدُ اللّٰہِ بْنُ بُسْرٍ، وَعُتْبَةُ بْنُ عَبْدِ السُّلَمِیُّ، وَالْحَجَّاجُ بْنُ عَامِرٍ الثُّمَالِیُّ، وَالْمِقْدَامُ بْنُ مَعْدِیْکَرِبَ الْکِنْدِیُّ، کَانُوْا یَقُصُّوْنَ شَوَارِبَھُمْ مَعَ طَرْفِ الشَّفَةِ (السنن الکبریٰ للبیھقی) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پانچ صحابۂ کرام کو دیکھا، جو اپنی مونچھوں کو کاٹا کرتے تھے، اور اپنی ڈاڑھیوں کو بڑھایا کرتے تھے، اور ڈاڑھیوں کو پیلا خضاب لگاتے تھے، ایک حضرت ابو امامہ باہلی، دوسرے عبداللہ بن بسر، تیسرے حضرت عتبہ بن عبد سُلمی، چوتھے حجاج بن عامر ثمالی اور پانچویں حضرت

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

حدثنا أبو عمرو بن حمدان، ثنا أحمد بن الحسين، ثنا جعفر بن محمد بن الفضيل، ثنا أبو نعيم، ثنا رزام بن سعيد، قال :سمعت أبي ينعت، عليا قال " :كان رجلا عظيما، طويل اللحية، إن شئت قلت إذا نظرت إليه :لآدم، وإن تبينته من قريب قلت :إن يكون أسمر أدنى من ان يكون آدم "(معرفة الصحابة لأبي نعيم، رقم الحديث ۳۰۳)

أخبرنا الفضل بن دكين قال :أخبرنا رزام بن سعد الضبي قال :سمعت ابي ينعت عليا قال :كان رجلا فوق الربعة، ضخم المنكبين، طويل اللحية(طبقات الكبرىٰ لابن سعد، ج۳، ص۲۶، ذكر صفة علي بن أبي طالب، عليه السلام)

[1] رقم الحديث ۶۹۸ كتاب الطهارة،باب كيف الأخذ من الشارب،معرفة الصحابة لابی نعيم، رقم الحديث ۱۹۵۱ ،المعجم الكبير للطبرانی ، رقم الحديث ۳۲۱۸.

قال الهيثمي: رواه الطبراني، وإسناده جيد (مجمع الزوائد تحت رقم الحديث ۸۸۵۲، ج۵ص۱۶۷ ،باب ما جاء في الشارب واللحية وغير ذلک)

شرحبيل بن مسلم الخولانی قال :رأيت خمسة نفر قد صحبوا النبي صلى الله عليه وسلم واثنين قد أكلا الدم في الجاهلية، فلم يصحبا النبي صلى الله عليه وسلم يقصون شواربهم ويعفون لحاهم ويصفرونها أبو أمامة الباهلي وعبد الله بن بشر المازني وعتبة بن عبيد السلمي والمقدام بن معدی كرب الكندی والحجاج بن عامر الثمالی وأما اللذان لم يصحبا النبي صلى الله عليه وسلم فأبو عتبة الخولانی وأبو صالح الأنماری هكذا، قال :عثمان بن عبيد الله بن رافع وقيل ابن أبي رافع وقيل غير ذلک(شعب الايمان، رقم الحديث ۲۰۳۲)

مقدام بن معدیکرب کندی رضی اللہ عنہم، یہ حضرات اپنی مونچھوں کو کاٹا کرتے تھے ہونٹ کے کنارے کے ساتھ سے (بیہقی، ابونعیم، طبرانی)

حضرت عثمان بن عبیداللہ بن رافع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

أَنَّهُ رَأَى أَبَا سَعِيْدِ الْخُدْرِيَّ، وَجَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ، وَعَبْدَ اللهِ بْنَ عُمَرَ، وَسَلَمَةَ بْنَ الْأَكْوَعِ، وَأَبَا أُسَيْدِ الْبَدْرِيَّ، وَرَافِعَ بْنَ خَدِيْجٍ، وَأَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ يَأْخُذُوْنَ مِنَ الشَّوَارِبِ كَأَخْذِ الْحَلْقِ، وَيُعْفُوْنَ اللُّحٰى، وَيَنْتِفُوْنَ الْآبَاطَ (المعجم الكبير للطبراني) [1]

ترجمہ: انہوں نے حضرت ابوسعید خدری، اور حضرت جابر بن عبداللہ، اور حضرت عبداللہ بن عمر، اور حضرت سلمہ بن اکوع، اور حضرت ابواسید بدری، اور حضرت رافع بن خدیج، اور حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہم کو دیکھا کہ وہ اپنی مونچھوں کو اس طرح کاٹا کرتے تھے، جس طرح سے مونڈا جاتا ہے (یعنی مونچھیں کاٹنے میں مبالغہ کیا کرتے تھے) اور ڈاڑھیوں کو بڑھا کر رکھتے تھے، اور بغلوں کے بال اکھیڑا کرتے تھے (طبرانی)

فائدہ: اس روایت کی سند صحیح ہے۔ [2]

---

[1] رقم الحديث ٦٢٨، ج ا ص ٢۴١.

[2] چنانچہ معجم کبیر طبرانی کی مندرجہ بالا روایت کی سند مندرجہ ذیل ہے:

حدثنا يحيى بن أيوب العلاف المصري، ثنا سعيد بن أبي مريم، ثنا إبراهيم بن سويد، حدثني عثمان بن عبيد الله بن رافع، أنه رأى أبا سعيد الخدري، الخ (حواله بالا)

علامہ ہیثمی رحمہ اللہ اس روایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ:

رواه الطبراني، وعثمان هذا لم أعرفه، وبقية أحد الإسنادين رجاله رجال الصحيح (مجمع الزوائد تحت رقم الحديث ٨٨۴٧، ج۵ ص ١٦٦، باب ما جاء في الشارب واللحية وغير ذلك)

لیکن کیونکہ حضرت عثمان، عبیداللہ کے بیٹے اور تابعی ہیں، اور ان پر محدثین نے جرح نہیں فرمائی، نیز ابن حبان نے ان کو ثقات میں شمار فرمایا ہے، اور امام بخاری رحمہ اللہ نے ان کا تاریخ کبیر میں بغیر جرح کے تذکرہ فرمایا ہے، اس لئے ان کے ثقہ و معتبر ہونے میں کوئی شک نہیں۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مذکورہ روایت سے معلوم ہوا کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ڈاڑھی بڑھا کر رکھا کرتے تھے، اور

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

چنانچہ علامہ ہیثمی رحمہ اللہ ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

وعن عثمان بن عبيد الله قال رأيت جابر عن عبد الله يخضب بالصفرة وشهد العقبة. رواه الطبراني وعثمان ذكره ابن أبي حاتم وهو عثمان ابن عبيد الله بن أبي رافع لم يجرحه أحد، وبقية رجاله رجال الصحيح(مجمع الزوائد تحت رقم الحديث ۸۸۱۸، باب ماجاء في الشيب والخضاب)

اور امام طحاوی رحمہ اللہ نے بھی ان سے مختلف صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے ڈاڑھی بڑھانے اور مونچھیں پست کرنے کی روایت نقل کی ہے، اور ان کے ساتھ مدنی کی نسبت بھی ذکر فرمائی ہے۔

چنانچہ فرماتے ہیں کہ:

ما قد حدثنا ابن أبي عقيل ,قال :ثنا ابن وهب ,قال :أخبرني إسماعيل بن عياش ,قال: حدثني إسماعيل بن أبي خالد ,قال :رأيت أنس بن مالك وواثلة بن الأسقع ,يحفيان شواربهما ويعفيان لحاهما ,ويصفرانها "قال إسماعيل:

وحدثني عثمان بن عبيد الله بن رافع المدني ,قال " :رأيت عبد الله بن عمر ,وأبا هريرة ,وأبا سعيد الخدري ,وأبا أسيد الساعدي ,ورافع بن خديج ,وجابر بن عبد الله ,وأنس بن مالك ,وسلمة بن الأكوع ,يفعلون ذلك "(شرح معاني الآثار ، رقم الحديث ۶۵۲۵، ۶۵۲۶، باب حلق الشارب)

اور امام بیہقی رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ:

أخبرنا أبو طاهر الفقيه، أخبرنا أبو بكر القطان، ثنا أحمد بن يونس، ثنا الفريابي، ثنا سفيان، عن محمد بن عجلان، عن عبيد الله بن أبي رافع، قال :رأيت أبا سعيد الخدري، وجابر بن عبد الله، وابن عمر، ورافع بن خديج، وأبا أسيد الأنصاري، وابن الأكوع، وأبا رافع " :ينهكون شواربهم حتى الحلق ."قال الإمام أحمد :كذا وجدته وقال غيره :عن عثمان بن عبيد الله بن أبي رافع وقيل ابن رافع(السنن الكبرىٰ للبيهقي، رقم الحديث ۶۹۷، باب كيف الأخذ من الشارب)

امام بخاری رحمہ اللہ نے تاریخ کبیر میں ان کا تفصیلی ذکر فرمایا ہے، اور ان کے متعدد صحابۂ کرام کی زیارت کرنے کا تذکرہ فرمایا ہے، امام بخاری رحمہ اللہ ان کا نام بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

عثمان بن عبيدالله بن ابى رافع مولى سعيد بن العاص المديني(التاريخ الكبير تحت رقم الترجمة ۲۲۶۲، ج۶ ص ۲۳۳)

البتہ امام بخاری رحمہ اللہ نے عثمان بن عبیداللہ بن رافع کو ان سے الگ قرار دیا ہے، اور ان کو عثمان بن عبیداللہ بن ابی رافع سے روایت کرنے والا فرمایا ہے: (ملاحظہ ہو: التاریخ الکبیر، تحت رقم الترجمۃ ۲۲۶۴، ج۶ ص ۲۳۶)

اور علامہ بدر الدین عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

چھوٹی چھوٹی ڈاڑھی نہیں رکھتے تھے۔ [1]

اس بحث کا خلاصہ

ان احادیث وروایات سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام کی ڈاڑھی مبارک چھوٹی اور خشخشی نہیں تھی، بلکہ بڑی تھی، مگر بہت زیادہ بڑی بھی نہیں تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈاڑھی مبارک کے بال یکساں برابر تھے، چھوٹے بڑے نہ تھے، جس کی وجہ یہ تھی کہ آپ کی ڈاڑھی مبارک چہرہ کے تینوں اطراف (یعنی دائیں بائیں اور نیچے کی طرف) کو برابر ہوتی تھی، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مٹھی سے زیادہ بال ہوجانے پر ان کو ہر طرف سے مٹھی کے برابر کردیا کرتے تھے (جیسا کہ آگے آتا ہے)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

عثمان بن عبد الله :مولى سعد بن ابى وقاص .يروى عن أبى اسيد، وأبى قتادة، وابى هريرة .روى عنه ابن أبى ذئب .ذكره ابن حبان فى التابعين الثقات، وروى له أبو جعفر الطحاوى، والصحيح هذا عثمان بن عبيد الله بن أبى رافع مولى سعيد بن العاص على ما يجىء عن قريب .وقد ذكره ابن حبان في موضعين، فقال في موضع :عثمان بن عبد الله مولى سعد بن ابى وقاص .وقال فى موضع آخر :عثمان بن عبيد الله ابن أبى رافع مولى سعيد بن العاص فيشتبه على كثير من الناس أنهما اثنان، وليس كذلك، بل هما واحد، ولكن تارة ينسب إلى ولاء سعد بن ابى وقاص، وتارة إلى ولاء سعيد بن العاص، على ما بينه ابن أبى حاتم، على ما يجىء إن شاء الله تعالى(مغانى الاخيار لبدر الدين العينى ، رقم الترجمة ١٧٥٦ ،باب العين بعدها الثاء المثلثة)

[1] حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام جب کوہِ طور پر تشریف لے گئے، اور حضرت ہارون علیہ الصلاۃ والسلام کو بنی اسرائیل کے پاس چھوڑ گئے، تو بنی اسرائیل نے سامری جادوگر کے کہنے پر بچھڑے کی پرستش شروع کردی تھی، جب حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام واپس تشریف لائے اور اپنی قوم کو بچھڑا پرستی میں مبتلا دیکھا تو غصہ میں حضرت ہارون علیہ الصلاۃ والسلام کے ڈاڑھی اور سر کے بالوں کو پکڑ کر ان سے بنی اسرائیل کی گمراہی کے بارے میں باز پرس کی، تو حضرت ہارون علیہ الصلاۃ والسلام نے جواب میں فرمایا کہ:

لَا تَأْخُذْ بِلِحْيَتِيْ (سورة طٰـه، رقم الآية ۹۴)

ترجمہ: تم میری ڈاڑھی مت پکڑو (سورہ طٰہٰ)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت ہارون علیہ الصلاۃ والسلام کی بھی ڈاڑھی بڑی تھی، جو پکڑنے سے ہاتھ میں آجاتی تھی، اور وہ کم از کم ایک مٹھی تھی، کیونکہ اگر مٹھی بھر سے کم ہوتی تو وہ پکڑ میں ہی نہ آسکتی تھی، جس کے لیے ڈاڑھی کو پکڑنے کا لفظ استعمال نہ کیا جاتا۔

ایک مٹھی سے زائد ڈاڑھی کاٹنے کا احادیث سے ثبوت

اس بارے میں جمہور فقہائے امت کا اتفاق ہے کہ ڈاڑھی ایک مٹھی سے کم کرنا جائز نہیں ہے۔

اور ایک مٹھی کی مقدار سے زائد ڈاڑھی کا کاٹنا جائز ہے، اور اس میں کوئی گناہ نہیں، اور دلائل کے لحاظ سے جمہور فقہائے کرام کا یہی موقف مضبوط اور راجح ہے۔ [1]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حلیہ کے ضمن میں بعض احادیث کے اشارے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈاڑھی کا زیادہ لمبا نہ ہونا اور اس کی وجہ گزر چکی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سر اور ڈاڑھی کے بال گندے اور الجھے ہوئے پسند نہیں فرمائے، اور ایسی حالت میں مبتلا لوگوں کو تنبیہ فرمائی ہے۔ [2]

اور ظاہر ہے کہ ڈاڑھی کو اپنے حال پر چھوڑ دینے، اور اس کی تہذیب نہ کرنے سے اس کی حالت خراب ہو جاتی ہے، اور خوبصورتی متاثر ہو جاتی ہے۔

ایک روایت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ڈاڑھی کے زائد بالوں کو کاٹنے کا صاف طور پر ذکر ہے۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ کی سند سے مروی ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَأْخُذُ مِنْ لِحْيَتِهِ مِنْ عَرْضِهَا

---

[1] جبکہ جمہور فقہائے کرام کے برعکس بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ ڈاڑھی کو کسی حد پر جا کر بھی کاٹنا جائز نہیں اور اس کو اپنے حال پر چھوڑنا ضروری ہے، مگر یہ قول دلائل کے لحاظ سے کمزور اور ضعیف ہے، اور بعض حضرات کے نزدیک صرف حج یا عمرہ سے فراغت پر ایک مٹھی سے زائد ڈاڑھی کے بالوں کو کاٹنا جائز ہے، اور یہ قول بھی دلائل کے لحاظ سے زیادہ مضبوط نہیں ہے، اور دلائل کے لحاظ سے مضبوط قول جمہور فقہائے کرام کا ہی ہے، جیسا کہ آگے آنے والے دلائل سے معلوم ہوگا۔

[2] چنانچہ مؤطا امام مالک میں ہے کہ:

مالک، عن زيد بن أسلم؛ أن عطاء بن يسار أخبره قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم في المسجد. فدخل رجل ثائر الرأس واللحية. فأشار إليه رسول الله صلى الله عليه وسلم بيده أن اخرج. كأنه يعني إصلاح شعر رأسه ولحيته. ففعل الرجل، ثم رجع. فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: أليس هذا خيرا من أن يأتي أحدكم ثائر الرأس كأنه شيطان؟(موطا امام مالک، رقم الحديث ۲۵۶ "۹۴۳۴")

وَطُوْلِهَا (سنن الترمذی)[1]

ترجمہ: بے شک نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ڈاڑھی کے طول وعرض (یعنی لمبائی اور چوڑائی) سے بالوں کو کاٹ (کر برابر کر) دیا کرتے تھے (ترمذی)

اور امام بیہقی اور ابن عدی رحمہما اللہ نے یہ حدیث ان الفاظ میں روایت کی ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَأْخُذُ مِنْ عَرْضِ لِحْيَتِهٖ وَطُوْلِهَا بِالسَّوِيَّةِ (شعب الایمان للبیهقی)[2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ڈاڑھی کے طول وعرض (یعنی لمبائی اور چوڑائی) سے بالوں کو برابر کاٹ دیا کرتے تھے (بیہقی، ابن عدی)

ہمارے نزدیک اس کا صحیح مطلب یہ ہے کہ جب ڈاڑھی یا اس کے کچھ بال ایک مٹھی سے بڑھ جاتے، تو ایک مٹھی سے زائد اور اضافی بالوں کو دائیں بائیں اور نیچے کی طرف سے برابر کاٹ دیا کرتے تھے، جیسا کہ آپ کی اتباع میں صحابۂ کرام بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

اور اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈاڑھی مبارک ہر طرف سے مساوی ہو کر گول ہو جاتی تھی، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈاڑھی مبارک کی یہ صفت دوسری احادیث میں بھی مذکور ہے۔[3]

---

[1] رقم الحدیث ۲۷۶۲، ابواب الادب، باب ماجاء فی الاخذ من اللحیة، شرح السنة للبغوی، ج۱۲ ص۱۰۸، باب قص الشارب، اخلاق النبی للاصبهانی، رقم الحدیث ۸۸۵.

[2] رقم الحدیث ۶۰۱۹، فصل فی الأخذ من اللحیة والشارب، الکامل لابن عدی، ج۶ ص۵۹، تحت الترجمة: عمر بن هارون البلخی.

قال البیهقی: قال أبو احمد ": وقد روی هذا أسامة لم عمر بن هارون ."قال الشیخ ": عمر بن هارون البلخی غیر قوی ولا أدری من رواه عن أسامة غیره "

و قال ابن عدی: قال الشیخ: وقد روی هذا عن أسامة غیر عمر بن هارون.

[3] (کان یأخذ من لحیته من عرضها وطولها) ت عن ابن عمرو ض

کان یاخذ من لحیته من عرضها وطولها هکذا فی نسخ هذا الجامع والذی رأیته فی سیاق ابن الجوزی للحدیث کان یأخذ من لحیته من طولها وعرضها بالسویة هکذا ساقه فلعل لفظ بالسویة

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اگرچہ بعض حضرات نے اس حدیث کی سند پر کلام کیا ہے، اور اس کو شدید ضعیف تک بھی قرار دے دیا ہے، مگر ہمارے نزدیک راجح یہ ہے کہ اس حدیث کو فی نفسہٖ ضعیف تو قرار دیا جاسکتا ہے، مگر اس کا سرے سے انکار کرنا یا اس کو موضوع قرار دینا راجح نہیں ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

سقط من قلم المؤلف وذلک لیقرب من التدویر جمیع الجوانب لأن الاعتدال محبوب والطول المفرط قد یشوہ الخلقة ویطلق ألسنة المغتابین فلعل ذلک مندوب ما لم ینته إلی تقصیص اللحیة وجعلها طاقة فإنه مکروہ وکان بعض السلف یقبض علی لحیته فیأخذ ما تحت القبضة وقال النخعی عجبت للعاقل کیف لا یأخذ من لحیته فیجعلها بین لحیتین فإن التوسط فی کل شیء حسن ولذلک قیل کلما طالت اللحیة تشمر العقل کما حکاہ الغزالی ففعل ذلک إذا لم یقصد الزینة والتحسین لنحو النساء سنة کما علیه جمع منهم عیاض وغیرہ(الشمائل الشریفة للسیوطی ،تحت حدیث رقم ۴۶۴،کذافی فیض القدیر للمناوی تحت حدیث رقم ۲۹۳۳)

[1] چنانچہ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

هذا حدیث غریب، وسمعت محمد بن إسماعیل، یقول " :عمر بن هارون مقارب الحدیث لا أعرف له حدیثا لیس له أصل -أو قال -ینفرد به، إلا هذا الحدیث :کان النبی صلی الله علیه وسلم یأخذ من لحیته من عرضها وطولها، لا نعرفه إلا من حدیث عمر بن هارون، ورأیته حسن الرأی فی عمر :"وسمعت قتیبة، یقول " :عمر بن هارون کان صاحب حدیث، وکان یقول :الإیمان قول وعمل .سمعت قتیبة قال :حدثنا وکیع بن الجراح، عن رجل، عن ثور بن یزید، أن النبی صلی الله علیه وسلم نصب المنجنیق علی أهل الطائف قال قتیبة :قلت لوکیع :من هذا؟ قال :صاحبکم عمر بن هارون(ترمذی،تحت رقم الحدیث ۲۷۶۲،ابواب الادب، باب ما جاء فی الأخذ من اللحیة)

ملحوظ رہے کہ عمر بن ہارون پر بعض حضرات نے مرجئہ ہونے کا الزام لگا کر جرح کی ہے، اور امام ترمذی کی مذکورہ عبارت میں بھی ایمان کے قول وعمل ہونے کی ان کی طرف نسبت کی گئی ہے، تو اگر ان پر حنفیت کی وجہ سے مرجئہ ہونے کا الزام ہو، تو کئی محدثین کے فیصلے کے مطابق یہ جرح معتبر شمار نہیں کی جاتی۔

ولم یقبل جرح بعضهم فی الامام ابی حنیفة وشیخه حماد بن ابی سلیمان وصاحبیه محمد وابی یوسف وغیرهم من أهل الکوفة بانهم کانوا من المرجئة (الرفع والتکمیل فی الجرح والتعدیل صفحه ۲۱، مشموله: مجموعة رسائل اللکنوی جلد۵)

وقال الحاکم روی (ای عمر بن هارون)عن ابی جریج مناکیر وقال فی التاریخ کان من أهل السنة والذابین عن أهلها وقال الخلیلی یتفرد عن سلیمان لکن الاجلاء رووا عنه روی عن ابن جریج حدیثا لا یتابع علیه(تهذیب التهذیب ج۷ص ۵۰۵)

علاوہ ازیں عمر بن ہارون بلخی امام احمد کے شیوخ میں شمار ہوتے ہیں، اور امام احمد نے مسند احمد میں ان سے روایات لی ہیں

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

خصوصاً جب کہ اس کی تائید دیگر احادیث اور صحابہ وتابعین کے عمل سے بھی ہوتی ہو۔

اور بعض حضرات نے اس حدیث پر اس لئے نکیر کی ہے کہ اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طول وعرض سے ڈاڑھی کاٹنے کا ذکر ہے، جبکہ دیگر صحیح اور کثیر احادیث میں ڈاڑھی بڑھانے کا ذکر ہے، نہ کہ کاٹنے کا۔

مگر غور کیا جائے تو یہ حدیث دیگر صحیح وکثیر احادیث کے خلاف نہیں، اور اس وجہ سے اس کا انکار کرنا درست نہیں، کیونکہ طول وعرض سے ڈاڑھی کاٹنے کا مطلب یہ ہے کہ جب ڈاڑھی بڑھ کر لمبی ہوجاتی اور ایک مٹھی سے تجاوز کرجاتی تو ایک مٹھی سے زائد کو کاٹ کر سب بالوں کو برابر کردیا کرتے تھے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

(ملاحظہ ہو مسند احمد رقم الحدیث ۱۷۷۵۵، حدیث یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ) اور بعض حضرات نے ان کو ثقہ بھی قرار دیا ہے۔

رواہ أحمد عن شیخہ عمر بن ہارون وفیہ خلاف وبقیۃ رواتہ ثقات (الترغیب والترہیب للمنذری، تحت رقم الحدیث ۴۳۵۹، کتاب الادب)

رواہ احمد عن شیخہ عمر بن ہارون وقد وثقہ قتیبۃ وغیرہ وضعفہ ابن معین وغیرہ (مجمع الزوائد ج ۱ ص ۱۴۲، تحت رقم الحدیث ۶۱۲، باب فی ذم الکذب)

اور مسند احمد کی عام طور پر ضعیف احادیث بھی متعدد محدثین کے نزدیک شدید درجہ کی ضعیف نہیں ہیں، بلکہ مقبول درجہ کی ہیں، نیز امام احمد نے اپنے بیٹے حضرت عبداللہ کو سوائے اہلِ سنت اور ثقہ کے کسی اور سے روایت کرنے کی اجازت نہیں دی تھی، اور جب ان کے اپنے بیٹے پر اتنی سخت شرط عائد کرنے کا معاملہ ہے تو ظاہر ہے کہ انہوں نے اپنے لئے بھی اسی معیار کو پسند فرمایا ہوگا۔

کان عبداللہ بن احمد لایکتب الا عن من اذن لہ ابوہ بالکتابۃ عنہ، وکان لایاذن لہ ان یکتب الا عن اہل السنۃ (تعجیل المنفعۃ لابن حجر، ج ۱ ص ۲۵۸، تحت ترجمۃ ابراہیم بن الحسن الباہلی، الناشر: دار البشائر بیروت)

وقد کان عبداللہ بن احمد لا یکتب الا عن من یأذن لہ ابوہ فی الکتابۃ عنہ ولہذا کان معظم شیوخہ ثقات (ایضاً ج ۲ ص ۱۶۱، ۱۶۲، حرف اللام، تحت ترجمۃ لیث بن خالد بلخی)

مذکورہ تفصیل کی روشنی میں یہ حدیث دیگر آنے والی احادیث کے ساتھ مل کر حسن درجے میں داخل ہوسکتی ہے۔

ان کے بارے میں مزید تفصیل ہم نے اپنی دوسری کتاب ''نمازِ تراویح کے فضائل واحکام'' میں ذکر کردی ہے۔

[1] قال الطیبی :ہذا لا ینافی قولہ -صلی اللہ علیہ وسلم " :أعفوا اللحی ; "لأن المنہی ہو قصہا کفعل الأعاجم أو جعلہا کذنب الحمام، والمراد بالإعفاء التوفیر منہا کما فی الروایۃ الأخری، والأخذ من الأطراف قلیلا لا یکون من القص فی شیء اہ .وعلیہ سائر شراح المصابیح

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

صحابۂ کرام (اور بالخصوص وہ صحابۂ کرام جن سے ڈاڑھی بڑھانے کی اکثر احادیث مروی ہیں، مثلاً حضرت ابو ہریرہ وابن عمر رضی اللہ عنہما) کے عمل سے ایک مٹھی کے بعد ڈاڑھی کے زائد بالوں کو کاٹنا ثابت ہے (جیسا کہ آگے آتا ہے) اور ظاہر ہے کہ صحابۂ کرام نے یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی اخذ کی ہوگی، لہٰذا اس حدیث کا صحیح مطلب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک مٹھی سے زائد بالوں کو کاٹ کر ہر طرف سے ڈاڑھی کے بالوں کو برابر کردیا کرتے تھے۔

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ غیر ہموار بال اور بے ہنگم لمبی ڈاڑھی سے شکل وصورت بدنما ہوجاتی ہے، اور لوگوں کی نکتہ چینی کا باعث بنتی ہے۔

اور یہ بات ظاہر ہے کہ شریعت نے ہر چیز میں اعتدال کو پسند کیا ہے۔

تو عقل وقیاس کا تقاضا بھی ڈاڑھی کے ایک حد تک بڑھ جانے اور لمبی ہونے کے بعد کاٹ دینے کا ہے، اور اس مقدار کو صرف عقل سے پہچاننا مشکل ہے۔

اور صحابۂ کرام وتابعینِ عظام نے اپنے قول وفعل سے ایک مٹھی کے ذریعہ اس اعتدال کو پوری طرح واضح فرمادیا ہے، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل کی ہی ترجمانی ہے، اور حکماً مرفوع حدیث کے درجہ میں داخل ہے۔

لِاَنَّہٗ لَایُدْرَکُ بِالرَّاْیِ وَالْقِیَاسِ.

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

من زين العرب وغيره، وقيد الحديث في شرح الشرعة بقوله :إذا زاد على قدر القبضة، وجعله في التنوير من نفس الحديث(مرقاة المفاتيح، ج۷ص ۲۸۲۲، كتاب اللباس، باب الترجل)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش نظر اپنے قول وفعل سے ڈاڑھی بڑھانے کی ترغیب دینا اور تاکید فرمانا تھا، اس لئے آپ نے ایک مشت سے زائد ڈاڑھی کاٹنے کے عمل کو عام طور پر ظاہر کرنے سے احتیاطاً اجتناب فرمایا۔

اور اسی وجہ سے بہت کم احادیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قولاً وفعلاً تقصیرِ لحیۃ کا ذکر ہے۔

اور بعض اہلِ علم حضرات نے اسی وجہ سے ان روایات کو منکر یا غریب وغیرہ فرمایا، اور اگر یہ روایات نہ بھی ہوتیں تب بھی آپ کے صحابۂ کرام کا ایسا عمل کہ ”مالایدرک بالرای“ احادیث مرفوع کا ہی حکم رکھتا اور حجت ہوتا ہے۔

جلیل القدر تابعی حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے مرسلاً روایت ہے کہ:

رَأَى النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا طَوِيْلَ اللِّحْيَةِ فَقَالَ: لِمَ يُشَوِّهُ أَحَدُكُمْ نَفْسَهُ؟ قَالَ: وَرَأَى رَجُلًا ثَائِرَ الرَّأْسِ، يَعْنِيْ شَعِثًا، فَقَالَ: مَهْ، أَحْسِنْ إِلَى شَعْرِكَ أَوْ احْلِقْهُ (مراسیل أبی داود) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لمبی ڈاڑھی والے کو دیکھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی اپنے کو (غیر ضروری لمبی ڈاڑھی کر کے) بدشکل کیوں بناتا ہے؟

حضرت مجاہد فرماتے ہیں کہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اور آدمی کو دیکھا جس کے سر کے بال الجھے ہوئے پراگندہ تھے؛ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایسا نہ کرو، اپنے بالوں کو خوبصورت و مزین کر کے رکھو، یا ان کو منڈوادو (مراسیلِ ابی داؤد)

فائدہ: اس حدیث کے تمام راوی ثقہ اور معتبر ہیں، اور یہ حدیث سند کے لحاظ سے صحیح ہے۔ [2]

---

[1] رقم الحدیث ۴۲۸، ص ۳۱۶، باب فی الترجل.

[2] چنانچہ مذکورہ حدیث کی سند یہ ہے کہ:

حدثنا عمرو بن عثمان ، حدثنا مروان يعني ابن معاوية ، عن عثمان بن الأسود ، سمع مجاهدا ، يقول.

اس حدیث کے پہلے راوی عمرو بن عثمان ہیں، جن کو محدثین نے حافظ، ثبت، ثقہ اور صدوق وغیرہ قرار دیا ہے۔

عمرو بن عثمان (د، س، ق) ابن سعيد بن كثير بن دينار، الحافظ الثبت، أبو حفص الحمصي، مولى قريش. ولد سنة بضع وستين ومئة (سير اعلام النبلاء للذهبي، جزء ۱۲، صفحه ۳۰۵)

عمرو بن عثمان بن سعيد الحمصي القرشي. روى عن أبيه وابن عيينة وعدة وعنه أبو داود والنسائي وابن ماجه وأبو حاتم وأبو زرعة وقال :كان أحفظ من ابن مصفى وأحب إلي منه ووثقه ابن حبان وقال :مات سنة خمسين ومائتين (طبقات الحفاظ للسيوطي، ص ۲۲۵، الطبقة الثامنة)

عمرو بن عثمان بن سعيد بن كثير بن دينار القرشي مولاهم أبو حفص الحمصي صدوق

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

رہا اس حدیث کے مرسل ہونے کا معاملہ، تو اوّلاً تو مرسل حدیث بہت سے فقہاء کے نزدیک حجت ہے۔

دوسرے یہ حضرت مجاہد کی مراسیل میں سے ہے، جو بطورِ خاص مقبول ہیں۔

اور تیسرے اس مرسل کو دیگر موصول و مرسل احادیث سے قوت حاصل ہے۔

اور چوتھے اس کو صحابۂ کرام کے عمل سے بھی تائید وتقویت حاصل ہوتی ہے۔

ان وجوہات کی بناء پر اس حدیث کے قابلِ قبول ہونے میں شبہ کی گنجائش نہیں ہونی چاہئے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

من العاشرة مات سنة خمسين ومائتين (تقريب التهذيب لابن حجر ، جزء ۱ صفحه ۴۲۴)

اور اس حدیث کے دوسرے راوی مروان بن معاویہ ہیں، ان کو محدثین نے امام، حافظ، ثقہ اور محدث وغیرہ قرار دیا ہے۔

مروان بن معاوية (ع) ابن الحارث، بن عثمان، بن أسماء، خارجة، بن حصن، ابن حذيفة، بن بدر، الامام الحافظ الثقة، أبو عبد الله الفزاري الكوفي ثم الدمشقي (سير اعلام النبلاء للذهبي، جزء۹ صفحة ۵۱)

مروان بن معاوية بن الحارث بن اسماء بن خارجة بن حصن الحافظ المحدث الثقة أبو عبد الله الفزاري الكوفي نزيل مكة ثم دمشق (تذكرة الحفاظ، جزء ۱ صفحة ۲۱۶، الطبقة السادسة)

اور اس حدیث کے تیسرے راوی عثمان بن اسود ہیں، ان کو بھی ثقہ وثبت قرار دیا گیا ہے۔

عثمان بن الأسود بن موسى المكي مولى بني جمح ثقة ثبت من كبار السابعة مات سنة خمسين أو قبلها (تقريب التهذيب للعسقلاني، جزء ۱ صفحة ۳۸۲)

وقال صالح بن أحمد بن حنبل ، عن علي بن المديني :سألت يحيى ، يعني :القطان ، عن عثمان بن الأسود ، فقال :كان ثقة ثبتا قلت :عمر بن ذر أحب اليك أم عثمان بن الأسود ؟ قال :عثمان بن الأسود ، قلت :عثمان بن الأسود أحب اليك أو سيف بن سليمان ؟ قال قدم عثمان وقال أبو بكر الأثرم عن أحمد بن حنبل :ثقة.وكذلك قال إسحاق بن منصور عن يحيى بن معين .وقال أبو حاتم :ثقة لا بأس به (تهذيب الكمال للمزي، جزء۱۹ ، صفحه ۳۴۱)

اور اس حدیث کے چوتھے اور آخری راوی حضرت مجاہد ہیں، جو کہ مشہور اور جلیل القدر تابعی ہیں، اور ان کے ثقہ ہونے میں کوئی شک نہیں۔

[1] المشهور عن مالك وأحمد وأبي حنيفة رحمهم الله الاحتجاج بالمرسل (تفسير اضواء البيان، لمحمد الأمين الشنقيطي، تحت سورة النساء، جزء ۱ صفحه ۲۹۶)

وأما الشافعي :فقد قدمنا عن النووي :أنه يعمل بمرسل التابعي الكبير إن قال به بعض الصحابة أو أكثر أهل العلم (ايضاً، تحت سورة الحج، جزء۴ صفحه ۲۸۶)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے واضح طور پر ڈاڑھی کے غیر ضروری لمبا ہونے کو بدشکل ہونے کا باعث قرار دیا۔

اور فقہائے امت نے بھی ایک مٹھی سے زائد بالوں کو کاٹنے کی وجہ یہی بتلائی ہے کہ اس سے زیادہ لمبی ڈاڑھی ہونے سے انسان بدشکل ہو جاتا ہے۔

گویا کہ فقہائے کرام کی بیان کردہ علت حدیث سے ثابت بلکہ حدیث سے ماخوذ ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے واسطہ سے روایت ہے کہ:

عَنْ اَبِیْ قُحَافَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّهُ اُتِیَ بِهِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلِحْيَتُهٗ قَدْ اِنْتَشَرَتْ فَقَالَ لَوْ اَخَذْتُمْ وَاَشَارَ بِيَدِهٖ اِلٰی نَوَاحِيْ لِحْيَتِهٖ (الآثار لابی یوسف) [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ مرسل التابعي الكبير يحتج به عندنا إذا اعتضد بقول الصحابة .أو قول أكثر العلماء ، أو غير ذلك مما سبق . وقد اعتضد هذا الحديث، فقال به من الصحابة رضى الله عنهم، من سنذكره فى فرع مذاهب العلماء اهـ، كلام النووى، فظهرت صحة الاحتجاج بالحديث المذكور على كل التقديرات (ايضاً، تحت سورة المائدة، ج ١ ص ٤٣٢)

مشهور مذهب مالك، وأبى حنيفة وأحمد -رحمهم الله تعالى -صحة الاحتجاج بالمرسل، ولا سيما إذا اعتضد بغيره كما هنا، وقد علمت من كلام النووى موافقة الشافعية.واحتج من قال بأن المرسل حجة بأن العدل لا يحذف الواسطة مع الجزم بنسبة الحديث لمن فوقها، إلا وهو جازم بالعدالة والثقة (ايضاً، تحت سورة المائدة، جزء ١ صفحه ٤٣٣)

أما على مذهب من يحتج بالمرسل كمالك وأبى حنيفة وأحمد فلا إشكال، وأما على مذهب من لا يحتج بالمرسل فمرسل سعيد بن المسيب حجة عند كثير ممن لا يحتج بالمرسل، ولا سيما أنه اعتضد .... فأقل درجاته أنه مرسل صحيح، اعتضد بمرسل صحيح .ومثل هذا يحتج به من يحتج بالمرسل ومن لا يحتج به، وقد قدمنا فى "سورة المائدة (ايضاً، تحت سورة النحل، جزء ٢ صفحه ٣٤٨)

(مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: "قواعد فی علوم الحدیث" للعثمانی، الفصل الخامس)

وقال يحيى القطان مرسلات مجاهد أحب إلى من مرسلات عطاء (عمدة القارى، ج ٢ ص ٥٣، باب الفهم فى العلم)

حدثنا صالح بن أحمد بن حنبل حدثنا على بن المدينى قال مرسلات مجاهد أحب إلى من مرسلات عطاء (المراسيل لابن ابى حاتم، جزء ١ صفحة ٤، رقم الحديث ٤)

[1] رقم الحديث ١٠٣٨ باب فى لبس الحرير والذهب، مسند أبى حنيفة، رواية الحصكفى،رقم الحديث ٧، كتاب اللباس والزينة.

ترجمہ: حضرت ابوقحافہ رضی اللہ عنہ (خلیفۂ راشد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والد) سے روایت ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے گئے، اور ان کی ڈاڑھی منتشر تھی (یعنی بال چھوٹے بڑے اور الجھے ہوئے تھے) تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کاش کہ تم اس ڈاڑھی کے کناروں کو کاٹ دو (تو بہت اچھا ہے) (مسندابی حنیفہ)

فائدہ: اور یہ حدیث بھی دوسری احادیث کے ساتھ مل کر اسی مضمون کو ثابت کرتی ہے کہ غیر ضروری لمبی ڈاڑھی کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند نہیں فرمایا۔ [1]

---

[1] اس روایت کو امام ابویوسف رحمہ اللہ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے اور انہوں نے حضرت ہیثم سے روایت کیا ہے، اور امام ابویوسف کے آثار میں حضرت ہیثم نے ابی قحافہ سے روایت کیا ہے، اور مسندابی حنیفہ میں حضرت ہیثم کے بعد ایک رجلِ مبہم کا واسطہ ہے۔

حضرت امام ابویوسف اور امام ابوحنیفہ تو ثقہ ہیں، اور حضرت ہیثم بھی ثقہ اور صادق راوی ہیں۔

جہاں تک رجلِ مبہم کا معاملہ ہے، تو اولاً بہت سے حضرات کے نزدیک قرونِ ثلاثہ کے رجال کے متعلق اس طرح کا ابہام حدیث کی قبولیت میں مانع نہیں۔

ثانیاً خود مرسل حدیث بھی بذاتِ خود حجت ہے، خصوصاً جبکہ اس کا مؤید موجود ہو، جس پر پہلے بحث گزر چکی ہے، لہٰذا اس کے حدیثِ موصول، ومرسل، اور اتصالِ عمل جیسے متعدد مؤیدات موجود ہونے کے بعد اس کے تحمل کی گنجائش ہے۔

"الهيثم "بن حبيب وهو الهيثم بن أبى الهيثم الصيرفى الكوفى أخو عبد الخالق بن حبيب روى عن عكرمة وعون بن أبي جحيفة وعاصم بن ضمرة وحماد بن أبى سليمان ومحارب بن دثار والحكم بن عتيبة وعنه أبو حنيفة وزيد بن ابى أنيسة والمسعودى وشعبة وحفص بن ابى داود وأبو عوانة وقال قال لى شعبة الزم الهيثم الصيرفى وقال الأثرم أثنى عليه أحمد وقال ما أحسن أحاديثه واسد استقامتها ليس كما يروى عنه أصحاب الرأى وقال إسحاق بن منصور عن ابن معين الهيثم بن حبيب الصراف ثقة وقال أبو زرعة وابو حاتم ثقة فى الحديث صدوق وذكره ابن حبان فى الثقات(تهذيب التهذيب، ج ١١ ص ٩١، ٩٢)

الهيثم بن حبيب الصيرفى الكوفى صدوق من السادسة (تقريب التهذيب للعسقلانى، جزء ١ صفحه ٥٧٧)

وأما جهالة غير الصحابى فعلىٰ ضربين، اما ان يكون مبهما، او غير مبهم. فالمبهم اختلف فى قبول حديثه، والذى ينبغى ان يكون مذهبنا قبوله، وان ابهم بغير لفظ التعديل، ولكن بمثل الشرط الذى اعتبرناه فى المرسل، كذا فى قفو الأثر وهو ان يكون من القرون الثلاثة دون ماعداها (قواعد فى علوم الحديث للعثمانى، صفحه ٢٠٣، بيان الجهالة الضارة والجهالة غير الضارة فى الراوى)

یادر ہے کہ فتح مکہ کے موقع پر حضرت ابوقحافہ رضی اللہ عنہ (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے والد ماجد) کے بالوں کی سفیدی دیکھ کر اس کو بدلنے کا بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا تھا، اس کا بھی بعض روایات میں ذکر ملتا ہے۔[1]

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

رَأَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلًا مُجَفَّلَ الرَّأْسِ وَاللِّحْيَةِ فَقَالَ: عَلٰى مَا شَوَّهَ أَحَدُكُمْ أَمْسِ ؟ قَالَ: وَأَشَارَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

---

[1] المستحب في اللحية، قدر القبضة وبه (عن الهيثم، عن رجل، أن أبا قحافة) بضم قاف، وخفة مهملة، ثم فاء، فهاء، وهو عثمان بن عامر، والد الصديق الأكبر القرشي التيمي الملكي، أسلم يوم الفتح، وعاش إلى خلافة عمر، ومات سنة أربع عشرة، وله تسع وتسعون سنة، روى عنه الصديق وأسماء بنت أبي بكر (أتى النبي صلى الله عليه وسلم ولحيته قد انتشرت) أي باعتبار كثرة شعرها (قال) أي الراوي (فقال) يعني النبي صلى الله عليه وسلم (لو أخذتم) أي لو أخذ بعضكم أيها الصحابة، لكان حسنا، ولو للتمني، ولا يحتاج إلى جواب (وأشار) أي النبي صلى الله عليه وسلم (بيده إلى نواحي لحيته) فالإشارة قامت مقام العبارة.

فالتقدير: لو أخذتم نواحي لحيته طولا وعرضا، وتركتم قدر المستحب، وهو مقدار القبضة، وهي الحد المتوسط بين الطرفين المذمومين من إرسالهما مطلقا، ومن حلقها وقصها على وجه استئصالها، وفي حديث الترمذي، عن ابن عمر، أنه عليه الصلاة والسلام كان يأخذ من لحيته، من عرضها وطولها (شرح مسند أبي حنيفة النعمان بن ثابت الكوفي رضي الله عنه المؤلف: الامام الهمام ناصر السنة وقامع البدعة الملاعلي القاري الحنفي ج ۱ ص ۴۲۳)

عثمان بن عامر أبو قحافة: القرشي التيمي، والد أبي بكر الصديق رضي الله عنهما قد تقدم ذكر نسبه عند ذكر ابنه أبي بكر. أسلم أبو قحافة يوم فتح مكة حدثني عبد الوارث حدثني قاسم حدثنا إبراهيم بن إسحاق بن مهران حدثنا يحيى بن يحيى حدثنا أبو خيثمة زهير بن معاوية عن أبي الزبير عن جابر قال: أتي بأبي قحافة عام الفتح ليبايع ورأسه ولحيته كأنها ثغامة يعني شجرة فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم " : غيروا هذا بشيء وجنبوه السواد . " وقال قتادة: هو أول مخضوب في الإسلام، وعاش أبو قحافة إلى خلافة عمر رضي الله عنه ومات سنة أربع عشرة وهو ابن سبع وتسعين سنة وكانت وفاة ابنه قبله فورث منه السدس فرده على ولد أبي بكر رضي الله عنه (الاستيعاب في معرفة الاصحاب، ج۳ ص ۱۰۳۶، رقم الترجمة ۱۷۷۳، تحت ترجمة عثمان بن عامر أبو قحافة)

إِلٰی لِحْیَتِہٖ وَرَأْسِہٖ یَقُوْلُ: خُذْ مِنْ لِحْیَتِکَ وَرَأْسِکَ (شعب الایمان للبیھقی) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو دیکھا، جس کے سر اور ڈاڑھی کے بال الجھے ہوئے تھے، تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہیں کس چیز نے بدنما بنادیا؟ (راوی کہتے ہیں) اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی ڈاڑھی اور سر کی طرف اشارہ کیا، آپ یہ فرمارہے تھے کہ اپنی ڈاڑھی اور سر کے بالوں کو کاٹ کر برابر کیجئے (بیہقی)

فائدہ: اگرچہ اس حدیث کی سند پر بعض حضرات نے کلام کیا ہے، مگر دیگر احادیث اور صحابہ و تابعین کے عمل سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ [2]

اس بحث کا خلاصہ

گزشتہ احادیث و روایات سے معلوم ہوگیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈاڑھی بڑی تھی، لیکن ایک حد پر اس کے فاضل بالوں کو مہذب اور برابر کرنے کے لئے کاٹ دیا کرتے تھے، اس

---

[1] رقم الحدیث ۶۰۲۰، الأربعون من شعب الإیمان وھو باب فی الملابس والزی والأوانی وما یکرہ منھا، فصل فی الأخذ من اللحیة والشارب، اخبارِ اصبھان، ج ۲ ص ۲۴۴.

[2] قال الشیخ " :أبو مالک عبد الملک بن الحسین النخعی غیر قوی (شعب الایمان للبیھقی، حوالہ بالا)

عبد الملک بن الحسین أبو مالک النخعی قال ابن معین :لیس بشیء .وقال البخاری :لیس بالقوی عندھم .وقال ابن عدی :لہ أحادیث حسان، وعامتھا لا یتابع علیھا (مختصر الکامل فی الضعفاء للمقریزی، جزء ۱ صفحہ ۵۸۹ برقم الترجمة ۱۴۴۷)

وابو مالک لیس بالحافظ وإنما یکتب من حدیثہ ما ینفرد بہ (مسند البزار، روایت نمبر ۴۲۱۵)

ابنِ عدی اور امام بزار کے کلام سے معلوم ہوا کہ ابو مالک نخعی کا ضعف شدید نہیں ہے، اور یہ ضعف کذب یا فسق کی وجہ سے نہیں ہے، بلکہ حفظ کے قبیل سے ہے۔

اور اس درجے کی ضعیف حدیث کے اندر مؤید بننے کی صلاحیت ہوا کرتی ہے، اور دیگر مؤیدات پیچھے ذکر کیے جاچکے ہیں، اور ان مؤیدات کے ہوتے ہوئے ان کے مسئلہ ھذا میں متابع نہ ہونے کی جرح بھی مؤثر نہیں ہونی چاہئے۔

ھذا ما عندی، واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہٗ اتم واحکم.

www.idaraghufran.org

لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈاڑھی بے جا لمبی نہیں تھی۔

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوسروں کے لئے بھی زیادہ اور غیر معمولی طویل اور لمبی ڈاڑھی کو پسند نہیں فرمایا، اور اسے بدشکلی کا باعث فرمایا، اور گزشتہ بعض احادیث وروایات کی سند میں الگ الگ ضعف ہونا اس لئے مضر نہیں کہ یہ تمام احادیث وروایات اس مسئلہ میں ایک دوسرے کی تائید کرنے اور تقویت پہنچانے والی ہونے کی وجہ سے قوت حاصل کرلیتی ہیں، نیز صحابۂ کرام، وتابعینِ عظام کے عمل اور جمہور فقہائے کرام کے قول وفعل سے ان کو مزید تقویت حاصل ہوجاتی ہے، جس کے پیشِ نظر ہمارے نزدیک ان احادیث وروایات کا انکار انصاف پسندی اور اعتدال پر مبنی شمار نہیں ہوگا۔ [1]

اور رہا مذکورہ احادیث وروایات میں ڈاڑھی کی مقدار کی تفصیل نہ ہونے کا معاملہ، تو اس کی وضاحت صحابۂ کرام کے آگے آنے والے قول وفعل سے ہوتی ہے، جو کہ در حقیقت سنت ہی کے ترجمان ہیں، نیز جمہور فقہائے کرام کے قول سے بھی ہوتی ہے۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ۔

---

[1] قد يحكم بالحديث بالصحة، الى تلقاه الناس بالقبول، وان لم يكن له اسناد صحيح. قال ابن عبدالبر في الاستذكار لماحكي عن الترمذي ان البخاري صحح حديث البحر هو الطهور ماء ه، واهل الحديث لايصححون مثل اسناده. لكن الحديث عندي صحيح، لان العلماء تلقوه بالقبول. قلت: والقبول تارة بالقول وتارة بالعمل عليه، ولذا محقق في الفتح وقول الترمذي العمل عليه عند اهل العلم يقتضي قوة اصله، وان ضعف خصوص هذاالطريق اه. وقال السيوطي في التعقبات: الحديث اخرجه الترمذي، وقال حسن ضعفه احمد وغيره، والعمل عليه عند اهل العلم فاشار بذالک ان الحديث اعتضد بقول اهل العلم، وقد صرح غير واحد بان من دليل صحة الحديث قول اهل العلم به، وان لم يكن له اسناد يعتمد على مثله اه (قواعد في علوم الحديث مقدمة اعلاء السنن جلد ١٩ ص ٦٠تا ٦٢)

صحابۂ کرام وتابعینِ عظام سے ثبوت

اب صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم وتابعینِ عظام رحمہم اللہ کے حوالہ سے ہم ڈاڑھی کی شرعی مقدار اور حدود کا جائزہ لیتے ہیں، تاکہ مذکورہ احادیث وروایات کے اجمال کی بھی وضاحت ہوجائے۔

صحیح بخاری کے حوالہ سے یہ روایت پہلے گزر چکی ہے کہ:

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا حَجَّ أَوِ اعْتَمَرَ قَبَضَ عَلٰى لِحْيَتِهٖ فَمَا فَضَلَ أَخَذَهٗ (بخاری) [1]

ترجمہ: اور حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ جب حج یا عمرہ سے فارغ ہوتے، تو اپنی ڈاڑھی کو مٹھی میں پکڑتے، اور جو مٹھی سے زائد ہوتی، اسے کاٹ دیا کرتے تھے (بخاری)

فائدہ: حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے صحیح سند کے ساتھ حج وعمرہ کے علاوہ دوسرے موقع پر بھی ایک مٹھی سے زائد ڈاڑھی کو کاٹنا ثابت ہے۔

حج وعمرہ کے وقت عام طور پر اور لوگ بھی سامنے ہوتے ہیں، اس لئے لوگوں کو اس وقت کے عمل کا مشاہدہ آسان ہوجاتا ہے، نیز حج وعمرہ سے فراغت کے موقع پر احرام سے نکلتے وقت دوسرے اضافی بالوں کے ساتھ ساتھ ایک مٹھی سے زائد ڈاڑھی کے بالوں کو کاٹ دینا یہ ایک الگ اور مستقل عمل ہے۔

اور اسی وجہ سے بعض دیگر صحابہ وتابعین سے بھی حج وعمرہ سے فراغت کے موقع پر ڈاڑھی کے اضافی بالوں کے کاٹنے کا ثبوت ہے۔

---

[1] رقم الحدیث ۵۸۹۲، کتاب اللباس، باب تقلیم الاظفار۔

و روی الخلال فی "الترجل" (ص۔ ۱۱ المصورة) بسند صحیح عن مجاهد قال: رأیت ابن عمر قبض علی لحیته یوم النحر، ثم قال للحجام: خذ ما تحت القبضة (السلسلة الضعيفة تحت رقم الحديث ۲۳۵۵)

جس کی مزید تفصیل آگے آتی ہے۔

اس لئے جس راوی نے حج وعمرہ سے فراغت کے موقع پر حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ وغیرہ کو ڈاڑھی کے اضافی بال کاٹتے ہوئے دیکھا، اس نے حج وعمرہ سے فراغت کے وقت کے عمل کو بیان کردیا۔

اور جس نے دوسرے وقت بھی یہ عمل کرتے ہوئے دیکھا، اس نے اس وقت کا مشاہدہ بیان کیا، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

لہٰذا دونوں قسم کی روایتوں میں کوئی ٹکراؤ نہ ہوا، اور دونوں روایتوں سے ایک مٹھی سے زائد ڈاڑھی کاٹنے کا جائز ہونا ثابت ہوا۔ [1]

حضرت مروان بن سالم مقفع رحمہ اللہ ایک لمبی روایت میں فرماتے ہیں کہ:

رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقْبِضُ عَلٰى لِحْيَتِهٖ فَيَقْطَعُ مَا زَادَ عَلَى الْكَفِّ (سنن ابی داؤد) [2]

ترجمہ: میں نے حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ اپنی ڈاڑھی کو مٹھی میں پکڑ لیا کرتے تھے، اور پھر جو مٹھی سے زیادہ ہوتی تھی اس کو کاٹ دیا کرتے تھے (ابو داؤد، حاکم)

فائدہ: اس روایت کی سند حسن ہے۔ [3]

---

[1] قلت الذی یظھر أن ابن عمر کان لا یخص ھذا التخصیص بالنسک بل کان یحمل الأمر بالاعفاء علی غیر الحالۃ التی تتشوہ فیھا الصورۃ بافراط طول شعر اللحیۃ أو عرضہ (فتح الباری لابن حجر، ج۱۰ص ۳۵۰، باب تقلیم الاظفار)

[2] رقم الحدیث ۲۳۵۷، کتاب الصوم، باب القول عند الافطار، المستدرک علی الصحیحین للحاکم، رقم الحدیث ۱۵۳۶؛ شعب الإیمان للبیھقی، ج۸ص ۴۱۵، فصل فی الاخذ من اللحیۃ والشارب.

[3] قال الالبانی:

. "رواہ أبو داود و غیرہ بسند حسن ;کما بینتہ فی "الإرواء "(۹۲۰)و "صحیح أبی داود " (۲۰۴۱)(السلسلۃ الضعیفۃ تحت حدیث رقم ۲۳۵۵)

اس روایت میں حج وعمرہ کی قید نہیں، اور لفظِ ''کانَ'' کے ساتھ ایک مٹھی سے زائد ڈاڑھی کو کاٹتے رہنے کا ذکر ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ جب آپ کی ڈاڑھی ایک مٹھی سے زیادہ ہوجاتی، اس وقت آپ زائد بالوں کو کاٹ دیا کرتے تھے۔

اور سنن دارقطنی میں ان الفاظ میں روایت ہے کہ:

رَأَيْتُ ابْنَ عُمَرَ يَقْبِضُ عَلٰى لِحْيَتِهٖ وَيَقْطَعُ مَا زَادَ عَلَى الْكَفِّ (سنن الدارقطنی، رقم الحدیث ۲۲۷۹، کتاب الصیام، باب القبلة للصائم)

ترجمہ: میں نے حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ اپنی ڈاڑھی کو مٹھی میں پکڑ لیا کرتے تھے، اور جو مٹھی سے زیادہ ہوتی تھی اس کو کاٹ دیا کرتے تھے (دار قطنی)

اور سنن کبریٰ نسائی میں ان الفاظ میں روایت ہے کہ:

رَأَيْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ قَبَضَ عَلٰى لِحْيَتِهٖ فَقَطَعَ مَا زَادَ عَلَى الْكَفِّ (السنن الکبریٰ للنسائی، رقم الحدیث ۳۳۱۵، کتاب الصیام، باب مایقول اذا افطر)

ترجمہ: میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ نے اپنی ڈاڑھی کو مٹھی میں پکڑا، اور جو مٹھی سے زیادہ تھی اسے کاٹ دیا (سنن کبریٰ)

امام بیہقی رحمہ اللہ حضرت یزید بن زریع رحمہ اللہ سے حضرت ابنِ عمر رضی اللہ کے بارے میں روایت کرتے ہیں کہ:

أَخَذَ بِلِحْيَتِهٖ فَمَدَّهَا، فَإِذَا بَقِيَ بِيَدِهٖ شَيْءٌ مِنْ طُوْلِهَا أَخَذَهُ (شعب الإيمان للبيهقي، رقم الحديث ۶۰۱۵، فصل في الاخذ من اللحية والشارب)

ترجمہ: حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی ڈاڑھی کو مٹھی میں پکڑ لیا، اور اس کے بالوں کو سیدھا کیا، پھر جو مٹھی سے لمبے تھے، اُنہیں کاٹ دیا (بیہقی)

اور امام بیہقی رحمہ اللہ حضرت نافع رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ: اَنَّهُ كَانَ إِذَا حَلَقَ فِي الْحَجِّ أَوِ الْعُمْرَةِ، قَبَضَ عَلٰى لِحْيَتِهِ، ثُمَّ أَمَرَ فَسَوّٰى أَطْرَافَ لِحْيَتِهِ (شعب الإيمان للبيهقي) [1]

ترجمہ: حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ جب حج یا عمرے سے فراغت کے وقت سر منڈاتے تھے، تو اپنی ڈاڑھی کو مٹھی میں پکڑ لیا کرتے تھے، پھر (بال کاٹنے والے کو) حکم فرماتے تھے، تو وہ آپ کی ڈاڑھی کے کناروں کو (جو ایک مٹھی سے زیادہ ہوتے تھے کاٹ کر) برابر کردیا کرتا تھا (بیہقی)

فائدہ: احرام کے دوران بال کاٹنے کی ممانعت ہے، اس لئے حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ حج وعمرہ کے احرام سے نکلتے وقت جب سر منڈاتے تو ایک مٹھی سے زائد ڈاڑھی کے بال بھی کٹوا دیا کرتے تھے، اور ہر طرف سے ایک مٹھی کے برابر کردیا کرتے تھے، جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بھی اسی طرح بالوں کے برابر کرنے کی حدیث پہلے گزر چکی ہے۔
اور ظاہر ہے کہ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ یہ عمل اپنی عقل اور رائے کی بنیاد پر نہیں کیا کرتے تھے، بلکہ ان کے پاس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے قول وفعل کی سند ضرور ہوگی۔

حضرت نافع رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ ، اَنَّهُ كَانَ يَأْخُذُ مَا فَوْقَ الْقُبْضَةِ ، وَقَالَ وَكِيعٌ: مَا جَاوَزَ الْقُبْضَةَ (مصنف ابنِ ابی شیبہ) [2]

ترجمہ: حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ ایک مٹھی سے زائد ڈاڑھی کے بال کاٹ دیا کرتے تھے، اور حضرت وکیع رحمہ اللہ نے فرمایا کہ جو مٹھی سے آگے نکلے ہوئے ہوتے تھے، اُن کو کاٹ دیا کرتے تھے (ابن ابی شیبہ)

حضرت امام محمد رحمہ اللہ کتاب الآثار میں روایت فرماتے ہیں کہ:

اَخْبَرَنَا اَبُوْحَنِيْفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهُ كَانَ

---

[1] رقم الحديث ٦٠١٧، فصل في الاخذ من اللحية والشارب.

[2] رقم الحديث ٢٥٩٩٧، كتاب الادب، باب ما قالوا في الأخذ من اللحية.

www.idaraghufran.org

يَقْبِضُ عَلٰى لِحْيَتِهٖ ثُمَّ يَقُصُّ مَاتَحْتَ الْقُبْضَةِ ، قَالَ مُحَمَّدٌ :وَبِهٖ نَاْخُذُ، وَهُوَ قَوْلُ اَبِىْ حَنِيْفَةَ (كتاب الآثار) ؎۱

ترجمہ: ہمیں امام ابوحنیفہ نے خبر دی، انہوں نے حضرت ہیثم سے روایت کیا، اور انہوں نے حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ اپنی ڈاڑھی کو مٹھی میں پکڑتے، اور جو مٹھی سے نیچے بال ہوتے، انہیں کاٹ دیا کرتے تھے، امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم اسی کو لیتے ہیں، اور یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے (کتاب الآثار)

فائدہ: ایک مٹھی سے زائد بالوں کو کاٹ دینے کا قول صرف امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ہی کا نہیں ہے، بلکہ اکثر فقہائے کرام بھی اسی کے قائل ہیں، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

اور امام ابویوسف رحمہ اللہ کے بیٹے یوسف اپنے والد حضرت امام ابویوسف رحمہ اللہ کے واسطے سے روایت کرتے ہیں کہ:

عَنْ اَبِىْ حَنِيْفَةَ عَنِ الْهَيْثَمِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهٗ كَانَ يَقْبِضُ عَلٰى لِحْيَتِهٖ فَيَاْخُذُ مِنْهَا مَا جَاوَزَ الْقُبْضَةَ (الآثار لابی یوسف) ؎۲

ترجمہ: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے حضرت ہیثم سے روایت کیا، اور انہوں نے حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ اپنی ڈاڑھی کو مٹھی میں پکڑتے، اور جو مٹھی سے اضافی بال ہوتے، انہیں کاٹ دیا کرتے تھے (الآثار لابی یوسف)

اور امام ابویوسف رحمہ اللہ کے بیٹے یوسف اپنے والد حضرت امام ابویوسف رحمہ اللہ سے ہی ان الفاظ میں بھی روایت کرتے ہیں کہ:

عَنْ اَبِىْ حَنِيْفَةَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اَنَّهٗ كَانَ يَاْخُذُ

؎۱ باب حف الشعر من الوجه ،رقم الحديث ۹۰۰.

؎۲ رقم الحديث ۱۰۴۰ ،باب فی الخضاب والأخذ من اللحية والشارب.

www.idaraghufran.org

مِنْ لِحْيَتِهٖ (الآثار لابی یوسف) [1]

ترجمہ: امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے روایت ہے، انہوں نے حضرت نافع رحمہ اللہ سے روایت کیا، اور انہوں نے حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ اپنی ڈاڑھی کے (ایک مٹھی سے) زائد بالوں کو کاٹ دیا کرتے تھے (لآ ثار لابی یوسف)

فائدہ: ان تمام روایات کے مجموعہ سے حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کا حج وعمرہ سے فراغت کے موقع پر اور دیگر مواقع پر ایک مٹھی سے زائد ڈاڑھی کے بالوں کو کاٹنا ثابت ہورہا ہے۔

ملحوظ رہے کہ ڈاڑھی بڑھانے کی اکثر روایات حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں، اورانہوں نے ایک مٹھی سے زائد بالوں کو کاٹنا جائز سمجھا اور اسی کے مطابق عمل کیا۔

اور ڈاڑھی کی شرعی مقدار کا خود اپنی عقل سے پہچاننا مشکل ہے، جس سے ظاہر ہے کہ انہوں نے ایک مٹھی ڈاڑھی کی اس مقدار کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کیا ہے۔

حضرت ابوزرعۃ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

كَانَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ يَقْبِضُ عَلٰى لِحْيَتِهٖ ، ثُمَّ يَأْخُذُ مَا فَضَلَ ، عَنِ الْقُبْضَةِ

(مصنف ابنِ ابی شیبۃ) [2]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اپنی ڈاڑھی کو مٹھی میں پکڑلیا کرتے تھے، پھر جو مٹھی سے زائد ہوتی تھی، اس کو کاٹ دیا کرتے تھے (ابنِ ابی شیبہ)

فائدہ: یہ روایت سند کے لحاظ سے صحیح ہے۔ [3]

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ:

---

[1] باب فی الخضاب والأخذ من اللحیۃ والشارب، رقم الحدیث ۱۰۳۹.

[2] رقم الحدیث ۲۵۹۹۲، کتاب الادب، باب ما قالوا فی الأخذ من اللحیۃ.

[3] بلکہ جناب ناصرالدین البانی صاحب نے اس روایت کو مسلم کی شرط پر صحیح قرار دیا ہے، جیسا کہ ان کی اس سلسلہ میں مفصل عبارت آگے آرہی ہے۔

عَنْ أَبِیْ هُرَيْرَةَ ، أَنَّهُ كَانَ يَأْخُذُ مِنْ لِحْيَتِهٖ مَا جَاوَزَ الْقُبْضَةَ (مصنف ابن ابی شیبہ) [1]

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ایک مٹھی سے زائد ڈاڑھی کے بالوں کو کاٹ دیا کرتے تھے (ابن ابی شیبہ)

حضرت عثمان بن عبید اللہ رحمہ اللہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ:

رَأَيْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يُحْفِيْ عَارِضَيْهِ ، يَأْخُذُ مِنْهُمَا (الطبقات الکبریٰ لابن سعد، ج۴ص۲۴۹، الناشر: دار الکتب العلمیۃ، بیروت) [2]

ترجمہ: میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ اپنے رخساروں (یعنی اوپر کے جبڑے کی طرف) سے (ڈاڑھی کے اضافی بال) کاٹ رہے تھے (ابن سعد)

فائدہ: حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ جن سے ڈاڑھی بڑھانے کے حکم کی اکثر احادیث مروی ہیں، اُن کے ایک مٹھی سے زائد ڈاڑھی کے بال کٹا دینے کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔

دوسرے راوی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں، جن سے ڈاڑھی بڑھانے کی اکثر احادیث مروی ہیں۔

اُن سے بھی ایک مٹھی سے زائد ڈاڑھی کے بال کٹا دینے کا ذکر اس بات کی دلیل ہے کہ ان دونوں جلیل القدر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ڈاڑھی بڑھانے کے حکم کو ایک مٹھی کی مقدار ہونے پر پورا ہونا سمجھا۔

---

[1] رقم الحدیث ۲۵۹۹۹، کتاب الادب، باب ما قالوا فی الأخذ من اللحیۃ.

[2] قال الالبانی:

قلت: و الشیخ المدنی هذا أراه عثمان بن عبید الله ، فإن ابن سعد روی بعده أحادیث بسنده الصحیح عن ابن أبی ذئب عن عثمان بن عبید الله قال: رأیت أبا هریرة یصفر لحیته و نحن فی الکتاب. و قد ذکره ابن حبان فی "الثقات" (3/177) ، فالسند عندی حسن. والله أعلم (السلسلۃ الضعیفۃ تحت رقم الحدیث ۲۳۵۵)

لہٰذا ایک مٹھی سے زائد بالوں کا کٹوا دینا تو جائز ہوا، اور ایک مٹھی پورے ہونے سے پہلے ڈاڑھی کے بالوں کا کٹانے کا جائز ہونا ثابت نہیں ہوا، ان کا ناجائز ہونا اپنی حالت پر برقرار رہا۔

جہاں تک رخساروں سے بال کاٹنے یا مونڈنے کا تعلق ہے، تو اس سے مراد نیچے والے جبڑے کے علاوہ اوپر کے جبڑے کے اوپر ناک کے اطراف اور آنکھوں کے نیچے کے بال ہیں، جو کہ ڈاڑھی کی حد سے خارج ہیں، جس کی تفصیل آگے مسائل کے ذیل میں آتی ہے۔ [1]

حضرت سماک بن یزید رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ كَانَ عَلِيٌّ يَأْخُذُ مِنْ لِحْيَتِهِ مِمَّا يَلِيْ وَجْهَهُ (مصنف ابنِ ابی شیبة) [2]

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے چہرے کی طرف سے ڈاڑھی کے (اضافی) بالوں کو کاٹ دیا کرتے تھے (ابن ابی شیبہ)

فائدہ: چہرہ کی طرف سے ڈاڑھی کے بالوں سے مراد رخسار کے بال ہیں، جس کی وجہ پیچھے گزر چکی ہے۔

حضرت قتادہ رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ جَابِرٌ: لَا نَأْخُذُ مِنْ طُوْلِهَا إِلَّا فِيْ حَجٍّ، أَوْ عُمْرَةٍ (مصنف ابنِ ابی شیبة) [3]

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم ڈاڑھی کے لمبے بالوں کو حج یا

---

[1] عارضيه أى جانبى وجهه تثنية العارض وهو جانب الوجه (حاشية السندى على سنن ابن ماجه، ج ۱، ص ۱۶۲، باب ما جاء فى تخليل اللحية)

والعارِضُ الخَدُّ يقال أَخذ الشعر من عارِضَيْهِ قال اللحيانى عارِضا الوجه وعَرُوضَاه جانباه والعارِضانِ شِعاً الفَم وقيل جانبا اللِّحية (لسان العرب، ج۷، ص ۱۸۰، فصل العين المهملة)

والعارض الخد يقال أخذ من عارضيه من الشعر (البحر الرائق، ج۲ ص ۳۰۲، فصل فى عوارض الفطر فى رمضان)

[2] رقم الحديث ۲۵۹۹۱، كتاب الادب، باب ماقالو فى الاخذ من اللحية .

[3] رقم الحديث ۲۵۹۹۸، كتاب الادب، باب ماقالو فى الاخذ من اللحية .

www.idaraghufran.org

عمرے کے موقع پر ہی کاٹتے ہیں (ابن ابی شیبہ)

فائدہ: ظاہر ہے کہ ڈاڑھی نہ تو روز روز غیر معمولی لمبی ہوتی ہے، اور نہ ہی صحابۂ کرام زندگی میں صرف ایک آدھ مرتبہ حج یا عمرہ پر اکتفاء کرتے تھے، بلکہ مکہ مکرمہ کے قرب و جوار کے رہنے والے صحابۂ کرام وقتاً فوقتاً متعدد حج وعمرے کرتے رہتے تھے، اور یہ حضرات احرام سے فراغت پر ڈاڑھی کے مٹھی سے زائد بالوں کو کاٹنا پسند فرماتے تھے۔

اور اس کی نوبت اسی وقت آ سکتی ہے جبکہ احرام سے نکلتے وقت ایک مٹھی سے زائد ڈاڑھی ہو، کیونکہ ڈاڑھی ایک مٹھی سے کم کرنا جائز نہیں، اس لئے یہ حضرات دیگر اوقات کے بجائے عموماً حج یا عمرہ کے احرام سے فراغت پر ہی یہ عمل انجام دیتے تھے۔

اور اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اگر کوئی حج یا عمرے کے علاوہ دوسرے موقع پر ایک مٹھی سے زیادہ بالوں کو کاٹ دے، تو اس کے لیے جائز نہ ہو، جیسا کہ پہلے گزرا۔

حضرت منصور رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

سَمِعْتُ عَطَاءَ بْنَ أَبِيْ رَبَاحٍ ، قَالَ: كَانُوْا يُحِبُّوْنَ أَنْ يُعْفُوْا اللِّحْيَةَ إِلَّا فِيْ حَجٍّ ، أَوْ عُمْرَةٍ،وَكَانَ إِبْرَاهِيْمُ يَأْخُذُ مِنْ عَارِضِ لِحْيَتِهٖ (مصنف ابن ابی شیبۃ) [1]

ترجمہ: میں نے (جلیل القدر تابعی) حضرت عطاء بن ابی رباح سے سُنا، کہ انہوں نے فرمایا کہ صحابۂ کرام ڈاڑھی بڑھانے کو پسند فرماتے تھے، سوائے حج یا عمرے کے، اور ابراہیم (نخعی) اپنی ڈاڑھی کو کنارے سے کاٹ دیا کرتے تھے (ابن ابی شیبہ)

فائدہ: دیگر روایات میں صحابۂ کرام کا حج وعمرہ کے علاوہ بھی ایک مٹھی سے زائد بالوں کا کاٹنا ثابت ہے، لہٰذا حج وعمرہ کے موقع پر مٹھی سے زائد بالوں کے کاٹنے کو پسند فرمانے سے

---

[1] رقم الحدیث ۲۵۹۹۳، کتاب الادب، باب ماقالو فی الاخذ من اللحیۃ.

www.idaraghufran.org

دوسرے مواقع پر ایک مٹھی سے زائد کاٹنے کا ناجائز ہونا ثابت نہیں ہوتا، اور حج وعمرہ کے بطورِ خاص ذکر کی وجہ پہلے گزر چکی ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ:

أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ سَالِمَ بْنَ عَبْدِ اللهِ كَانَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يُحْرِمَ دَعَا بِالْجَلَمَيْنِ فَقَصَّ شَارِبَهُ وَأَخَذَ مِنْ لِحْيَتِهِ قَبْلَ أَنْ يَرْكَبَ وَقَبْلَ أَنْ يُهِلَّ مُحْرِمًا (مؤطا امام مالک، رقم الحديث ۱۲۸۷، كتاب الحج، باب التقصير)

ترجمہ: انہیں یہ بات پہنچی کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت سالم بن عبداللہ جب احرام باندھنے کا ارادہ فرماتے تو قینچی منگواتے، پھر آپ اپنی مونچھیں اور ڈاڑھی کے (اضافی) بال کاٹتے، اور یہ کام سواری پر سوار ہونے اور احرام کی تکبیر پڑھنے سے پہلے کیا کرتے تھے (موطأ امام مالک)

فائدہ: اس سے پہلے حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں مٹھی سے زائد اضافی بال کاٹنے کی صحیح اور کثیر روایات گزر چکی ہیں، اور یہ روایت ان کے بیٹے حضرت سالم کی ہے، اور ظاہر ہے کہ حضرت سالم نے یہ عمل اپنے والد سے ہی اخذ کیا ہوگا، جس طرح سے کہ ان کے والد حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے اخذ کیا ہوگا، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث پہلے گزر چکی ہیں۔

حضرت طاوس کے بیٹے اپنے والد حضرت طاوس جو کہ جلیل القدر تابعی ہیں، ان کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

أَنَّهُ كَانَ يَأْخُذُ مِنْ لِحْيَتِهِ، وَلَا يُوجِبُهُ (مصنف ابنِ ابی شیبۃ) [1]

ترجمہ: حضرت طاوس اپنی ڈاڑھی کے فاضل بال کاٹ دیا کرتے تھے، اور اُس کو واجب نہیں قرار دیتے تھے (ابن ابی شیبہ)

---

[1] رقم الحديث ۲۵۹۹۴، كتاب الادب، باب ماقالوا فى الاخذ من اللحية.

www.idaraghufran.org

فائدہ: حضرت طاوس نے بھی ڈاڑھی کے اضافی بالوں کو کاٹنے کا یہ مسئلہ ظاہر ہے کہ صرف اپنی عقل سے نہیں سمجھا ہوگا، بلکہ صحابۂ کرام سے ہی اخذ کیا ہوگا۔

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ جو کہ جلیل القدر تابعی ہیں، وہ فرماتے ہیں کہ:

كَانُوا يُرَخِّصُونَ فِيمَا زَادَ عَلَى الْقُبْضَةِ مِنَ اللِّحْيَةِ أَنْ يُؤْخَذَ مِنْهَا (مصنف ابن ابی شیبۃ)[1]

ترجمہ: صحابۂ کرام وتابعین ایک مٹھی سے زائد ڈاڑھی کو کاٹ دینے کی اجازت دیا کرتے تھے (ابن ابی شیبہ)

فائدہ: حضرت ابنِ عمر اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کے بارے میں تو صراحتاً ایک مٹھی سے زائد ڈاڑھی کے کاٹ دینے کا ذکر پیچھے گزر چکا ہے، اور حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کے اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ دیگر صحابۂ کرام اور جلیل القدر تابعین بھی ایک مٹھی سے زائد ڈاڑھی کے بالوں کے کاٹنے کو جائز قرار دیتے تھے۔

اس سے تین باتیں معلوم ہوئیں، ایک یہ کہ ایک مٹھی سے زائد بالوں کا کاٹنا جائز ہے، اور دوسرے یہ کہ ایک مٹھی سے کم ہونے کی صورت میں ڈاڑھی کے بالوں کا کاٹنا جائز نہیں، کیونکہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے ایک مٹھی کے بعد ہی کاٹنے کا جائز ہونا ثابت ہے، اس سے کم کا جائز ہونا ثابت نہیں، اور تیسرے یہ کہ ایک مٹھی سے زائد ڈاڑھی کے بالوں کے کاٹ دینے کا صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا معمول تھا۔

حضرت ابوھلال فرماتے ہیں کہ میں نے جلیل القدر تابعین حضرت حسن بصری اور حضرت ابنِ سیرین رحمہما اللہ سے ڈاڑھی کے بالوں کے کاٹنے کے بارے میں سوال کیا تو :

فَقَالَا: لَا بَأْسَ بِهِ أَنْ تَأْخُذَ مِنْ طُوْلِ لِحْيَتِكَ (مصنف ابن ابی شیبۃ)[2]

ترجمہ: حضرت حسن بصری اور حضرت ابنِ سیرین رحمہما اللہ دونوں نے جواب

---

[1] رقم الحدیث ۲۵۹۹۵، کتاب الادب، باب ماقالو فی الاخذ من اللحیۃ.

[2] رقم الحدیث ۲۶۰۰۰، کتاب الادب، باب ماقالو فی الاخذ من اللحیۃ.

www.idaraghufran.org

میں فرمایا کہ آپ کو اپنی (ایک مٹھی) سے زیادہ لمبی ڈاڑھی کے بال کاٹنے میں کوئی حرج نہیں (ابن ابی شیبہ)

فائدہ: پیچھے حضرت حسن بصری رحمہ اللہ کی وہ روایت گزر چکی ہے، جس میں صحابۂ کرام اور جلیل القدر تابعین سے ایک مٹھی کے بعد ڈاڑھی کے بال کاٹنے کا جائز ہونا ثابت ہے۔

حضرت حسن بصری اور ابنِ سیرین رحمہما اللہ نے جو لمبی ڈاڑھی کے اضافی بال کاٹنے کے جائز ہونے کا فتویٰ دیا، وہ صحابۂ کرام اور جلیل القدر تابعین کی اتباع ہی میں تھا۔

حضرت منصور رحمہ اللہ، حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ:

كَانُوْا يُطَيِّبُوْنَ لُحَاهُمْ وَيَأْخُذُوْنَ مِنْ عَوَارِضِهَا (مصنف ابن ابی شیبۃ) [1]

ترجمہ: صحابۂ کرام اور جلیل القدر تابعین اپنی ڈاڑھیوں کو خوشبو لگایا کرتے تھے، اور اپنی ڈاڑھیوں کے اطراف و جوانب کاٹ دیا کرتے تھے (ابن ابی شیبہ)

فائدہ: اس روایت سے معلوم ہوا کہ صحابۂ کرام ڈاڑھی کے کناروں کو کاٹ دیا کرتے تھے، اور دوسری روایات میں اس کی بھی وضاحت ہے کہ وہ ایک مٹھی سے زائد کے بال کاٹا کرتے تھے، لہٰذا اس کا مطلب بھی وہی ہے کہ ایک مٹھی سے زائد جو بھی بالوں کے کنارے نکلتے، ان کو کاٹ دیا کرتے تھے، اور یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ جو بال نیچے کے جبڑے کی حدود سے باہر اور اوپر کے جبڑے کی حد میں ہوتے، ان کو کاٹ دیا کرتے تھے، کیونکہ وہ ڈاڑھی کی شرعی حدود سے باہر ہوتے تھے، دونوں مطلب اپنی جگہ درست ہیں۔ [2]

---

[1] رقم الحدیث ۲۶۰۰۱، کتاب الادب، باب ماقالو فی الاخذ من اللحیۃ.

[2] العارِضُ " :النَّاحِيَةُ . "يُقَال :إِنَّهُ لَشَدِيدُ العَارِضِ أىْ شَدِيدُ النَّاحِيَةِ ذُو جَلَدٍ وكَذلِکَ العَارِضَة(تاج العروس، ج۱۸، ص۳۹۰، مادۃ "عرض")

(العارض) ما اعترض فی الأفق فسده من جراد أو نحل والسحاب المطل وفی التنزیل العزیز) قالوا هذا عارض ممطرنا (والجبل وجانب الوجه وصفحة الخد وهما عارضان يقال هو خفيف العارضين شعر العارضين وصفحة العنق والآفة تعرض في الشيء والحائل و المانع يقال عرض له عارض والثنية من الأسنان وهي الثنايا (ج) عوارض ويقال امرأة نقية العوارض.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت امام بیہقی رحمہ اللہ حضرت ابراہیم رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ:

كَانُوْا يَأْخُذُوْنَ مِنْ جَوَانِبِهَا وَيُنَظِّفُوْنَهَا يَعْنِي اللِّحْيَةَ (شعب الإيمان للبيهقي، رقم الحديث ٦٠١٨، فصل في الاخذ من اللحية والشارب)

ترجمہ: صحابہ کرام اپنی ڈاڑھیوں کے کناروں کو (جو ایک مٹھی سے زائد ہوتے) کاٹ دیا کرتے تھے، اور ڈاڑھی کو صاف رکھا کرتے تھے (بیہقی) [1]

فائدہ: اگر ڈاڑھی کو اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے، اور ایک مٹھی سے زیادہ لمبے بال ہونے اور اوپر کے جبڑے کی حدود میں اُگنے کی صورت میں ان کو سنوارا اور درست نہ کیا جائے، تو ڈاڑھی کی خوبصورتی میں خلل پڑ جاتا ہے۔

اس لیے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور تابعینِ عظام ایک مٹھی سے زائد برابر اور نیچے کے جبڑے سے خارج بالوں کو کاٹ دیا کرتے تھے، جس سے ڈاڑھی گول اور خوبصورت ہو جاتی تھی، اور اس کا بھدّا پن ختم ہو جاتا تھا، جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈاڑھی مبارک بھی ایسی ہی ہوتی تھی (جس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے)

حضرت افلح فرماتے ہیں کہ:

كَانَ الْقَاسِمُ إِذَا حَلَقَ رَأْسَهُ أَخَذَ مِنْ لِحْيَتِهِ وَشَارِبِهِ (مصنف ابن ابی شیبۃ) [2]

ترجمہ: حضرت قاسم جب اپنا سر منڈایا کرتے تھے، تو اپنی ڈاڑھی کے (فاضل بال) کاٹ دیا کرتے تھے، اور اپنی مونچھیں بھی (ابن ابی شیبہ)

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

(العارضة) صفحة الخد والثنية من الأسنان والخشبة العليا التي يدور فيها الباب ويقال هو قوي العارضة ذو جلد وصرامة وقدرة على الكلام وذو بديهة ورأي جيد (ج) عوارض والعوارض (المعجم الوسيط، ج ٢، ٥٩٤، باب العين)

[1] قلت : وهذا إسناد جيد ؛ من فوق البصري كلهم ثقات من رجال "التهذيب" (سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة للالباني تحت رقم الحديث ٥٤٥٣)

[2] رقم الحديث ٢٥٩٩٦، كتاب الادب، باب ماقالو في الاخذ من اللحية .

فائدہ: ظاہر ہے کہ وہ صحابۂ کرام کی اتباع میں ہی ایک مٹھی سے زائد اضافی بالوں کو کاٹا کرتے تھے، نہ کہ اس سے کم مقدار کو کاٹا کرتے تھے۔

اور کئی جلیل القدر مفسرین نے ڈاڑھی کے ایک مٹھی سے زائد بال کٹا دینے کو قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیت:

"ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ" (سورة الحج رقم الآية ۲۹)

کہ پھر چاہئے کہ اپنے "تفث" کو پورا کرلیں۔

کی تفسیر میں داخل میں مانا ہے۔

چنانچہ جلیل القدر تابعی اور عظیم مفسر حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ قَالَ اَلتَّفَثُ حَلْقُ الرَّأْسِ وَالْعَانَةِ وَقَصُّ اللِّحْيَةِ وَالشَّارِبِ وَالْاَظْفَارِ وَرَمْيِ الْجِمَارِ (تفسير مجاهد) [1]

ترجمہ: پھر چاہئے کہ اپنے تفث کو دور کرلیں، تفث سے مراد سر منڈانا، زیرِ ناف بال مونڈنا، ڈاڑھی کے اضافی بال کاٹنا، اور مونچھوں کے بال کاٹنا، اور ناخن کاٹنا، اور شیطان کو کنکریاں مارنا ہے (تفسیر مجاہد)

اور ابنِ جریر رحمہ اللہ نے حضرت مجاہد رحمہ اللہ سے ان الفاظ میں روایت کیا ہے کہ:

(ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ) قَالَ: حَلْقُ الرَّأْسِ، وَحَلْقُ الْعَانَةِ، وَقَصُّ الْاَظْفَارِ، وَقَصُّ الشَّارِبِ، وَرَمْيُ الْجِمَارِ، وَقَصُّ اللِّحْيَةِ (تفسير الطبری) [2]

ترجمہ: پھر چاہئے کہ اپنے تفث کو دور کرلیں، تفث سے مراد سر منڈانا، زیرِ ناف

---

[1] ج ۱ ص ۴۸۰، تحت آیت ۲۹ من سورة الحج.

[2] ج ۱۶ ص ۵۲۷، تحت آیت ۲۹ من سورة الحج.

قال الالبانی:

"رواه ابن جرير بسند صحيح أيضا .(السلسلة الضعيفة تحت رقم الحديث ۲۳۵۵)

www.idaraghufran.org

بال کاٹنا، اور ناخن کاٹنا، اور مونچھوں کے بال کاٹنا، اور شیطان کو کنکریاں مارنا اور ڈاڑھی کے اضافی بال کاٹنا ہے (طبری)

اور حضرت محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّهُ كَانَ يَقُوْلُ فِيْ هٰذِهِ الْآيَةِ: (ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ) رَمْيُ الْجِمَارِ، وَذَبْحُ الذَّبِيْحَةِ، وَأَخْذٌ مِّنَ الشَّارِبَيْنِ وَاللِّحْيَةِ وَالْأَظْفَارِ، وَالطَّوَافِ (تفسیر الطبری) [1]

ترجمہ: محمد بن کعب قرظی اس آیت کے بارے میں جس میں ارشاد ہے کہ پھر چاہئے کہ اپنے تفث کو دور کرلیں؛ فرماتے تھے کہ تفث سے مراد شیطان کو کنکریاں مارنا، اور (حج کی) قربانی کرنا، اور مونچھوں کے بال کاٹنا، اور ڈاڑھی کے اضافی بال کاٹنا ہے، اور ناخن کاٹنا، اور طواف کرنا ہے (طبری)

اور حضرت عطاء، حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ:

اَلتَّفَثُ الْحَلْقُ وَالتَّقْصِيْرُ وَالرَّمْيُ وَالذَّبْحُ وَالْأَخْذُ مِنَ الشَّارِبِ وَاللِّحْيَةِ وَنَتْفُ الْإِبِطِ وَقَصُّ الْأَظْفَارِ (معانی القرآن الكريم للامام ابی جعفر النحاس المتوفی ۳۳۸ھ، ج۴ص۴۰۲، تحت آیت ۲۹ من سورة الحج) [2]

ترجمہ: تفث سے مراد سر کے بال منڈانا اور کٹانا، اور شیطان کو کنکریاں مارنا، اور حج کی قربانی کرنا، اور مونچھوں کے بال کاٹنا، اور ڈاڑھی کے اضافی بال کاٹنا

---

[1] ج۱۶ ص۵۲۶، تحت آیت ۲۹ من سورة الحج.
قال الالبانی:
رواه ابن جرير ايضا ، و إسناده صحيح ، أو حسن على الأقل (السلسلة الضعيفة ،تحت رقم الحديث ۲۳۵۵)

[2] وقال الالبانی:
رواه ابن أبی شيبة (۸۵/۴) و ابن جرير فی "التفسير" (۱۰۹/۱۷) بسند صحيح (السلسلة الضعيفة تحت رقم الحديث ۲۳۵۵)

www.idaraghufran.org

ہے، اور بغل کے بال دور کرنا، اور ناخن کاٹنا ہے (معانی القرآن)

فائدہ: جب حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے صحیح سند کے ساتھ یہ بات ثابت ہوگئی کہ انہوں نے ڈاڑھی کے اضافی بالوں کو کاٹنا بھی مذکورہ آیت کی تفسیر میں داخل مانا ہے، تو کم از کم اس کو مرفوع حدیث کا درجہ حاصل ہے، کیونکہ ایسی چیز کو عقل سے نہیں پہچانا جاسکتا۔

جس سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ صحابۂ کرام نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حج وعمرہ کے وقت اس عمل کو کرتے ہوئے دیکھا یا اس سے متعلق ارشاد سنا ہوگا۔ [1]

یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ صحابۂ کرام وتابعینِ عظام کے حج وعمرہ سے پہلے، حج وعمرہ کے بعد اور دیگر اوقات میں ایک مٹھی سے زائد ڈاڑھی کے بالوں کو کاٹنے میں درحقیقت کوئی ٹکراؤ نہیں، کیونکہ کسی موسم اور عمر کے کسی حصے میں بال جلدی بڑے ہوتے ہیں، اور کسی میں کم، اور اسی طرح کسی کے جلدی بڑے ہوتے ہیں؛ اور کسی کے دیر سے، مقصود سب سے یہ ہے کہ ایک مٹھی سے زائد کو کٹا دیا کرتے تھے۔

---

[1] فقہائے حنفیہ کے نزدیک "تفث" اس میل کچیل وغیرہ کا نام ہے، جو بالوں اور ناخنوں کے اضافہ اور لمبا ہونے کی وجہ سے پیدا ہو، اور ڈاڑھی کا ایک مشت سے زیادہ ہونا اضافی اور لمبا ہونا ہے، اس لئے احرام سے خروج کے وقت جس کی ڈاڑھی کے بال مذکورہ مقدار سے زیادہ طویل ہوں، اس کو ان اضافی بالوں کا دور کرنا قضائے تفث میں داخل ہوگا۔

تاہم احرام سے خروج کے لئے مذکورہ ازالۂ تفث شرط نہیں، اور اس کے لئے حلق یا تقصیر الرأس کافی ہے۔

ثم ليقضوا تفثهم هو في الأصل الوسخ والقذر وعن قطرب تفث الرجل كثر وسخه في سفره وقال أبو محمد البصري :التفث من التف وهو وسخ الأظفار وقلبت الفاء ثاء كما في مغثور وفسره جمع هنا بالشعور والأظفار الزائدة ونحو ذلك والقضاء في الأصل القطع والفصل واريد به الإزالة مجازا اى ليزيلوا ذلك بتقليم الأظفار والأخذ من الشوارب والعارضين كما في رواية عن ابن عباس (روح المعاني، ج۹ ص ۱۳۹، تحت آيت ۲۹ من سورة الحج)

(ثُمَّ لْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ) التفث :الوسخ والقذارة من طول الشعر والأظفار والشعث، تقول العرب لمن تستقذره :ما أتفثك :أي :ما أوسخك .والحاج أشعث أغبر، لم يحلق شعره ولم يقلم ظفره، فقضاء التفث :إزالة هذه الأشياء ليقضوا تفثهم، أي :ليزيلوا أدرانهم(تفسير البغوي، ج۳ ص ۳۳۶، تحت آيت ۲۹ من سورة الحج)

قال الكرخي قضاء التفث هو قص الشعر وحلق الراس وتقليم الأظفار ونتف الإبط وحلق العانة وقيل التفث الوسخ من طول الشعر والأظفار وقضاؤه إزالته(الجوهرة النيرة، ج ۱ ص ۱۵۲، كتاب الحج)

اور جب ڈاڑھی کے اضافی بال کاٹنا قرآن مجید کی آیت کی تفسیر سے ثابت ہوا تو ڈاڑھی کے ایک مٹھی سے زائد بالوں کے کاٹنے کے جائز ہونے کا ثبوت اور زیادہ قوی ہوگیا، کہ وہ احادیث وروایات اور صحابہ وتابعین کے آثار کے علاوہ قرآن مجید کی آیت کی تفسیر سے بھی ثابت ہے۔

نیز جمہور فقہائے کرام کے نزدیک بھی ایک مٹھی کے بعد اضافی بالوں کا کاٹ دینا جائز بلکہ بعض کے نزدیک سنت یا مستحب ہے، جیسا کہ آگے آتا ہے۔

اس بحث کا خلاصہ

مذکورہ احادیث وروایات، قرآن مجید کی آیت کی تفسیر اور صحابۂ کرام وتابعینِ عظام کے قول وفعل سے ایک مٹھی کی مقدار کے بعد ڈاڑھی کے اضافی بالوں اور اسی طرح ڈاڑھی کی اصل حدود (یعنی نیچے کے جبڑے) سے باہر رخسار پر اُگنے والے بالوں کو کاٹنے کا جائز ہونا ثابت ہوا۔

اور یہ بات معلوم ہوگئی کہ کم ازکم ایک مٹھی تک ڈاڑھی بڑھانا واجب ہے، اور اس سے زیادہ واجب نہیں، بلکہ اس کے بعد اضافی بالوں کو کاٹ دینا کم ازکم جائز جبکہ بعض کے نزدیک سنت ومستحب ہے، اور یہی حق اور صحیح ہے، اور صحابۂ کرام کی پاکیزہ اور مقدس جماعت جو کہ ''اہل السنۃ والجماعۃ'' کا سب سے پہلا طبقہ یا اوّل مِصداق ہے، اس کا یہی معمول رہا ہے۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

فقہائے کرام ومحدثینِ عظام سے ثبوت

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث اور صحابۂ کرام وتابعینِ عظام کی روایات وآثار کے بعد اب ہم فقہاء ومحدثین کی چند عبارات پیش کرتے ہیں، تاکہ معلوم ہو کہ انہوں نے بھی دراصل مذکورہ احادیث وروایات اور آثار کی پیروی کرتے ہوئے ہی ڈاڑھی منڈانے یا ایک مٹھی سے کم کرانے کو گناہ اور ایک مٹھی سے زائد کاٹنے کو جائز قرار دیا ہے، اور انہوں نے اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کی (جیسا کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں)

امام بیہقی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

فَقَدْ يُحْتَمَلُ أَنْ يَكُوْنَ لِعَفْوِ اللُّحٰى حَدٌّ وَهُوَ مَا جَاءَ عَنِ الصَّحَابَةِ فِيْ ذٰلِكَ فَرُوِيَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ كَانَ يَقْبِضُ عَلٰى لِحْيَتِهٖ فَمَا فَضَلَ عَنْ كَفِّهٖ أَمَرَ بِأَخْذِهٖ، وَكَانَ الَّذِيْ يَحْلِقُ رَأْسَهٗ يَفْعَلُ ذٰلِكَ بِأَمْرِهٖ، وَيَأْخُذُ عَارِضَيْهِ وَيُسَوِّيْ أَطْرَافَ لِحْيَتِهٖ وَكَانَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ يَأْخُذُ بِلِحْيَتِهٖ، ثُمَّ يَأْخُذُ مَا يُجَاوِزُ الْقُبْضَةَ (شعب الایمان) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ڈاڑھی بڑھانے کا حکم فرمایا، اس میں اس بات کا احتمال (وامکان) ہے کہ ڈاڑھی بڑھانے کی کوئی حد مقرر ہو، اور وہ مقدار وہ ہے، جو اس سلسلہ میں صحابہ سے مروی ہے، پس حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ اپنی ڈاڑھی کو مٹھی میں پکڑتے تھے، پس جو ڈاڑھی ان کی مٹھی سے زائد ہوتی تھی، اس کو کاٹ دیا کرتے تھے، اور جو آپ کے سر کو مونڈتا تھا، وہ آپ کے حکم سے ایسا کرتا تھا، اور وہ رخسار کے (یعنی اوپر کے جبڑے پر اگنے والے) بالوں کو کاٹ دیا کرتے تھے، اور اپنی ڈاڑھی کے کناروں کو برابر کرلیا کرتے تھے،

---

[1] ج۸ص ۲۱۱، تحت رقم الحدیث ۶۰۱۲، فصل فی الاخذ من اللحیۃ والشارب.

www.idaraghufran.org

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اپنی ڈاڑھی کو مٹھی میں پکڑا کرتے تھے، اور جو مٹھی سے زائد ہوتی، اس کو کاٹ دیا کرتے تھے (بیہقی)

فائدہ: عظیم محدث امام بیہقی رحمہ اللہ (جو کہ امام شافعی رحمہ اللہ کے مسلک کے حامی ہیں) کے اس کلام سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ڈاڑھی بڑھانے کا حکم فرمایا ہے، اس کی مقدار میں وہ احتمال قوی ہے، جو صحابۂ کرام سے مروی ہے، اور وہ ایک مٹھی کی مقدار ہے۔

بریقۂ محمودیہ میں ہے کہ:

فِی التَّاتَارْخَانِیَّۃِ عَنِ التَّجْنِیْسِ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: اُحْفُوْا الشَّوَارِبَ وَاعْفُوْا اللُّحٰی، اَیْ قُصُّوْا الشَّوَارِبَ وَاتْرُکُوْا اللُّحٰی کَمَا ھِیَ وَلَا تَحْلِقُوْھَا وَلَا تَقْطَعُوْھَا وَلَا تُنْقِصُوْھَا مِنْ قَدْرِ الْمَسْنُوْنِ وَھُوَ الْقُبْضَۃُ (بریقۃ محمودیۃ فی شرح طریقۃ محمدیۃ وشریعۃ نبویۃ، ج۵ص۲۰۵، باب ومن آفات الید إھلاک المال أو نقصہ)

ترجمہ: تاتارخانیہ میں تجنیس کے حوالہ سے مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مونچھیں چھوٹی کرو اور ڈاڑھیوں کو بڑھاؤ، جس کا مطلب یہ ہے کہ مونچھوں کو تو کٹا دو، اور ڈاڑھیوں کو اپنے حال پر رہنے دو، ڈاڑھیوں کو نہ کٹاؤ اور نہ منڈاؤ، اور نہ ہی سنت سے ثابت شدہ مقدار سے کم کرو جو کہ ایک مٹھی ہے (بریقہ محمودیہ)

فائدہ: ڈاڑھی کی سنت سے ثابت شدہ مقدار ایک مٹھی ہے، اس لئے ایک مٹھی سے کم کرانا تو جائز نہیں، اور ایک مٹھی کے بعد کاٹنا جائز ہے۔

نصاب الاحتساب میں ہے کہ:

اُحْفُوْا الشَّوَارِبَ وَاعْفُوْا اللُّحٰی کَمَا ھِیَ اَیْ قُصُّوْا الشَّوَارِبَ وَاتْرُکُوْا اللُّحٰی کَمَا ھِیَ وَلَا تَحْلِقُوْھَا وَلَا تَنْقُصُوْھَا مِنَ الْقَدْرِ

الْمَسْنُوْنِ وَهُوَ الْقُبْضَةُ (نصاب الاحتساب، ص ۱۲۲، الباب السادس فی الاحتساب علی الفقراء)

ترجمہ: (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ) مونچھیں کٹاؤ اور ڈاڑھیوں کو بڑھاؤ، جس کا مطلب یہ ہے کہ مونچھوں کو تو کٹادو، اور ڈاڑھی کو اپنے حال پر رہنے دو، اس کو نہ تو منڈاؤ اور نہ ہی سنت سے ثابت شدہ مقدار سے کم کرو جو کہ ایک مٹھی ہے (نصاب الاحتساب)

فائدہ: ایک مٹھی کی مقدار سے کم تو ثابت نہیں، اس لئے اس سے کم کرنا جائز نہیں، اور ایک مٹھی کے بعد کاٹنا ثابت ہے۔

الاختیار میں ہے کہ:

قَالَ مُحَمَّدٌ عَنْ أَبِيْ حَنِيْفَةَ: تَرْكُهَا حَتّٰى تَكِثَّ وَتَكْثُرَ وَالتَّقْصِيْرُ فِيْهَا سُنَّةٌ، وَهُوَ أَنْ يَقْبِضَ الرَّجُلُ لِحْيَتَهُ فَمَا زَادَ عَلٰى قَبْضَتِهٖ قَطَعَهُ لِأَنَّ اللِّحْيَةَ زِيْنَةٌ وَكَثْرَتَهَا مِنْ كَمَالِ الزِّيْنَةِ وَطُوْلَهَا الْفَاحِشَ خِلَافُ السُّنَّةِ (الاختیار لتعلیل المختار) [1]

ترجمہ: امام محمد رحمہ اللہ نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہوئے فرمایا کہ ڈاڑھی کو چھوڑے رکھنا، یہاں تک کہ وہ بڑھ جائے اور زیادہ ہوجائے، اور اس کو اس طرح سے کاٹ لینا سنت ہے کہ آدمی اپنی ڈاڑھی کو مٹھی میں پکڑے، پس جو مقدار مٹھی پر زائد ہو، اس کو کاٹ دے، کیونکہ ڈاڑھی زینت ہے، اور اس کو بڑھانا کمالِ زینت ہے، اور اس کا غیر معمولی لمبا ہونا خلافِ سنت ہے (الاختیار)

منحۃ الخالق میں ہے کہ:

وَقَالَ: أَصْحَابُنَا الْإِعْفَاءُ تَرْكُهَا حَتّٰى تَكِثَّ وَتَكْثُرَ وَالْقَصُّ سُنَّةٌ فِيْهَا،

---

[1] ج ۴، ص ۱۶۷، کتاب الکراھیۃ، فصل فی آداب للمؤمن ینبغی أن یحافظ علیھا.

www.idaraghufran.org

وَهُوَ أَنْ يَقْبِضَ الرَّجُلُ لِحْيَتَهُ فَمَا زَادَ مِنْهَا عَلٰى قُبْضَةٍ قَطَعَهَا كَذٰلِكَ ذَكَرَ مُحَمَّدٌ فِيْ كِتَابِ الْآثَارِ عَنْ أَبِيْ حَنِيْفَةَ قَالَ: وَبِهٖ نَأْخُذُ وَذَكَرَ هُنَالِكَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّهُ كَانَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ (منحة الخالق علی هامش البحر الرائق، ج۳ص ۱۲، کتاب الحج، باب الجنایات فی الحج)

ترجمہ: اور ہمارے فقہاء نے فرمایا کہ ڈاڑھی بڑھانے کا مطلب اس کو چھوڑ دینا ہے، یہاں تک کہ وہ گھنی اور زیادہ ہو جائے، اور باقی کو اس طرح کاٹ دینا سنت ہے کہ آدمی اپنی ڈاڑھی کو مٹھی میں پکڑے، اور جو مٹھی سے زیادہ ہو، اسے کاٹ دے، اسی طرح امام محمد نے کتاب الآثار میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے، اور فرمایا کہ ہم اسی کو لیتے ہیں، اور امام محمد نے کتاب الآثار میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا ہے کہ وہ ایک مٹھی سے زائد ڈاڑھی کو کاٹ دیا کرتے تھے (منحۃ الخالق)

فائدہ: ان عبارات سے بھی معلوم ہوا کہ ایک مٹھی سے زیادہ ڈاڑھی کو کاٹ دینا نہ صرف یہ کہ جائز ہے، بلکہ سنت ہے۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے کہ:

وَالْقَصُّ سُنَّةٌ فِيْهَا وَهُوَ أَنْ يَقْبِضَ الرَّجُلُ لِحْيَتَهُ فَإِنْ زَادَ مِنْهَا عَلٰى قُبْضَتِهٖ قَطَعَهُ كَذَا ذَكَرَ مُحَمَّدٌ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى فِيْ كِتَابِ الْآثَارِ عَنْ أَبِيْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى قَالَ وَبِهٖ نَأْخُذُ كَذَا فِيْ مُحِيْطِ السَّرَخْسِيِّ (الفتاویٰ الھندیۃ، ج۵ص ۳۵۸، کتاب الکراھیۃ، الباب التاسع عشر)

ترجمہ: اور ڈاڑھی کو اس طرح کاٹ دینا سنت ہے کہ آدمی اپنی ڈاڑھی کو مٹھی میں پکڑے، اور جو مٹھی سے زیادہ ہو، اسے کاٹ دے، اسی طرح امام محمد نے کتاب الآثار میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت کیا ہے، اور فرمایا کہ ہم اسی کو لیتے

ہیں، اور محیط سرخسی میں بھی اسی طرح ہے(عالمگیریہ)

فائدہ: اس عبارت سے بھی واضح طور پر معلوم ہوا کہ ایک مٹھی سے زیادہ ڈاڑھی کے بالوں کو کاٹ دینا جائز سے بھی بڑھ کر سنت ہے۔

العنایہ شرح الہدایہ میں ہے کہ:

وَذَكَرَ أَبُوْ حَنِيْفَةَ رَحِمَهُ اللّٰهُ فِيْ آثَارِهٖ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ: أَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ يَقْبِضُ عَلٰى لِحْيَتِهٖ وَيَقْطَعُ مَا وَرَاءَ الْقُبْضَةِ، وَبِهٖ أَخَذَ أَبُوْ حَنِيْفَةَ وَأَبُوْ يُوْسُفَ وَمُحَمَّدٌ رَحِمَهُمُ اللّٰهُ (العنایۃ شرح الھدایۃ) [1]

ترجمہ: اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اپنے آثار میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے ذکر کیا ہے، کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اپنی ڈاڑھی کو مٹھی میں پکڑ لیا کرتے اور مٹھی سے زائد کو کاٹ دیا کرتے تھے، اور اسی کو امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ نے لیا ہے (عنایہ)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہ اور صاحبین رحمہم اللہ سب کے نزدیک ایک مٹھی کے بعد ڈاڑھی کو کاٹ دینا چاہئے، اور اس کو اپنے حال پر ایک مٹھی سے زیادہ لمبا نہیں چھوڑنا چاہئے۔

حاشیۃ الطحطاوی علی المراقی میں ہے کہ:

وَأَمَّا اللِّحْيَةُ فَذَكَرَ مُحَمَّدٌ فِي الْآثَارِ عَنِ الْإِمَامِ أَنَّ السُّنَّةَ أَنْ يَّقْطَعَ مَا زَادَ عَلٰى قُبْضَةِ يَدِهٖ قَالَ وَبِهٖ نَأْخُذُ كَذَا فِيْ مُحِيْطِ السَّرْخَسِيِّ وَكَذَا يَأْخُذُ مِنْ عَرْضِهَا مَا طَالَ وَخَرَجَ عَنِ السَّمْتِ التَّقَرُّبِ مِنَ التَّدْوِيْرِ مِنْ جَمِيْعِ الْجَوَانِبِ لِأَنَّ الْإِعْتِدَالَ مَحْبُوْبٌ وَالطُّوْلَ الْمُفْرِطَ قَدْ يُشَوِّهُ الْخِلْقَةَ وَيُطْلِقُ أَلْسِنَةَ الْمُغْتَابِيْنَ وَأَخْرَجَ الطَّبْرَانِيُّ عَنْ عُمَرَ

---

[1] ج۲ ص۳۴۷، ۳۴۸، کتاب الصوم، باب ما یوجب القضاء والکفارۃ.

أَنَّـهُ أَخَـذَ مِـنْ لِـحْيَةِ رَجُـلٍ مَـا زَادَ عَـلَى الْقُبْضَةِ ثُمَّ قَالَ لَهُ يَتْرُكُ أَحَدُكُمْ نَفْسَهُ حَتّٰى يَكُوْنَ كَأَنَّهُ سَبُعٌ مِّنَ السِّبَاعِ (حاشية الطحطاوی علی المراقی، ص ۵۲۶، باب الجمعة)

ترجمہ: رہا ڈاڑھی کا معاملہ تو امام محمد نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے آثار میں ذکر کیا ہے کہ سنت یہ ہے کہ اپنے ہاتھ کی مٹھی سے زائد کو کاٹ دے اور فرمایا کہ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں، محیط سرخسی میں اسی طرح سے ہے، اور اسی طرح چوڑائی کی طرف سے جو ڈاڑھی کے بال ایک مٹھی سے زیادہ لمبے ہو جائیں تو انہیں بھی کاٹ دینا چاہئے، تاکہ ہر طرف سے گول ہو کر ایک مٹھی کے برابر ہو جائے، کیونکہ اعتدال کو شریعت میں پسند کیا گیا ہے، اور اعتدال سے زیادہ لمبی ہونے سے بسا اوقات چہرہ بدنما ہو جاتا ہے، اور لوگوں کی غیبت (ونکتہ چینی) کرنے کا بھی باعث ہوتا ہے، اور طبرانی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے ایک آدمی کی مٹھی سے زیادہ لمبی ڈاڑھی کو کٹوا دیا تھا، اور پھر اس کو فرمایا تھا کہ تم میں سے بعض اپنے آپ کو اس طرح چھوڑ دیتے ہیں، جیسا کہ درندوں میں سے کوئی درندہ ہو (طحطاوی)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ ایک مٹھی سے زیادہ لمبی ڈاڑھی کو کاٹ دینا چاہئے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مذکورہ واقعہ کا علامہ ابنِ حجر، علامہ عینی اور امام ابنِ بطال رحمہم اللہ نے بھی بخاری کی شرح میں ذکر فرمایا ہے۔[1]

---

[1] فقد قال الطبری ذهب قوم إلى ظاهر الحديث فكرهوا تناول شیء من اللحية من طولها ومن عرضها وقال قوم إذا زاد على القبضة يؤخذ الزائد ثم ساق بسنده إلى ابن عمر أنه فعل ذلک وإلى عمر أنه فعل ذلک برجل ومن طريق أبی هريرة أنه فعله (فتح الباری لابنِ حجر، ج ۱۰ ص ۳۵۰، کتاب اللباس، باب تقليم الاظفار)

وروی عن عمر رضی الله عنه، أنه رای رجلا قد ترک لحيته حتى كبرت فاخذ بجذيها ثم قال: ائتونی بحلمتين ثم امر رجلا فجزما تحت يده، ثم قال :إذهب فأصلح شعرک أو افسده، يترک

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

درمختار میں ہے کہ:

بِقَدْرِ الْمَسْنُوْنِ وَهُوَ الْقَبْضَةُ وَصَرَّحَ فِي النِّهَايَةِ بِوُجُوْبِ قَطْعِ مَا زَادَ عَلَى الْقُبْضَةِ بِالضَّمِّ ، وَمُقْتَضَاهُ الْإِثْمُ بِتَرْكِهِ إِلَّا أَنْ يُحْمَلَ الْوُجُوْبُ عَلَى الثُّبُوْتِ ، وَأَمَّا الْأَخْذُ مِنْهَا وَهِيَ دُوْنَ ذٰلِكَ كَمَا يَفْعَلُهُ بَعْضُ الْمَغَارِبَةِ ، وَمُخَنَّثَةُ الرِّجَالِ فَلَمْ يُبِحْهُ أَحَدٌ ، وَأَخْذُ كُلِّهَا فِعْلُ يَهُوْدِ الْهِنْدِ وَمَجُوْسِ الْأَعَاجِمِ (الدرالمختار مع ردالمحتار ج۲ ص ۴۱۸، کتاب الصوم،باب مایفسد الصوم وما لا یفسدہ)

ترجمہ: ڈاڑھی کی سنت مقدار ایک مٹھی ہے،اورنہایہ میں اس بات کی وضاحت فرمائی ہے کہ جوایک مٹھی سے زیادہ ہو،اس کوکاٹناواجب ہے،اوراس کا تقاضا یہ ہے کہ اگرایک مٹھی سے زیادہ کونہیں کاٹاجائے گا،تو گناہ ہوگا،مگر یہ کہ وجوب کے لفظ سے مرادثبوت لیا جائے (تو اس معنیٰ کے اعتبار سے گناہ نہیں ہوگا)اورایک مٹھی سے کم کرنا جیسا کہ بعض مغرب کے لوگ اورمَردوں میں ہیجڑے (مزاج

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

احدکم نفسه حتى كأنه سبع من السباع(عمدة القارى،ج۲۲ص۴۶،۴۷، كتاب اللباس، باب تقليم الاظفار)

روى عن عمر أنه رأى رجلا قد ترك لحيته حتى كثرت فأخذ بحليها ثم قال :ائتونى بجلمين ثم امر رجلا فجز ما تحت يده ثم قال :اذهب فأصلح شعرك أو أفسده، يترك أحدكم نفسه حتى كأنه سبع من السباع(شرح صحيح البخارى لابن البطال،ج۹ص۱۴۲، كتاب اللباس، باب تقليم الاظفار)

اوراگرچہ ہمیں اس روایت کی اصل کتب میں مراجعت کے بعد سند نہیں ملی،ممکن ہے کہ طبرانی کے کسی اورنسخہ میں یہ روایت ہو،یا کسی اور کتاب میں موجود ہو،تاہم ایک مٹھی سے زائد ڈاڑھی کا کاٹنا کیونکہ جلیل القدر صحابہ وتابعین سے ثابت ہے،اور وجہ اس کی بدنمائی سے بچنا ہے،جس کا بعض احادیث میں بھی ذکر ہے (کما مر)

جس سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ ایک مٹھی کے بعد ڈاڑھی کا کاٹ دینا سنت ہے، کیونکہ اگراس سے زائد مقدار میں ثواب ہوتا،تو صحابۂ کرام (جن میں ڈاڑھی بڑھانے کے حکم والی احادیث روایات کرنے والے صحابۂ کرام بھی ہیں)وتابعینِ عظام اپنے آپ کواس سے محروم نہ کرتے۔

والے) کرتے ہیں، تو یہ کسی کے نزدیک بھی جائز نہیں، اور پوری ڈاڑھی منڈا دینا ہند کے یہودیوں اور عجمی مجوسیوں کا فعل ہے (درمختار)

اور ایک مقام پر ہے کہ:

يَحْرُمُ عَلَى الرَّجُلِ قَطْعُ لِحْيَتِهِ (الدرالمختار مع ردالمحتار، ج۶ص۴۰۷، کتاب الحظر و الاباحة)

ترجمہ: آدمی کو ڈاڑھی کاٹنا حرام ہے (درمختار)

فائدہ: ان دونوں عبارات کے مجموعہ سے معلوم ہوا کہ ڈاڑھی منڈا دینا، یا ایک مٹھی سے کم کرا دینا تو گناہ ہے، اور ایک مٹھی کے بعد ڈاڑھی کو کاٹنا گناہ نہیں۔

اور ردالمحتار میں ہے کہ:

وَإِعْفَاءُ اللِّحْيَةِ أَيْ الْوَارِدُ فِي الصَّحِيحَيْنِ تَرْكُهَا حَتَّى تَكْثُرَ ، وَالسُّنَّةُ قَدْرُ الْقُبْضَةِ ، فَمَا زَادَ قَطَعَهُ اھ (ردالمحتار، ج۲ص۵۵۰، کتاب الحج، باب الجنايات فى الحج)

ترجمہ: اور ڈاڑھی کو بڑھانے کا حکم جو کہ بخاری، مسلم میں آیا ہے، اس سے مراد ڈاڑھی کو چھوڑ دینا ہے، یہاں تک کہ بڑی ہو جائے، اور سنت ایک مٹھی کی مقدار ہے، پس جو ایک مٹھی سے زیادہ ہو اس کو کاٹ دے (ردالمحتار)

فائدہ: ایک مٹھی کی مقدار انگوٹھے کو شامل کیے بغیر اس کے ساتھ والی چار انگلیوں کی مقدار کے برابر ہوتی ہے۔[1]

---

[1] أن القبضة أربع أصابع (ردالمحتار، ج۱ص۱۹۷، كتاب الطهارة، باب المياه)

القبضة فى اللغة: ما أخذت بجمع كفك كله، فإذا كان بأصابعك فهى القبصة، بالصاد المهملة والقبضة أربع أصابع.

وفى اصطلاح الفقهاء: القبضة أربع أصابع من أصابع يد الإنسان المعتدلة، وهى من أجزاء الذراع، ومن أضعاف الإصبع، قال ابن عابدين نقلا عن نوح أفندى: والمراد بالقبضة أربع أصابع مضمومة، قال ابن عابدين: وهو -أى الذراع- قريب من ذراع اليد لأنه ست قبضات وشىء، وذلك شبران

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اس سے معلوم ہوا کہ ایک مٹھی سے زیادہ کی مقدار کو کاٹ دینا چاہئے، کیونکہ ڈاڑھی بڑھانے کے حکم پر اس مقدار سے عمل ہوجاتا ہے۔

حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

وَفِی النِّهَايَةِ شَرْحِ الْهِدَايَةِ وَاللِّحْيَةِ عِنْدَنَا طُوْلُهَا بِقَدْرِ الْقُبْضَةِ بِضَمِّ الْقَافِ وَمَا وَرَاءَ ذٰلِكَ يَجِبُ قَطْعُهٗ رُوِیَ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ أَنَّهٗ كَانَ يَأْخُذُ مِنَ اللِّحْيَةِ مِنْ طُوْلِهَا وَعَرْضِهَا أَوْرَدَهٗ أَبُوْ عِيْسٰی فِیْ جَامِعِهٖ وَقَالَ مِنْ سَعَادَةِ الرَّجُلِ خِفَّةُ لِحْيَتِهٖ اهـ وَقَوْلُهٗ يَجِبُ بِمَعْنٰی يَنْبَغِیْ أَوِ الْمُرَادُ بِهٖ أَنَّهٗ سُنَّةٌ مُؤَكَّدَةٌ قَرِيْبَةٌ إِلَی الْوُجُوْبِ وَإِلَّا فَلَا يَصِحُّ عَلٰی إِطْلَاقِهٖ وَقَالَ ابْنُ الْمَلِكِ تَسْوِيَةُ شَعْرِ اللِّحْيَةِ سُنَّةٌ وَهِیَ أَنْ يُقَصَّ كُلُّ شَعْرَةٍ أَطْوَلُ مِنْ غَيْرِهَا لِيَسْتَوِیَ جَمِيْعُهَا وَفِی الْإِحْيَاءِ قَدْ اخْتَلَفُوْا فِيْمَا طَالَ مِنَ اللِّحْيَةِ فَقِيْلَ إِنْ قَبَضَ الرَّجُلُ عَلٰی لِحْيَتِهٖ وَأَخَذَ مَا تَحْتَ الْقُبْضَةِ فَلَا بَأْسَ بِهٖ وَقَدْ فَعَلَهٗ ابْنُ عُمَرَ وَجَمَاعَةٌ مِنَ التَّابِعِيْنَ وَاسْتَحْسَنَهُ الشَّعْبِیُّ وَابْنُ سِيْرِيْنَ وَكَرِهَهُ الْحَسَنُ وَقَتَادَةُ وَمَنْ تَبِعَهُمَا وَقَالُوْا تَرْكُهَا عَافِيَةً أَحَبُّ لِقَوْلِهٖ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَعْفُوا اللُّحٰی لٰكِنَّ الظَّاهِرَ هُوَ الْقَوْلُ الْأَوَّلُ فَإِنَّ الطُّوْلَ الْمُفْرِطَ يُشَوِّهُ الْخِلْقَةَ وَيُطْلِقُ الْأَلْسِنَةَ الْمُغْتَابِيْنَ بِالنِّسْبَةِ إِلَيْهِ فَلَا بَأْسَ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۸ص ۳۲۱، القبضة، مادة ”مقادير“)

والقبضة أربع أصابع(المغرب، ص۷۸، باب الجيم مع الراء)

والقبضة أربع أصابع(المصباح المنير فی غريب الشرح الكبير، ج ا ص ۹۴، باب الجيم مع الراء)

فإذا ضم أصابعه وجعل إبهامه على السبابة وأدخل رؤوس الأصابع فی جوف الكف كما يعقد حسابه على ثلاثة وأربعين، فهی القبضة فإذا ضم أطراف الأصابع فهی القبصة(فقه اللغة، ص ۱۳۴، الباب التاسع عشر)

www.idaraghufran.org

لِلاحْتِرَازِ عَنْهُ عَلٰی هٰذِهِ الْهَيْئَةِ قَالَ النَّخْعِيُّ عَجِبْتُ لِرَجُلٍ عَاقِلٍ طَوِيْلِ اللِّحْيَةِ كَيْفَ لَا يَأْخُذُ مِنْ لِحْيَتِهٖ فَيَجْعَلُهَا بَيْنَ لِحْيَتَيْنِ أَیْ طَوِيْلٍ وَقَصِيْرٍ فَإِنَّ التَّوَسُّطَ مِنْ كُلِّ شَيْئٍ أَحْسَنُ وَمِنْهُ قِيْلَ خَيْرُ الْأُمُوْرِ أَوْسَطُهَا وَمِنْ ثَمَّ قِيْلَ كُلَّمَا طَالَتِ اللِّحْيَةُ نَقَصَ الْعَقْلُ اهـ (مرقاة المفاتيح ، ج۷ص ۲۸۲۲ كتاب اللباس، باب الترجل، الفصل الثانی)

ترجمہ: اور ہدایہ کی شرح نہایہ میں ہے کہ ڈاڑھی کی لمبائی کی مقدار ہمارے نزدیک ایک مٹھی ہے، اور جو ایک مٹھی سے زیادہ ہو، اس کو کاٹ دینا واجب ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ اپنی ڈاڑھی کی لمبائی اور چوڑائی کے (ایک مٹھی سے زائد) بالوں کو کاٹ دیا کرتے تھے۔

اس کو ابوعیسیٰ نے اپنی جامع میں روایت کیا ہے، اور فرمایا کہ آدمی کی سعادت مندی ہلکی ڈاڑھی میں ہے (مگر یہ روایت مستند نہیں، ناقل)

اور صاحبِ نہایہ (یعنی نہایہ نام کی کتاب والے مصنف) کا یہ فرمانا کہ واجب ہے، اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ مناسب ہے، یا یہ مراد ہے کہ یہ سنتِ مؤکدہ ہے، جس کا درجہ واجب کے قریب ہے، ورنہ تو واجب اپنے اطلاق پر صحیح نہیں رہے گا۔

اور ابنِ ملک نے فرمایا کہ ڈاڑھی کے بالوں کو برابر کرنا سنت ہے، اور وہ اس طرح سے کہ جو بال دوسرے بالوں سے لمبا ہو کر (ایک مٹھی سے) آگے نکل رہا ہو، اسے کاٹ دے، تا کہ پوری ڈاڑھی برابر ہو جائے۔

اور احیاء میں ہے کہ جب ڈاڑھی لمبی ہو جائے تو اس بارے میں اختلاف ہے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ اگر آدمی ڈاڑھی کو اپنی مٹھی میں پکڑے اور مٹھی سے نیچے کے حصہ کو کاٹ دے، تو کوئی گناہ نہیں، اور حضرت ابنِ عمر (وابوہریرہ) اور تابعین کی جماعت نے یہ عمل کیا ہے، اور شعبی اور ابنِ سیرین نے اس کو پسند کیا ہے، اور حسن

اور قتادہ اور ان کے متبعین نے اس کو ناپسند کیا ہے۔ [1]

اور کہا ہے کہ اس کو ترک کر دینا زیادہ بہتر ہے، نبی علیہ السلام کے قول کی وجہ سے کہ ڈاڑھیوں کو بڑھاؤ، لیکن راجح (اور مضبوط) قول پہلا ہے۔

اس لیے کہ حد سے زیادہ لمبی ہونے سے شکل بھدی ہو جاتی ہے، اور اس کی وجہ سے لوگوں کو طعن تشنیع اور زبان درازی کا بھی موقع ملتا ہے، تو اس غرض سے لمبی ڈاڑھی ہونے سے بچنے میں کوئی حرج نہیں، اور حضرت نخعی نے فرمایا کہ مجھے ایک عاقل لمبی ڈاڑھی والے پر تعجب ہوتا ہے کہ وہ اپنی لمبی ڈاڑھی کو کیوں کاٹ کر درمیانی نہیں کرتا، کیونکہ ہر چیز میں میانہ روی اچھی ہوا کرتی ہے، اور اسی وجہ سے کہاوت ہے کہ تمام اُمور میں بہتر درمیانہ ہوتا ہے، اور اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ جب بھی ڈاڑھی لمبی ہوتی ہے، تو عقل کم ہوتی ہے (مرقاۃ)

فائدہ: اس عبارت سے بھی معلوم ہوا کہ ایک مٹھی کے بعد ڈاڑھی کاٹ دینا گناہ نہیں، اور راجح بھی ہے۔

علامہ انور شاہ کشمیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

وَأَمَّا تَقْصِيْرُ اللِّحْيَةِ بِحَيْثُ تَصِيْرُ قَصِيْرَةً مِنَ الْقُبْضَةِ فَغَيْرُ جَائِزٍ فِي الْمَذَاهِبِ الْأَرْبَعَةِ (العرف الشذی للکشمیری، ج۴ص ۱۶۲، کتاب الآداب، باب ما جاء فی تقلیم الأظفار)

ترجمہ: اور ڈاڑھی کا اس طرح کاٹنا کہ وہ ایک مٹھی سے کم ہو جائے، تو یہ چاروں فقہاء میں سے کسی کے نزدیک بھی جائز نہیں (العرف الشذی)

---

[1] مگر ہم نے حضرت حسن کی ان روایات کو ذکر کر دیا ہے کہ جن میں انہوں نے ایک مٹھی سے زائد بالوں کے کاٹنے کا فتویٰ دیا ہے، اور صحابۂ کرام کے عمل کو نقل کیا ہے، اور حضرت قتادہ کی اس روایت کو بھی ذکر کر دیا ہے، جس میں اضافی ڈاڑھی کو کاٹنے کا جواز منقول ہے، اور ساتھ ہی اس کا مطلب بھی واضح کر دیا ہے، اس لئے مذکورہ بالا حضرات کی طرف یہ نسبت محلِ نظر ہے۔ محمد رضوان۔

مذکورہ عبارات سے واضح طور پر معلوم ہوا کہ کم از کم ایک مٹھی ڈاڑھی رکھنا واجب ہے، اور ایک مٹھی سے زائد بالوں کو کٹا دینا گناہ نہیں، بلکہ بہت سے حضرات کے نزدیک سنت ہے۔ [1]

اور ابن مفلح حنبلی فرماتے ہیں کہ:

وَيَحْرُمُ حَلْقُهَا ذَكَرَهُ الشَّيْخُ تَقِيُّ الدِّيْنِ وَلَا يُكْرَهُ أَخْذُ مَا زَادَ عَلَى الْقُبْضَةِ (المبدع في شرح المقنع، ج ۱ ص ۸۵، كتاب الطهارة، باب السواك)

ترجمہ: اور ڈاڑھی کو مونڈنا حرام ہے، شیخ تقی الدین نے اس کو ذکر کیا ہے، اور ایک مٹھی سے زیادہ کو کاٹنا مکروہ نہیں ہے (بلکہ جائز ہے) (المبدع)

علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ:

---

[1] اور ملتقط میں ہے کہ:

ولا بأس إن طالت لحيته أن يأخذ من أطرافها ولا بأس أن يقبض على لحيته فإن زاد على قبضته منهاوإن ما زاد طوله ترك (الملتقط، ص ۲۷۰، كتاب الآداب، مطلب في توقيت الاظفار واخذ الشارب والاخذ من اللحية من عرضها وطولها)

ہمارے پاس موجود نسخے میں ملتقط کی عبارت اسی طریقہ سے ہے، ممکن ہے کہ اس عبارت میں کچھ الفاظ کتابت کی غلطی سے رہ گئے ہوں، اور فتاویٰ عالمگیری میں ملتقط سے جو عبارت نقل کی گئی ہے، وہ اس طرح ہے کہ:

ولا بأس إذا طالت لحيته أن يأخذ من أطرافها ولا بأس أن يقبض على لحيته فإن زاد على قبضته منها شيء جزه وإن كان ما زاد طويلة تركه كذا في الملتقط (الفتاوىٰ الهندية، ج ۵ ص ۳۵۸، كتاب الكراهية، الباب التاسع عشر)

مگر اولاً تو فقہائے احناف کی ظاہر الروایۃ کے مقابلہ میں اس کو ترجیح دینا مشکل ہے، خصوصاً جبکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے ایک مٹھی سے زائد کے قص کی سنیت اور بعض دیگر حضرات کی طرف سے وجوب کی بھی تصریح ہے، اور ایک مٹھی سے زائد بالوں کے کاٹ دینے کی علت ڈاڑھی کی زینت وتہذیب کا حصول اور بدنمائی سے تحفظ ہے، اور تطویل فاحش میں ظاہر ہے کہ بدنمائی میں بھی اضافہ ہو جاتا ہے۔

البتہ حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ نے زیادہ طویل ہو جانے کی صورت میں بعض حضرات کے قص کے کراہت کی وجہ مثلہ ہونا بیان کی ہے، اور اس کا حل یہ بتلایا ہے کہ زیادہ طویل ہونے کی صورت میں تھوڑی تھوڑی قطع کر کے ایک قبضہ کے مساوی کر لے، اور یکلخت زیادہ طویل مقدار کو قطع نہ کرے۔

وسيجيء استحباب أخذ اللحية طولا وعرضا، لكنه مقيد بما إذا زاد على القبضة، وهذا في الابتداء، وأما بعدما طالت فقالوا :لا يجوز قصها كراهة أن تصير مثله .وأقول :ينبغي أن يدرج في أخذها لتصير مقدار قبضة على ما هو السنة والاعتدال المتعارف، لا أنه يأخذها بالمرة فيكون مثله (مرقاة المفاتيح، ج۷ص ۲۸۱۵، كتاب اللباس، باب الترجل)

وَيَحْرُمُ حَلْقُ اللِّحْيَةِ (الفتاویٰ الکبریٰ لابنِ تیمیة، ج۵ ص ۳۰۲، باب السواک)

ترجمہ: اور ڈاڑھی مونڈنا حرام ہے (فتاویٰ کبریٰ)

علامہ ابنِ قیم جوزی فرماتے ہیں کہ:

قَالَ ابْنُ هَانِىءٍ سَأَلْتُ أَبَا عَبْدَا للّٰهِ عَنِ الرَّجُلِ يَأْخُذُ مِنْ عَارِضَيْهِ؟

قَالَ: يَأْخُذُ مِنَ اللِّحْيَةِ بِمَا فَضُلَ عَنِ الْقُبْضَةِ (بدائع الفوائد) [1]

ترجمہ: ابن حانی فرماتے ہیں کہ میں نے ابوعبداللہ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا جو اپنے رخساروں کے بال کاٹتا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ وہ ڈاڑھی میں سے ایک مٹھی سے زائد کاٹ لے (بدائع الفوائد)

اور الاقناع فی فقہ الامام احمد میں ہے کہ:

وَيَحْرِمُ حَلْقُهَا وَلَا يُكْرَهُ أَخْذُ مَا زَادَ عَلَى الْقَبْضَةِ وَلَا أَخْذُ مَا تَحْتَ حَلْقِهِ (الاقناع فی فقه الامام احمد) [2]

ترجمہ: اور (ڈاڑھی کا) مونڈنا حرام ہے، اور ایک مٹھی سے زائد ڈاڑھی کا کاٹنا مکروہ نہیں ہے، اور نہ ہی حلق سے نیچے کے بال کاٹنا مکروہ ہے (الاقناع)

فائدہ: امام احمد رحمہ اللہ سے صحیح سند کے ساتھ ایک مٹھی سے زائد ڈاڑھی کے بالوں کے کاٹنے کا جواز اور مکروہ نہ ہونا بھی ثابت ہے۔

(جس کی صراحت آگے جناب ناصر الدین البانی صاحب کی عبارت میں آرہی ہے)

مالکیہ کی کتاب حاشیۃ الدسوقی میں ہے کہ:

يَحْرُمُ عَلَى الرَّجُلِ حَلْقُ لِحْيَتِهِ (حاشية الدسوقی علی الشرح الکبیر لمحمد عرفه الدسوقی، ج ۱ ص ۹۰، باب احکام الطهارة، فصل احکام الوضوء)

ترجمہ: آدمی کو ڈاڑھی مونڈنا حرام ہے (حاشیہ دسوقی)

---

[1] ج۴ص۷۸، الناشر: دار الکتب العلمية، بيروت.

[2] ج ۱ ص ۲۰، کتاب الطهارة، فصل ويسن الإمتشاط والأدهان فی بدن وشعر غبا يوما ويوما.

موطاامام مالک کی شرح المنتقیٰ میں ہے کہ:

وَقَدْ رَوَى ابْنُ الْقَاسِمِ عَنْ مَالِكٍ لَا بَأْسَ أَنْ يُؤْخَذَ مَا تَطَايَرَ مِنَ اللِّحْيَةِ وَشَذَّ ، قِيلَ لِمَالِكٍ فَإِذَا طَالَتْ جِدًّا قَالَ: أَرٰى أَنْ يُؤْخَذَ مِنْهَا وَتُقَصَّ وَرُوِيَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ وَأَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّهُمَا كَانَا يَأْخُذَانِ مِنَ اللِّحْيَةِ مَا فَضَلَ عَنِ الْقُبْضَةِ (المنتقیٰ شرح المؤطا، ج۷ص۲۶۶، کتاب الجامع، باب السنة فی الشعر)

ترجمہ: اور ابنِ قاسم نے امام مالک رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ جو بال ڈاڑھی کی حد سے الگ ، اور بڑے ہو جائیں، اُن کو کاٹنے میں کوئی حرج نہیں۔امام مالک رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ جب ڈاڑھی بہت لمبی ہو جائے تو کیا کیا جائے؟

تو امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میری رائے میں اس کو کاٹ دیا جائے ، اور حضرت عبداللہ بن عمر اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت کیا گیا ہے کہ وہ ایک مٹھی سے زائد ڈاڑھی کو کاٹ دیا کرتے تھے (المنتقیٰ)

فائدہ: بہت لمبی ہونے کا مفہوم حضرت ابنِ عمر و دیگر صحابہ و تابعین نے واضح فرمادیا، کہ وہ ایک مٹھی کے بعد کاٹ دیا کرتے تھے۔

احمد بن غنیم بن سالم مالکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

وَقَالَ الْبَاجِيُّ يُقَصُّ ما زَادَ عَلَى الْقُبْضَةِ وَيَدُلُّ عَلَيْهِ فِعْلُ عُمَرَ وَأَبِيْ هُرَيْرَةَ فَإِنَّهُمَا كَانَا يَأْخُذَانِ مِنْ لِحْيَتِهِمَا ما زَادَ عَلَى الْقُبْضَةِ (الفواکه الدوانی علی رسالة ابن أبی زید القیروانی، ج۲ص۳۰۷، باب فی الفطرة والختان وحلق الشعر واللباس وستر العورة)

ترجمہ: اور امام باجی نے فرمایا کہ جو ایک مٹھی سے زائد ہو، اس کو کاٹ دیا جائے گا،

اوراس کی دلیل حضرت ابنِ عمر اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کا عمل ہے کہ وہ ایک مٹھی سے زائد اپنی ڈاڑھی کو کاٹ دیا کرتے تھے (الفواکہ الدوانی)

فائدہ: مذکورہ عبارات سے معلوم ہوا کہ حنبلی اور مالکی فقہ میں بھی راجح یہ ہے کہ کم از کم ایک مٹھی ڈاڑھی واجب ہے، اوراس کے بعد کاٹ دینے میں کوئی گناہ نہیں۔

شوافع کی کتاب فتح المعین میں ہے کہ:

وَيَحْرِمُ حَلْقُ لِحْيَةٍ (فتح المعین مع اعانة الطالبين، ج ۲ ص ۳۸۶، باب الحج)

ترجمہ: اورڈاڑھی کو مونڈنا حرام ہے (فتح المعین)

شوافع کی کتاب حاشیۃُ الشروانی علی تحفۃُ المحتاج میں ہے کہ:

فِيْ حَاشِيَةِ الْكَافِيَةِ بِأَنَّ الشَّافِعِيَّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ نَصَّ فِي الْأُمِّ عَلَى التَّحْرِيْمِ قَالَ الزَّرْكَشِيُّ وَكَذَا الْحَلِيْمِيُّ فِيْ شُعَبِ الْإِيْمَانِ وَأُسْتَاذُهُ الْقَفَّالُ الشَّاشِيُّ فِيْ مَحَاسِنِ الشَّرِيْعَةِ وَقَالَ الْأَذْرَعِيُّ الصَّوَابُ تَحْرِيْمُ حَلْقِهَا جُمْلَةً لِغَيْرِ عِلَّةٍ بِهَا كَمَا يَفْعَلُهُ الْقَلَنْدَرِيَّةُ (حاشية الشروانی علی تحفة المحتاج فی شرح المنهاج ۹ ص ۳۷۶، كتاب الاضحية، فصل فی العقيقة)

ترجمہ: کافیہ کے حاشیہ میں ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "اُمّ" میں وضاحت فرمائی ہے، ڈاڑھی مونڈنے کے حرام ہونے پر، اور امام زرکشی اور حلیمی نے شعب الایمان میں اور اُن کے استاد قفال شاشی نے محاسنِ شریعت میں اسی طرح فرمایا، اور اذرعی نے فرمایا کہ درست بات یہ ہے کہ ڈاڑھی مونڈنا سب کو حرام ہے، بغیر کسی بیماری کے، جیسا کہ قلندریہ لوگ مونڈتے ہیں (تحفۃ المحتاج)

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

وَأُحِبُّ إِلَيَّ لَوْ أَخَذَ مِنْ لِحْيَتِهِ وَشَارِبَيْهِ حَتّٰى يَضَعَ مِنْ شَعْرِهِ شَيْئًا لِلّٰهِ

وَإِنْ لَـم يَفْعَلْ فَـلَا شَيْءَ عَلَيْهِ لِأَنَّ النُّسُكَ إِنَّمَا هُوَ فِي الرَّأْسِ لَا فِي اللِّحْيَةِ (الأم للشافعي، ج۲ص ۲۳۲، کتاب الحج، باب مایفعل الحاج والقارن)

ترجمہ: اور میں اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ (احرام سے نکلتے وقت محرم) اپنی ڈاڑھی اور مونچھوں کے کچھ بال بھی کاٹ لے، تاکہ (ڈاڑھی، مونچھوں کے) بالوں کا کچھ حصہ بھی اللہ کے لیے ہوجائے۔

لیکن اگر کوئی ڈاڑھی اور مونچھوں کے بال نہ کاٹے، تو کوئی حرج نہیں، اس لیے کہ حج وعمرہ کا نسک سر کے بال کاٹنے میں ہے، نہ کہ ڈاڑھی کے بال کاٹنے میں (الام للشافعی)

اور امام شافعی رحمہ اللہ کی کتاب الام میں ہی ہے کہ:

(قَالَ الشَّافِعِيُّ) أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ اِبْنِ عُمَرَ كَانَ إِذَا أَفْطَرَ مِنْ رَمَضَانَ وَهُوَ يُرِيْدُ الْحَجَّ لَمْ يَأْخُذْ مِنْ رَأْسِهِ وَلَا مِنْ لِحْيَتِهِ شَيْئًا حَتّٰى يَحُجَّ قَالَ مَالِكٌ لَيْسَ بِضَيِّقٍ أَنْ يَأْخُذَ الرَّجُلُ مِنْ رَأْسِهِ قَبْلَ أَنْ يَحُجَّ (قَالَ الشَّافِعِيُّ) وَأَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ إِذَا حَلَقَ فِيْ حَجٍّ أَوْ عُمْرَةٍ أَخَذَ مِنْ لِحْيَتِهِ وَشَارِبِهِ قُلْتُ فَإِنَّا نَقُوْلُ لَيْسَ عَلٰى أَحَدٍ الْأَخْذُ مِنْ لِحْيَتِهِ وَشَارِبِهِ إِنَّمَا النُّسُكُ فِي الرَّأْسِ (الأم للشافعي، ج۷ص ۲۶۷، ۲۶۸، باب الاهلال من دون الميقات)

ترجمہ: امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہمیں امام مالک رحمہ اللہ نے حضرت نافع رحمہ اللہ سے خبر دی، انہوں نے حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے کہ جب حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ رمضان کے روزے رکھ کر فارغ ہوجاتے، اور آپ کا حج کرنے کا ارادہ ہوتا، تو اپنے سر اور ڈاڑھی کے بال نہیں کاٹتے تھے، یہاں تک کہ حج نہ کرلیں۔

امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا کہ آدمی پر اس بات کی کوئی تنگی نہیں ہے کہ وہ حج

شروع کرنے سے پہلے اپنے سر کے بال کاٹے (یعنی اس کو بال کاٹنا جائز ہے)

امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہمیں امام مالک رحمہ اللہ نے حضرت نافع رحمہ اللہ سے خبر دی کہ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ جب حج یا عمرہ سے فارغ ہوتے وقت سر منڈواتے، تو اپنی ڈاڑھی کے بال (ایک مٹھی سے زائد، کمافی روایات اخر) اور مونچھوں کے بال کاٹ دیا کرتے تھے۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم کہتے ہیں کہ حج وعمرے کے احرام سے نکلتے وقت کسی پر ڈاڑھی اور مونچھوں کے بال کاٹنا لازم نہیں، حج وعمرے کا نسک سر کے بال کاٹنے میں ہے (نہ کہ ڈاڑھی اور مونچھوں کے بال کاٹنے میں) (الام للشافعی)

فائدہ: ان دونوں عبارتوں سے معلوم ہوا کہ امام شافعی رحمہ اللہ احرام سے نکلتے وقت سر کے بالوں کے کاٹنے کو تو لازم فرماتے ہیں، لیکن ڈاڑھی کے فاضل بالوں کو کاٹنا لازم نہیں فرماتے، البتہ افضل قرار دیتے ہیں۔ اور اس کی دلیل حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کے عمل کو قرار دیتے ہیں، اور حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ بلکہ دیگر صحابہ سے صحیح سندوں کے ساتھ ایک مٹھی سے زائد ہی ڈاڑھی کا کاٹنا ثابت ہے (جیسا کہ یہ روایات پہلے گزر چکی ہیں)

پس ان عبارات سے امام شافعی رحمہ اللہ سے ایک مٹھی سے زائد ڈاڑھی کے بالوں کے کاٹنے کا فی الجملہ جواز ثابت ہوا۔

اور امام شافعی رحمہ اللہ ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

فَمَنْ تَوَضَّأَ ثُمَّ أَخَذَ مِنْ أَظْفَارِهٖ وَرَأْسِهٖ وَلِحْيَتِهٖ وَشَارِبِهٖ لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ إِعَادَةُ وُضُوْءٍ وَهٰذَا زِيَادَةُ نَظَافَةٍ وَطَهَارَةٍ (الأم للشافعي، ج ۱ ص ۳۶، باب في الاستنجاء)

ترجمہ: جس نے وضو کیا، پھر اس نے وضو کرنے کے بعد اپنے ناخن اور سر اور ڈاڑھی اور مونچھوں کے بال کاٹے، تو اس پر دوبارہ وضو کرنا لازم نہیں، کیونکہ یہ

(مذکورہ بال وناخن کاٹنا) تو نظافت اور طہارت میں زیادتی ہے (الام للشافعی)

فائدہ: اس عبارت سے معلوم ہوا کہ امام شافعی رحمہ اللہ احرام سے نکلتے وقت کے علاوہ دوسرے اوقات میں بھی ڈاڑھی کے فاضل بال کاٹنے کو ناجائز نہیں فرماتے، بلکہ اسے نظافت اور طہارت کی زیادتی قرار دیتے ہیں۔

نیز امام شافعی رحمہ اللہ ایک مقام پر فرماتے ہیں کہ:

وَيَأْخُذُ مِنْ شَارِبَيْهِ وَيُقَلِّمُ مِنْ أَظْفَارِهِ وَيَصْنَعُ بِهِ بَعْدَ الْمَوْتِ مَا كَانَ فِطْرَةً فِي الْحَيَاةِ وَلَا يَأْخُذُ مِنْ شَعْرِ رَأْسِهِ وَلَا لِحْيَتِهِ شَيْئًا لِأَنَّ ذٰلِكَ إِنَّمَا يُؤْخَذُ زِيْنَةً أَوْ نُسُكًا وَمَا وَصَفْتُ مِمَّا يُؤْخَذُ فِطْرَةً (الأم للشافعي ج ۱ ص ۳۱۹، کتاب الجنائز، غسل المیت)

ترجمہ: اور میت کی مونچھوں کے لمبے بالوں کو اور ناخنوں کو کاٹ دے، اور فوت ہونے کے بعد وہ کام کرے، جو زندگی میں فطرت شمار ہوتے ہیں، لیکن سر اور ڈاڑھی کے بال نہ کاٹے، کیونکہ یہ بال تو زینت یا نسک کے طور پر کاٹے جاتے ہیں، اور میں نے جو کام ذکر کیے، وہ فطرت کے طور پر کیے جاتے ہیں (الام للشافعی) [۱]

فائدہ: اس سے پہلی عبارت میں ڈاڑھی کے فاضل بال کاٹنے کو امام شافعی رحمہ اللہ نظافت وطہارت قرار دے چکے ہیں، اور یہاں زینت فرما رہے ہیں۔ [۲]

---

[۱] میت کے ناخنوں اور مونچھوں کے کاٹنے کا یہ حکم امام شافعی کے نزدیک ہے، احناف کے نزدیک یہ حکم نہیں ہے۔

[۲] ناقص خیال کے مطابق امام شافعی رحمہ اللہ کی مذکورہ مؤخرۃ الذکر عبارت میں نسک سے مراد ''شعرِ راس'' ہیں، نہ کہ ''شعرِ لحیۃ''۔ اور زینت سے مراد شعرِ لحیۃ ہیں، کیونکہ اس سے پہلی عبارات میں امام شافعی رحمہ اللہ شعرِ لحیۃ کے اخذ کو نظافت وطہارت فرما چکے ہیں، اور زینت اسی قبیل سے ہے۔

نیز اس بات کی بھی تصریح فرما چکے ہیں کہ ''إِنَّمَا النُّسُكُ فِي الرَّأْسِ لا في اللحية''

علاوہ ازیں شوافع کی کتب میں نظافت اور زینت کا مستحب ہونا بھی مذکور ہے۔

(قوله :وسن غسل للعيدين) ولو لغير مميز فيغسله وليه كما قيل به في غسل إسلام الكافر .ويسن للحائض والنفساء لما فيه من النظافة والزينة وكما في غسل الإحرام كما هو مصرح به في

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ان عبارات کے سیاق وسباق اور قرائن سے معلوم ہوا کہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک بھی ایک مٹھی سے زائد ڈاڑھی کے بالوں کو کاٹنا نہ صرف جائز بلکہ افضل ہے۔

اور واقعہ بھی یہی ہے کہ جب ڈاڑھی ایک مٹھی سے زائد ہوجاتی ہے تو اس کے فاضل بالوں کو کاٹنے کی وجہ زینت کا حصول ہی ہے، کیونکہ ایک مٹھی سے زیادہ لمبی ڈاڑھی ہونے سے شکل بھدّی ہوجاتی ہے، جیسا کہ دیگر فقہائے کرام نے تصریح فرمائی ہے۔

اور امام بیہقی رحمہ اللہ جو کہ امام شافعی رحمہ اللہ کے حامی ہیں، اُن کا ایک مٹھی سے زائد ڈاڑھی کے کاٹنے کا جواز اور اس سلسلہ میں حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کا عمل اور احادیث میں ڈاڑھی بڑھانے کا مطلب پہلے گزر چکا ہے۔

جس سے امام شافعی رحمہ اللہ کے ایک مٹھی سے زائد ڈاڑھی کے کاٹنے کے جواز کے قائل ہونے کو تقویت حاصل ہوتی ہے۔ [1]

اور علامہ ابنِ حجر شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

قَوْلُهُ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا حَجَّ أَوِ اعْتَمَرَ قَبَضَ عَلٰى لِحْيَتِهٖ فَمَا فَضَلَ أَخَذَهُ هُوَ مَوْصُوْلٌ بِالسَّنَدِ الْمَذْكُوْرِ إِلٰى نَافِعٍ وَقَدْ أَخْرَجَهُ مَالِكٌ فِيْ الْمُوَطَّأِ عَنْ نَافِعٍ بِلَفْظِ كَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا حَلَقَ رَأْسَهُ فِيْ حَجٍّ أَوْ عُمْرَةٍ أَخَذَ مِنْ لِحْيَتِهٖ وَشَارِبِهٖ وَفِيْ حَدِيْثِ الْبَابِ مِقْدَارُ الْمَأْخُوْذِ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

كلامهم(حاشية البجيرمي على المنهج، ج ۱ ص۴۲۷، كتاب الصلاة، باب في صلاة العيدين)

يستحب أي الغسل للحائض والنفساء لما فيه من معنى النظافة والزينة وكما في غسل الإحرام فيه نظر انتهى أقول وهو كذلك كما هو مصرح به في كلام بعضهم اه (حاشية الشرواني على تحفة المحتاج بشرح المنهاج، ج۳ص۴۷، كتاب الطهارة، باب صلاة العيدين)

واستحباب النظافة مطلقا(شرح النووي على مسلم، ج۱۵ ص۱۹۳، كتاب فضائل الصحابة، فضائل الحسن والحسين رضي الله عنهما)

[1] کیونکہ امام بیہقی رحمہ اللہ کی عادت عموماً امام شافعی رحمہ اللہ کے قول کو قوی وراجح قرار دینے کی ہے، اور وہ امام شافعی رحمہ اللہ کے قول ومذہب سے بہت اچھی طرح واقف ہیں۔

وَقَوْلُهُ فَضَلَ بِفَتْحِ الْفَاءِ وَالضَّادِ الْمُعْجَمَةِ وَيَجُوزُ كَسْرُ الضَّادِ كَعَلِمَ وَالْأَشْهَرُ الْفَتْحُ قَالَهُ ابْنُ التِّيْنِ وَقَالَ الْكِرْمَانِيُّ لَعَلَّ ابْنُ عُمَرَ أَرَادَ الْجَمْعَ بَيْنَ الْحَلْقِ وَالتَّقْصِيْرِ فِي النُّسُكِ فَحَلَقَ رَأْسَهُ كُلَّهُ وَقَصَّرَ مِنْ لِحْيَتِهِ لِيَدْخُلَ فِيْ عُمُوْمِ قَوْلِهِ تَعَالٰى مُحَلِّقِيْنَ رُءُ وْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ وَخُصَّ ذٰلِكَ مِنْ عُمُوْمِ قَوْلِهِ وَفِّرُوْا اللُّحٰى فَحَمَلَهُ عَلٰى حَالَةِ غَيْرِ حَالَةِ النُّسُكِ قُلْتُ الَّذِيْ يَظْهَرُ أَنَّ ابْنَ عُمَرَ كَانَ لَا يَخُصُّ هٰذَا التَّخْصِيْصَ بِالنُّسُكِ بَلْ كَانَ يَحْمِلُ الْأَمْرَ بِالْإِعْفَاءِ عَلٰى غَيْرِ الْحَالَةِ الَّتِيْ تَتَشَوَّهُ فِيْهَا الصُّوْرَةُ بِإِفْرَاطِ طُوْلِ شَعْرِ اللِّحْيَةِ أَوْ عَرْضِهِ (فتح الباری لابن حجر، ج۰ ۱ ص ۳۵۰، کتاب اللباس، باب تقلیم الاظفار)

ترجمہ: راوی کا یہ فرمانا کہ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ جب حج یا عمرہ کرتے تو اپنی ڈاڑھی کو مٹھی میں پکڑتے اور مٹھی سے زائد بالوں کو کاٹ دیا کرتے تھے، یہ مذکورہ سند کے ساتھ حضرت نافع رحمہ اللہ تک متصل ہے، اور امام مالک رحمہ اللہ نے مؤطا میں حضرت نافع رحمہ اللہ سے اس طرح روایت کیا ہے کہ جب اپنے سر کو منڈواتے تو اپنی ڈاڑھی کے فاضل بال اور مونچھوں کو کاٹ دیا کرتے تھے، اور اس حدیثِ باب میں ڈاڑھی کے کاٹنے کی شرعی مقدار کا ذکر ہے، اور روایت میں جو فضل کا لفظ ہے، اس میں ''فا'' اور ''ضاد'' پر زبر ہے، اور ''ضاد'' پر زیر بھی صحیح ہے، جیسا کہ لفظِ ''علم'' اور زیادہ مشہور زبر ہی ہے، ابنِ تین نے یہ بات فرمائی ہے۔

اور کرمانی نے فرمایا کہ شاید حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نے نسک میں حلق اور قصر کو جمع کرنے کا ارادہ فرمایا ہے، پس سر کو تو پوری طرح منڈوا دیا، اور ڈاڑھی کے کچھ بال (مٹھی سے زائد) کاٹے، تاکہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد ''مُحَلِّقِيْنَ رُءُ وْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ لَا تَخَافُوْنَ '' کے عموم میں داخل ہو جائیں، اور انہوں نے رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ڈاڑھی بڑھانے کے عمومی حکم کو غیر نسک کی حالت کے ساتھ خاص فرمایا۔ علامہ ابنِ حجر فرماتے ہیں کہ میں کہتا ہوں کہ راجح اور ظاہر یہی ہے کہ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ اس تخصیص کو نسک کے ساتھ خاص نہیں فرماتے تھے (جیسا کہ دیگر روایات سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے) بلکہ وہ ڈاڑھی بڑھانے کے حکم کو اس حالت کے علاوہ پر محمول فرماتے تھے، جس میں ڈاڑھی کی لمبائی اور چوڑائی میں زیادہ ہونے سے شکل بھدی ہو جاتی تھی (اور وہ مقدار ان کے نزدیک ایک مٹھی سے زائد تھی، جیسا کہ ظاہر ہے) (فتح الباری)

فائدہ: علامہ ابنِ حجر شافعی رحمہ اللہ نے حج سے فارغ ہوتے وقت اور حج کے علاوہ دوسرے اوقات میں ایک مٹھی سے زائد مقدار ڈاڑھی کاٹنے کا جائز ہونا اور اس کی دلیل بھی واضح فرما دی۔ [1]

اور امام غزالی شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

وَالْاَمْرُ فِیْ هٰذَا قَرِیْبٌ اِنْ لَمْ یَنْتَهِ اِلٰی تَقْصِیْصِ اللِّحْیَةِ وَتَدْوِیْرِهَا مِنَ الْجَوَانِبِ فَاِنَّ الطُّوْلَ الْمُفْرِطَ قَدْ یُشَوِّهُ الْخِلْقَةَ وَیُطْلِقُ اَلْسِنَةَ الْمُغْتَابِیْنَ بِالنَّبْذِ اِلَیْهِ فَلَا بَاْسَ بِالْاِحْتِرَازِ عَنْهُ عَلٰی هٰذِهِ النِّیَّةِ، وَقَالَ النَّخَعِیُّ عَجِبْتُ لِرَجُلٍ عَاقِلٍ طَوِیْلِ اللِّحْیَةِ کَیْفَ لَا یَاْخُذُ مِنْ لِحْیَتِهٖ وَیَجْعَلُهَا بَیْنَ لِحْیَتَیْنِ فَاِنَّ التَّوَسُّطَ فِیْ کُلِّ شَیْئٍ حَسَنٌ، وَلِذٰلِکَ قِیْلَ کُلَّمَا طَالَتِ اللِّحْیَةُ تَشَمَّرُ الْعَقْلُ (إحیاء علوم الدین للغزالی) [2]

ترجمہ: اگر ڈاڑھی کاٹنے اور سب اطراف سے برابر کرنے کا عمل ایک حد پر ہو (اور ایک مٹھی سے زائد کی حد پر نہ پہنچے) تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ڈاڑھی بڑھانے کا حکم اس کے قریب ہے، کیونکہ ڈاڑھی کے بہت زیادہ لمبے ہو جانے

---

[1] اور علامہ ابنِ حجر رحمہ اللہ بھی امام شافعی کے مذہب کو خوب جاننے والے ہیں۔

[2] ج ۱ ص ۱۴۳، القسم الثالث من النظافة، النوع الثانی فیما یحدث فی البدن من الاجزاء.

www.idaraghufran.org

سے شکل بھدی ہو جاتی ہے، اور اس کی طرف لوگوں کی زبان درازی پیدا ہوتی ہے، تو اس نیت سے لمبی ڈاڑھی سے بچنے میں کوئی حرج نہیں۔

اور حضرت نخعی فرماتے ہیں کہ مجھے عقل مند شخص پر تعجب ہوتا ہے کہ وہ اپنی لمبی ڈاڑھی کو کیوں نہیں کاٹتا، اور اس کو کاٹ کر جبڑوں کے درمیان کیوں نہیں کرتا، کیونکہ اعتدال ہر چیز میں پسندیدہ ہے۔

اور اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ ڈاڑھی جتنی بھی زیادہ لمبی ہوتی ہے، اتنی ہی وہ عقل کو کم کرتی ہے (احیاء علوم الدین)

اور علامہ جلال الدین سیوطی شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

كَانَ يَأْخُذُ مِنْ لِحْيَتِهِ مِنْ عَرْضِهَا وَطُوْلِهَا هٰكَذَا فِيْ نُسَخِ هٰذَا الْجَامِعِ وَالَّذِيْ رَأَيْتُهُ فِيْ سِيَاقِ ابْنِ الْجَوْزِيِّ لِلْحَدِيْثِ كَانَ يَأْخُذُ مِنْ لِحْيَتِهِ مِنْ طُوْلِهَا وَعَرْضِهَا بِالسَّوِيَّةِ هٰكَذَا سَاقَهُ فَلَعَلَّ لَفْظُ بِالسَّوِيَّةِ سَقَطَ مِنْ قَلَمِ الْمُؤَلِّفِ وَذٰلِكَ لِيَقْرُبَ مِنَ التَّدْوِيْرِ جَمِيْعُ الْجَوَانِبِ لِأَنَّ الْاِعْتِدَالَ مَحْبُوْبٌ وَالطُّوْلُ الْمُفْرِطُ قَدْ يُشَوِّهُ الْخِلْقَةَ وَيُطْلِقُ أَلْسِنَةَ الْمُغْتَابِيْنَ فَلَعَلَّ ذٰلِكَ مَنْدُوْبٌ مَا لَمْ يَنْتَهِ إِلٰى تَقْصِيْصِ اللِّحْيَةِ وَجَعْلُهَا طَاقَةً فَإِنَّهُ مَكْرُوْهٌ وَكَانَ بَعْضُ السَّلَفِ يَقْبِضُ عَلٰى لِحْيَتِهِ فَيَأْخُذُ مَا تَحْتَ الْقَبْضَةِ وَقَالَ النَّخْعِيُّ عَجِبْتُ لِلْعَاقِلِ كَيْفَ لَا يَأْخُذُ مِنْ لِحْيَتِهِ فَيَجْعَلُهَا بَيْنَ لِحْيَتَيْنِ فَإِنَّ التَّوَسُّطَ فِيْ كُلِّ شَيْئٍ حَسَنٌ وَلِذٰلِكَ قِيْلَ كُلَّمَا طَالَتِ اللِّحْيَةُ تَشَمَّرُ الْعَقْلَ كَمَا حَكَاهُ الْغَزَالِيُّ فَفِعْلُ ذٰلِكَ إِذَا لَمْ يَقْصُدِ الزِّيْنَةَ وَالتَّحْسِيْنَ لِنَحْوِ النِّسَاءِ سُنَّةٌ كَمَا عَلَيْهِ جَمْعٌ مِنْهُمْ عِيَاضٌ وَغَيْرُهُ لٰكِنْ اِخْتَارَ النَّوَوِيُّ تَرْكَهَا بِحَالِهَا مُطْلَقًا (وبعد سطرین) ثُمَّ إِنْ فَعَلَهُ هٰذَا لَا يُنَاقِضُ قَوْلَهُ أَعْفُوْا

اللُّحٰی لِاَنَّ ذٰلِکَ یُنَافِیْ الْاَخْذَ مِنْهَا لِغَیْرِ حَاجَةٍ اَوْ لِنَحْوِ تَزَیُّنٍ وَهٰذَا فِیْمَا اِحْتِیْجَ اِلَیْهِ لِتَشَعُّثٍ اَوْ اِفْرَاطِ طُوْلٍ یَتَاَذّٰی بِهٖ وَقَالَ الطِّیْبِیُّ اَلْمَنْهِیُّ عَنْهُ هُوَ قَصُّهَا کَالْاَعَاجِمِ اَوْ وَصْلُهَا کَذَنَبِ الْحِمَامِ وَقَالَ ابْنُ حَجَرَ اَلْمَنْهِیُّ عَنْهُ الْاِسْتِئْصَالُ اَوْ مَا قَارَبَهٗ بِخِلَافِ الْاَخْذِ الْمَذْکُوْرِ (الشمائل الشریفة للإمام جلال الدین عبد الرحمن بن ابی بکر السیوطی تحت رقم الحدیث ۴۶۴،ص ۲۶۳)

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ڈاڑھی کی لمبائی اور چوڑائی میں سے کچھ بال کاٹ دیا کرتے تھے، جامع ترمذی کے نسخہ میں اسی طرح ہے؛ اور میں نے ابنِ جوزی کے سیاق میں جو حدیث دیکھی ہے، اس میں یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ڈاڑھی کی لمبائی اور چوڑائی میں سے برابر بال کاٹ دیا کرتے تھے (یہ روایت پہلے گزر چکی ہے، ناقل) پس شاید برابر کا لفظ مؤلف کے قلم سے رہ گیا ہے، اور ڈاڑھی کے فاضل بال کاٹنے کی وجہ یہ تھی تاکہ ہر طرف سے ڈاڑھی برابر اور گول ہو جائے، کیونکہ اعتدال پسندیدہ چیز ہے۔

اور ڈاڑھی کے زیادہ لمبی ہونے سے بسا اوقات شکل بدنما ہو جاتی ہے، اور لوگوں کی غیبت (اور نکتہ چینی) کا باعث بنتی ہے؛ پس اس لیے غالب گمان یہ ہے کہ ایسا کرنا مستحب ہے، جب تک کہ ڈاڑھی کو بہت چھوٹا (یعنی ایک مٹھی سے کم) نہ کیا جائے، کیونکہ یہ ممنوع ہے۔

اور بعض سلف حضرات ڈاڑھی کو مٹھی میں پکڑ کر اور مٹھی سے نیچے کے حصے کو کاٹ دیا کرتے تھے، اور حضرت نخعی فرماتے ہیں کہ مجھے عقل مند شخص پر تعجب ہوتا ہے کہ وہ اپنی لمبی ڈاڑھی کو کیوں نہیں کاٹتا، اور اس کو کاٹ کر جبڑوں کے درمیان کیوں نہیں کرتا، کیونکہ اعتدال ہر چیز میں پسندیدہ ہے۔

اور اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ ڈاڑھی جتنی بھی زیادہ لمبی ہوتی ہے، اتنی ہی وہ عقل کو کم کرتی ہے، جیسا کہ امام غزالی رحمہ اللہ نے نقل فرمایا ہے۔

پس لمبی ڈاڑھی کے فاضل بالوں کو کاٹنا جبکہ مثلاً نامحرم عورتوں کے سامنے اپنے آپ کو خوبصورت اور اپنی زینت ظاہر کرنے کی نیت نہ ہو، تو سنت ہے (یعنی نیت میں کوئی گناہ شامل نہ ہو، تو سنت ہے)

جیسا کہ بہت سے اہلِ علم حضرات کا قول ہے، اور ان میں قاضی عیاض وغیرہ بھی ہیں، لیکن امام نووی نے ڈاڑھی کو مطلقاً اپنی حالت پر چھوڑنے کو اختیار کیا ہے۔ [1]

(اور آگے چل کر فرماتے ہیں) پھر ایک مٹھی سے زائد ڈاڑھی کو کاٹنے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ڈاڑھی بڑھانے کے حکم کی مخالفت لازم نہیں آتی، البتہ بغیر

---

[1] چنانچہ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

والصحیح کراهة الاخذ منها مطلقا بل یترکها علی حالها کیف کانت للحدیث الصحیح واعفوا اللحی (المجموع ج ا ص ۲۹۰، باب السواک)

اور علامہ ابنِ حجر رحمہ اللہ نے امام نووی رحمہ اللہ کے اس قول کو غیر نسک پر محمول فرمایا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں کہ:

وتعقبه النووی بأنه خلاف ظاهر الخبر فی الأمر بتوفیرها قال والمختار ترکها علی حالها وأن لا یتعرض لها بتقصیر ولا غیره وکأن مراده بذلک فی غیر النسک لأن الشافعی نص علی استحبابه فیه (فتح الباری لابن حجر، ج۱۰ ص ۳۵۰، باب تقلیم الاظفار)

اور امام نووی رحمہ اللہ نے المجموع میں ہی صراحت فرمائی ہے کہ ان کی مراد کراہت سے تنزیہی ہے، چنانچہ فرماتے ہیں کہ:

وحیث اثبتنا الکراهة فهی کراهة تنزیه وهل هی شرعیة یتعلق الثواب بترکها وان لم یعاقب علی فعلها أم ارشادیة لمصلحة دنیویة لا ثواب ولا عقاب فی فعلها ولا ترکها فیه وجهان (المجموع ج ا ص ۸۹، باب السواک)

مگر اوّلاً تو امام نووی رحمہ اللہ کا یہ قول خود امام شافعی اور دیگر شوافع کے موافق معلوم نہیں ہوا، اور ثانیاً امام نووی کا اس عمل پر مکروہِ تنزیہی کا حکم لگانا دلائل کے لحاظ سے بھی محلِ نظر ہے، کیونکہ حدیث کی مراد متعدد محدثین، بلکہ خود اسی حدیث کو روایت کرنے والے صحابۂ کرام سے معلوم ہو چکی ہے، اور جو عمل خود اس حدیث کے راوی اور جلیل القدر صحابۂ کرام وتابعین اور خود امام شافعی ودیگر فقہائے شوافع اور جمہور فقہاء سے ثابت ہو، بالخصوص وہ صحابۂ کرام جو کہ سنت کی اتباع کے بہت حریص تھے، ان سے ثابت ہو، اس کو مکروہ تنزیہی قرار دینا بھی بعید ہے، جس کی مزید تفصیل آگے جناب ناصر الدین البانی صاحب کی عبارت کے ذیل میں آتی ہے۔

ضرورت کے یا نامحرم عورتوں وغیرہ کے سامنے خوبصورتی ظاہر کرنے کی صورت میں مخالفت لازم آتی ہے۔

اور لمبی ڈاڑھی کے فاضل بالوں کا کاٹنا تو بھدا پَن دُور کرنے یا غیر معتدل لمبائی "جو کہ باعثِ تکلیف ہوتی ہے" کی ضرورت کے لیے ہے (یعنی جب ڈاڑھی ایک مٹھی سے زیادہ لمبی ہو جائے تو اس کے زائد بالوں کو کاٹنا ضرورت میں داخل ہے)

اور علامہ طیبی (مشکاۃ کے شارح) نے فرمایا کہ ممانعت تو عجمیوں (یعنی غیر عربیوں) کی طرح (ایک مٹھی سے کم کر کے) کاٹنے کی ہے، یا اس کو کاٹ کر کبوتر کی دم کی طرح بنا دینے کی ہے۔ اور علامہ ابنِ حجر نے فرمایا کہ ممانعت بالکل کاٹ دینے یا بہت چھوٹی کر دینے میں ہے، نہ کہ مذکورہ مقدار (یعنی ایک مٹھی سے) کم کرنے میں (الشمائل الشریفۃ)

فائدہ: علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ کی اس عبارت سے معلوم ہوا کہ جب نیت میں کوئی فساد اور گناہ شامل نہ ہو، تو ایک مٹھی سے زائد ڈاڑھی کے بالوں کا کاٹ دینا مستحب اور سنت ہے۔ [1]

اور امام زین الدین عبدالرؤف مناوی شافعی رحمہ اللہ نے بھی علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ کی پیروی کرتے ہوئے مذکورہ تفصیل بیان فرمائی ہے۔ [2]

---

[1] اور علامہ سیوطی رحمہ اللہ امام شافعی رحمہ اللہ کے مذہب سے بہتر طریقے سے واقف ہیں۔

[2] (كان يأخذ من لحيته من عرضها وطولها) هكذا في نسخ هذا الجامع والذي رأيته في سياق ابن الجوزي للحديث كان يأخذ من لحيته من طولها وعرضها بالسوية هكذا ساقه فلعل لفظ بالسوية سقط من قلم المؤلف وذلك ليقرب من التدوير جميع الجوانب لأن الاعتدال محبوب والطول المفرط قد يشوه الخلقة ويطلق ألسنة المغتابين فلعل ذلك مندوب ما لم ينته إلى تقصيص اللحية وجعلها طاقة فإنه مكروه وكان بعض السلف يقبض على لحيته فيأخذ ما تحت القبضة وقال النخعي: عجبت للعاقل كيف لا يأخذ من لحيته فيجعلها بين لحيتين فإن التوسط في كل شيء حسن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

امام شافعی رحمہ اللہ کے علاوہ ان کے معتبر و مشہور متبعین، مثلاً امام بیہقی، علامہ ابنِ حجر عسقلانی، امام غزالی، علامہ جلال الدین سیوطی اور علامہ مناوی رحمہم اللہ کی عبارات سے معلوم ہوا کہ ایک مٹھی سے زائد ڈاڑھی کے بالوں کو کاٹنا نہ صرف جائز بلکہ افضل ہے۔

اور اس کی وجہ بدصورتی سے بچنا ہے، لہٰذا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قولی و فعلی احادیث، اور صحابہ و تابعین کے عمل کے علاوہ عقل و قیاس بھی مٹھی سے زیادہ لمبی ہونے کی صورت میں ڈاڑھی کو کاٹنے کے جائز بلکہ سنت و مستحب ہونے کا تقاضا کرتا ہے۔

اور یہ سب کلام ایک مٹھی سے زائد بالوں کے کاٹنے میں ہے۔

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

ولذلک قیل کلما طالت اللحیة تشمر العقل کما حکاه الغزالی ففعل ذلک إذا لم یقصد الزینة والتحسین لنحو النساء سنة کما علیه جمع منهم عیاض وغیره لکن اختار النووی ترکها بحالها مطلقا وأما حلق الرأس ففی المواهب لم یرو أنه حلق رأسه فی غیر نسک فتبقیة شعر الرأس سنة ومنکرها مع علمه بذلک یجب تأدیبه اه .ثم إن فعله هذا لا یناقض قوله أعفوا اللحی لأن ذلک فی الأخذ منها لغیر حاجة أو لنحو تزین وهذا فیما إذا احتیج إلیه لتشعث أو إفراط یتأذی به وقال الطیبی :المنهی عنه هو قصها کالأعاجم أو وصلها کذنب الحمار وقال ابن حجر :المنهی عنه الاستئصال أو ما قاربه بخلاف الأخذ المذکور.

(تتمة) قال الحسن بن المثنی :إذا رأیت رجلا له لحیة طویلة ولم یتخذ لحیته بین لحیتین کان فی عقله شیء وکان المأمون جالسا مع ندمائه مشرفا علی دجلة یتذاکرون أخبار الناس فقال المأمون : ما طالت لحیة إنسان قط إلا ونقص من عقله بقدر ما طالت منها وما رأیت عاقلا قط طویل اللحیة فقال بعض جلسائه :ولا یرد علی أمیر المؤمنین أنه قد یکون فی طولها عقل فبینما هم یتذاکرون إذ أقبل رجل طویل اللحیة حسن الهیئة فاخر الثیاب فقال المأمون :ما تقولون فی هذا فقال بعضهم : عاقل وقال بعضهم :یجب کونه قاضیا فأمر المأمون بإحضاره فوقف بین یدیه فسلم فأجاد فأجلسه المأمون واستنطقه فأحسن النطق فقال المأمون :ما اسمک قال :أبو حمدویه والکنیة علویه فضحک المأمون وغمز جلساءه ثم قال :ما صنعتک قال :فقیه أجید الشرع فی المسائل فقال: نسألک عن مسألة ما تقول فی رجل اشتری شاة فلما تسلمها المشتری خرج من استها بعرة ففقأت عین رجل فعلی من الدیة قال :علی البائع دون المشتری لأنه لما باعها لم یشترط أن فی استها منجنیقا فضحک المأمون حتی استلقی علی قفاه ثم أنشد:

ما أحد کالت له لحیة . . .فزادت اللحیة فی هیئته
إلا وما ینقص من عقله . . .أکثر مما زاد فی لحیته

(فیض القدیر شرح الجامع الصغیر تحت رقم الحدیث ۲۹۳۳)

جہاں تک ڈاڑھی کو مونڈنے کا تعلق ہے، تو حاشیۃ الشروانی علی تحفۃُ المحتاج کے حوالہ سے یہ بات گزر چکی ہے کہ درست بات یہ ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک ایسا کرنا حرام ہے۔ [1]

گزشتہ تفصیل سے بحمداللہ تعالیٰ چاروں فقہائے کرام کے مسلک سے ایک مٹھی سے زائد ڈاڑھی کاٹنے کا جواز ثابت ہوا۔

ناصرالدین البانی صاحب سے ایک مٹھی سے زائد ڈاڑھی کاٹنے کا ثبوت

چونکہ اس دور میں اپنے آپ کو اہلِ حدیث یا غیر مقلد وغیرہ قرار دینے والے بہت سے حضرات ایک مٹھی کے بعد بھی ڈاڑھی کاٹنے کو جائز نہیں سمجھتے، اور یہ کہتے ہیں کہ ڈاڑھی کو کسی حد پر بھی کاٹنا جائز نہیں، اور موجودہ دور کے اکثر سلفی اور اہلِ حدیث نام کے حضرات جناب ناصرالدین البانی صاحب مرحوم سے بہت عقیدت رکھتے ہیں، اور ان کے حوالوں کو بہت اہمیت دیتے ہیں، جبکہ ناصرالدین البانی صاحب مرحوم نے ایک مٹھی کے بعد ڈاڑھی کاٹنے

---

[1] چنانچہ حاشیۃ الشروانی علی تحفۃُ المحتاج کی عبارت یہ ہے کہ:

قال الشیخان یکرہ حلق اللحیۃ واعترضہ ابن الرفعۃ فی حاشیۃ الکافیۃ بأن الشافعی - رضی اللہ تعالی عنہ -نص فی الأم علی التحریم قال الزرکشی وکذا الحلیمی فی شعب الإیمان وأستاذہ القفال الشاشی فی محاسن الشریعۃ وقال الأذرعی الصواب تحریم حلقھا جملۃ لغیر علۃ بھا کما یفعلہ القلندریۃ انتھی(حاشیۃ الشروانی علی تحفۃ المحتاج فی شرح المنھاج، ج۹ ص ۳۷۶، کتاب الاضحیۃ، فصل فی العقیقۃ)

لہٰذا بعض حضرات کا یہ فرمانا کہ عندالشافعی ''قطع مادون القبضۃ'' مکروہ ہے، اور اس سے کراہتِ تنزیہی مراد ہے۔

یہ محلِ نظر ہے۔

البتہ اگر کسی کی مراد ''قطع مافوق القبضۃ'' ہو، تو اس پر ہم مفصلاً کلام کرچکے ہیں۔

جس کا حاصل یہ ہے کہ شوافع میں سے امام نووی رحمہ اللہ ایک مٹھی سے زائد ڈاڑھی کے کاٹنے کو مکروہِ تنزیہی فرماتے ہیں۔

لیکن اولاً تو ان کا یہ قول امام شافعی رحمہ اللہ اور دیگر شوافع کے موافق معلوم نہیں ہوتا، اور ثانیاً بر سبیلِ تسلیم بھی وہ صرف خلافِ اولیٰ قرار دیتے ہیں، نہ کہ حرام۔

بخلاف موجودہ دور کے اکثر غیر مقلدین کے، کہ وہ بعض دیگر مسائل کی طرح اس مسئلے میں بھی جمہور کے اس اجماعی موقف سے ہٹے ہوئے ہیں، اور وہ ایک مٹھی کے بعد بھی ڈاڑھی کاٹنے کو ناجائز و حرام قرار دیتے ہیں۔

کے جائز بلکہ سنت ہونے پر تفصیل سے کلام کیا ہے، اور ساتھ ہی اپنے تفصیلی کلام میں ایک مٹھی کے بعد ڈاڑھی کاٹنے کو ناجائز قرار دینے والے حضرات کو متشدد اور اس عمل کو بدعت کی دلیل پر مبنی قرار دیا ہے۔

اس لئے ہم مذکورہ حالات کے پیشِ نظر جناب ناصر الدین البانی صاحب مرحوم کا اس سلسلہ میں عربی کلام مع ترجمہ پیش کرتے ہیں۔

چنانچہ جناب ناصرُ الدین البانی صاحب مرحوم لکھتے ہیں کہ:

وَمِنَ الْأَبْحَاثِ الْفِقْهِيَّةِ مَا جَآءَ تَحْتَ الْحَدِيْثَيْنِ (۲۱۰۷ و ۲۳۵۵) مِنْ بَيَانِ أَنَّ السُّنَّةَ الَّتِيْ جَرٰى عَلَيْهَا عَمَلُ السَّلَفِ مِنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِيْنَ وَالْأَئِمَّةِ الْمُجْتَهِدِيْنَ إِعْفَاءُ اللِّحْيَةِ إِلَّا مَا زَادَ عَلَى الْقُبْضَةِ؛ فَيُقَصُّ، وَتَأَيَّدَ ذٰلِكَ بِنُصُوْصٍ عَزِيْزَةٍ عَنْ بَعْضِ السَّلَفِ، وَبَيَانُ أَنَّ إِعْفَاءَهَا مُطْلَقًا هُوَ مِنْ قَبِيْلِ مَا سَمَّاهُ الْإِمَامُ الشَّاطِبِيُّ بِـ (الْبِدَعِ الْإِضَافِيَّةِ) (سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة) [1]

ترجمہ: اور فقہی ابحاث میں سے یہ بھی اُصول ہے جو حدیث نمبر ۲۱۰۷ اور حدیث نمبر ۲۳۵۵ کے ذیل میں آیا ہے کہ سنت وہ ہے جس پر صحابہ، تابعین اور ائمہ مجتہدین سلف حضرات کا عمل جاری رہا۔

اور وہ ڈاڑھی بڑھانا ہے، مگر جو ایک مٹھی سے زیادہ ہو، اُسے کاٹ دیا جائے گا۔

اور اس کی تائید بعض سلف کے مضبوط نصوص سے ہوتی ہے، اور ڈاڑھی کو بغیر ایک مٹھی کی قید کے بڑھاتے رہنا، یہ امام شاطبی کے بقول بدعتِ اضافیہ میں سے ہے (سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ)

فائدہ: اس سے معلوم ہوا کہ جناب البانی صاحب کی تحقیق کے مطابق ایک مٹھی کی مقدار تو

[1] ج ۵ ص ۵، المقدمة، الناشر: دار المعارف، الرياض - المملكة العربية السعودية.

www.idaraghufran.org

سنت ہے، اور اس سے زیادہ بدعتِ اضافیہ ہے۔

اور ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ:

قُلْتُ :وَفِيْهِ إِشَارَةٌ قَوِيَّةٌ إِلٰى أَنَّ قَصَّ اللِّحْيَةِ، كَمَا تَفْعَلُ بَعْضُ الْجَمَاعَاتِ ،هُوَ كَحَلْقِهَا مِنْ حَيْثُ التَّشَبُّهِ ، وَأَنَّ ذٰلِكَ لَا يَجُوْزُ: وَالسُّنَّةُ الَّتِيْ جَرٰى عَلَيْهَا السَّلَفُ مِنَ الصَّحَابَةِ وَغَيْرِهِمْ إِعْفَاؤُهَا إِلَّا مَا زَادَ عَلَى الْقُبْضَةِ ؛ فَتُقَصُّ الزِّيَادَةُ،وَقَدْ فَصَّلْتُ هٰذَا فِيْ غَيْرِ مَوْضِعٍ تَفْصِيْلًا ، وَاسْتَدَلَلْتُ لَهُ اِسْتِدْلَالًا قَوِيًّا (سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة،تحت رقم الحديث ٢١٠٧ ،ج٥ص١٢٥ ،الناشر:دار المعارف، الرياض- المملكة العربية السعودية)

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ اس میں اس بات کی طرف مضبوط اشارہ ہے کہ ڈاڑھی کاٹنا، جیسا کہ بعض لوگوں کا فعل ہے، یہ کافروں کے ساتھ تشبہ کی حیثیت سے ڈاڑھی مونڈنے کی طرح ہے، اور یہ جائز نہیں۔

اور وہ سنت جس پر صحابہ اور دیگر سلف حضرات کا عمل جاری رہا، ڈاڑھی کو بڑھانے کا ہے، مگر ایک مٹھی سے زیادہ مقدار کو کاٹ دیا جائے گا۔

اور میں نے اس کو دوسرے مقام پر تفصیل سے بیان کر دیا ہے، اور میں نے اس پر مضبوط استدلال کیا ہے (سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں کہ:

وَزَادَ الْبُخَارِيُّ فِيْ رِوَايَةٍ.وَكَانَ ابْنُ عُمَرٍ إِذَا حَجَّ أَوْ اِعْتَمَرَ ؛ قَبَضَ عَلٰى لِحْيَتِهٖ ، فَمَا فَضَلَ ؛ أَخَذَ،فَهٰذَا هُوَ الصَّحِيْحُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ ، وَعَنْ أَحْمَدَ أَيْضًا،وَلَهُ عَنِ ابْنِ عُمَرَ طَرِيْقٌ أُخْرٰى ، رَوَاهَا اِبْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ ، وَابْنُ سَعْدٍ،وَلَهُ عِنْدَهُ طُرُقٌ أُخْرٰى،ثُمَّ رَوَى الْخَلَّالُ ، وَمِنْ

قَبْلِهٖ اِبْنُ أَبِیْ شَيْبَةَ عَنْ أَبِیْ زُرْعَةَ بْنِ جَرِيْرٍ قَالَ: كَانَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ يَقْبِضُ عَلٰى لِحْيَتِهٖ، ثُمَّ يَأْخُذُ مَا فَضَلَ عَنِ الْقُبْضَةِ، وَإِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ عَلٰى شَرْطِ مُسْلِمٍ. قُلْتُ: وَالْآثَارُ السَّلَفِيَّةُ بِهٰذَا الْمَاسِّ كَثِيْرَةٌ؛ حَتّٰى قَالَ مَنْصُوْرٌ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ: كَانُوْا يَأْخُذُوْنَ مِنْ جَوَانِبِهَا، وَيُنَظِّفُوْنَهَا، يَعْنِیْ: اَللِّحْيَةَ. أَخْرَجَهُ اِبْنُ أَبِیْ شَيْبَةَ، وَالْبَيْهَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْإِيْمَانِ، بِإِسْنَادٍ صَحِيْحٍ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ، وَهُوَ: اِبْنُ يَزِيْدَ النَّخَعِیُّ، وَهُوَ تَابِعِیٌّ فَقِيْهٌ جَلِيْلٌ، قَالَ الذَّهَبِیُّ فِی الْكَاشِفِ كَانَ عَجَبًا فِی الْوَرَعِ وَالْخَيْرِ، مُتَوَقِّيًا لِلشُّهْرَةِ، رَأْسًا فِی الْعِلْمِ، مَاتَ سَنَةَ ۹۶ كَهْلًا. قُلْتُ: فَالظَّاهِرُ أَنَّهٗ يَعْنِیْ مَنْ أَدْرَكَهُمْ مِنَ الصَّحَابَةِ وَكِبَارِ التَّابِعِيْنَ وَأَجْلَائِهِمْ، كَالْأَسْوَدِ بْنِ يَزِيْدَ، وَهُوَ خَالُهٗ، وَشُرَيْحٍ الْقَاضِیِّ، وَمَسْرُوْقٍ وَأَبِیْ زُرْعَةَ، وَهُوَ الرَّاوِیُّ لِأَثَرِ أَبِیْ هُرَيْرَةَ الْمَذْكُوْرِ آنِفًا، وَأَبِیْ عُبَيْدَةَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ، وَالْآثَارُ فِی الْبَابِ كَثِيْرَةٌ؛ بَلْ إِنَّ بَعْضَهُمْ جَعَلَ الْأَخْذَ مِنَ اللِّحْيَةِ مِنْ تَمَامِ تَفْسِيْرِ قَوْلِهٖ تَعَالٰى فِی الْحَجِّ (ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ) فَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ كَعْبٍ الْقُرَظِیُّ: رَمْیُ الْجِمَارِ، وَذَبْحُ الذَّبِيْحَةِ، وَأَخْذٌ مِنَ الشَّارِبَيْنِ وَاللِّحْيَةِ وَالْأَظْفَارِ. أَخْرَجَهُ ابْنُ جَرِيْرٍ بِسَنَدٍ جَيِّدٍ عَنْهُ. ثُمَّ رَوٰى عَنْ مُجَاهِدٍ مِثْلَهٗ: وَسَنَدُهٗ صَحِيْحٌ. وَمُجَاهِدٌ، وَمُحَمَّدُ بْنُ كَعْبٍ مِنْ أَجِلَّةِ التَّابِعِيْنَ الْمُكْثِرِيْنَ مِنَ الرِّوَايَةِ عَنْ تَرْجُمَانِ الْقُرْآنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبَّاسٍ، وَالْآخِذِيْنَ الْعِلْمَ عَنْهُ وَالتَّفْسِيْرَ، وَلَعَلَّهُمَا تَلَقَّيَا مِنْهُ تَفْسِيْرَ آيَةِ الْحَجِّ هٰذِهٖ؛ فَقَدْ قَالَ عَطَاءٌ: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ أَنَّهٗ قَالَ فِیْ قَوْلِهٖ (ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ) قَالَ اَلتَّفَثُ: حَلْقُ الرَّأْسِ، وَأَخْذٌ مِنَ الشَّارِبَيْنِ، وَنَتْفُ الْإِبِطِ، وَحَلْقُ

الْعَانَةِ ، وَقَصُّ الْأَظْفَارِ ، وَالْأَخْذُ مِنَ الْعَارِضَيْنِ ، وَرَمْيُ الْجِمَارِ ، وَالْمَوْقِفُ بِعَرَفَةَ وَالْمُزْدَلِفَةِ. أَخْرَجَهُ ابْنُ جَرِيْرٍ أَيْضًا ، وَإِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ. وَرَوَاهُ ابْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ مِنْ طَرِيْقٍ أُخْرٰى عَنْ عَطَاءِ بْنِ أَبِيْ رَبَاحٍ قَالَ: كَانُوْا يُحِبُّوْنَ أَنْ يُعْفُوا اللِّحْيَةَ ؛ إِلَّا فِيْ حَجٍّ أَوْ عُمْرَةٍ، وَكَانَ إِبْرَاهِيْمُ يَأْخُذُ مِنْ عَارِضِ لِحْيَتِهٖ وَإِسْنَادُهُ صَحِيْحٌ أَيْضًا.

وَإِذَا عَرَفْتَ مَا تَقَدَّمَ مِنْ هٰذِهِ الْآثَارِ الْمُخَالَفَةِ لِحَدِيْثِ التَّرْجَمَةِ ؛ فَالْعَجَبُ كُلُّ الْعَجَبِ مِنَ الشَّيْخِ التُّوَيْجِرِيِّ وَأَمْثَالِهٖ مِنَ الْمُتَشَدِّدِيْنَ بِغَيْرِ حَقٍّ ، كَيْفَ يَتَجَرَّأُوْنَ عَلٰى مُخَالَفَةِ هٰذِهِ الْآثَارِ السَّلَفِيَّةِ ؟ فَيَذْهَبُوْنَ إِلٰى عَدَمِ جَوَازِ تَهْذِيْبِ اللِّحْيَةِ مُطْلَقًا ؛ وَلَوْعِنْدَ التَّحَلُّلِ مِنَ الْإِحْرَامِ ، وَلَا حُجَّةَ لَهُمْ تُذْكَرُ سِوَى الْوُقُوْفِ عِنْدَ عُمُوْمِ حَدِيْثِ...... وَاعْفُوا اللُّحٰى، كَأَنَّهُمْ عَرَفُوْا شَيْئًا فَاتَ أُولٰئِكَ السَّلَفَ مَعْرِفَتُهُ ، وَبِخَاصَّةٍ أَنَّ فِيْهِمْ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ الرَّاوِيُّ لِهٰذَا الْحَدِيْثِ ، كَمَا تَقَدَّمَ ، وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ أَنَّ الرَّاوِيَّ أَدْرٰى بِمَرْوِيِّهٖ مِنْ غَيْرِهٖ ، وَلَيْسَ هٰذَا مِنْ بَابِ الْعِبْرَةِ بِرِوَايَتِهٖ لَا بِرَأْيِهٖ ؛ كَمَا تَوَهَّمَ الْبَعْضُ ، فَإِنَّ هٰذَا فِيْمَا إِذَا كَانَ رَأْيُهُ مُصَادِمًا لِرِوَايَتِهٖ ، وَلَيْسَ الْأَمْرُ كَذٰلِكَ هُنَا كَمَا لَا يَخْفٰى عَلٰى أَهْلِ الْعِلْمِ وَالنُّهٰى ؛ فَإِنَّ هٰؤُلَاءِ يَعْلَمُوْنَ أَنَّ الْعَمَلَ بِالْعُمُوْمَاتِ الَّتِيْ لَمْ يَجْرِ الْعَمَلُ بِهَا عَلٰى عُمُوْمِهَا هُوَ أَصْلُ كُلِّ بِدْعَةٍ فِي الدِّيْنِ ، وَلَيْسَ هُنَا تَفْصِيْلُ الْقَوْلِ فِيْ ذٰلِكَ ، فَحَسْبُنَا أَنْ نُذَكِّرَ بِقَوْلِ الْعُلَمَاءِ وَفِيْ مِثْلِ هٰذَا الْمَجَالِ ؛لَوْ كَانَ خَيْرًا ؛ لَسَبَقُوْنَا إِلَيْهِ. أَضِفْ إِلٰى مَا تَقَدَّمَ أَنَّ مِنْ أُولٰئِكَ السَّلَفِ الْأَوَّلِ الَّذِيْنَ خَالَفَهُمْ أُولٰئِكَ الْمُتَشَدِّدُوْنَ ابْنُ عَبَّاسٍ تَرْجُمَانُ

الْقُرآنِ الَّذِیْ یَحْتَجُّوْنَ بِتَفْسِیْرِہٖ ؛ إِذَا وَافَقَ هَوَاهُمْ ، بَلْ وَجَعَلُوْهُ فِیْ حُكْمِ الْمَرْفُوْعِ ؛ وَلَوْ لَمْ يَصِحَّ السَّنَدُ بِهٖ إِلَيْهِ (سلسلة الأحاديث الضعيفة والموضوعة، تحت رقم الحديث ۶۲۰۳ ج۱۳ ص۴۴۰ تا ۴۴۲، الناشر: دار المعارف، الرياض - المملكة العربية السعودية)

ترجمہ: اور امام بخاری نے ایک روایت میں یہ زیادتی روایت فرمائی ہے کہ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ جب حج یا عمرہ کرتے تو اپنی ڈاڑھی کو مٹھی میں پکڑتے اور جو مٹھی سے زائد ہوتی، اسے کاٹ دیا کرتے تھے، پس یہ روایت حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کی صحیح ہے، اور امام احمد سے بھی یہی روایت (ایک مٹھی سے زائد کاٹنے کے جائز ہونے کی) صحیح ہے، اور حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ابنِ ابی شیبہ اور ابنِ سعد نے دوسرے طریقہ سے روایت کی ہے، اور حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کی یہ روایت اور طریقوں سے بھی مروی ہے، پھر خلال نے اور ان سے پہلے ابنِ ابی شیبہ نے ابوزرعہ ابنِ جریر سے روایت کی ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ اپنی ڈاڑھی کو مٹھی میں پکڑتے اور جو مٹھی سے زیادہ ہوتی، اسے کاٹ دیا کرتے تھے، اور اس کی سند صحیح ہے مسلم کی شرط کے مطابق ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اس سلسلہ میں اہلِ سلف کے آثار بہت ہیں، یہاں تک کہ منصور، حضرت ابراہیم سے روایت کرتے ہیں کہ صحابہ و تابعین اپنی ڈاڑھی کے کناروں کو کاٹ دیا کرتے تھے اور ڈاڑھی کو مزین بنا کر رکھتے تھے (چھوٹے بڑے بال نہیں ہوتے تھے) اس کو ابنِ ابی شیبہ اور امام بیہقی نے شعب الایمان میں حضرت ابراہیم سے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

اور حضرت ابراہیم دراصل یزید نخعی کے بیٹے ہیں، جو کہ جلیل القدر فقیہ و تابعی ہیں۔

www.idaraghufran.org

امام ذہبی نے کاشف میں فرمایا کہ تقوے وپرہیز گاری اور نیکی میں یہ عجیب ہستی تھیں، اور یہ شہرت سے اپنے آپ کو بچا کر رکھتے تھے، اور علم میں سر (یعنی چوٹی کے صاحب علم) شمار کئے جاتے تھے، ان کا سن چھیانوے ہجری میں بڑھاپے کی حالت میں انتقال ہوا۔

میں کہتا ہوں کہ یہ بات ظاہر ہے کہ انہوں نے صحابۂ کرام اور بڑے اور عظیم القدر تابعین کو پایا ہے، جیسا کہ اسود بن یزید جو کہ ان کے ماموں ہیں، اور شریح قاضی اور مسروق اور ابوزرعہ کو جو کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مذکورہ روایت کے راوی ہیں، اور حضرت ابوعبیدہ بن عبداللہ بن مسعود کو۔

اور ایک مٹھی سے زائد ڈاڑھی کٹانے کے بارے میں صحابہ وتابعین کے آثار بہت زیادہ ہیں۔

بلکہ بعض حضرات نے ڈاڑھی کے فاضل بال کاٹنے کو حاجیوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے اس قول کی تفسیر کا حصہ قرار دیا ہے، کہ ''ثُمَّ لْيَقْضُوْا تَفَثَهُمْ'' کہ پھر حاجیوں کو چاہئے کہ اپنے تفث کو دور کرلیں۔

محمد بن کعب قرظی نے فرمایا کہ اس سے مراد شیطان کو کنکری مارنا اور قربانی کرنا اور مونچھیں کاٹنا اور ڈاڑھی کے زائد بال کاٹنا اور ناخن کاٹنا ہے، اس کو ابنِ جریر نے ان سے عمدہ سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

پھر مجاہد سے بھی اس کے مثل روایت کیا ہے اور اس کی سند بھی صحیح ہے، اور حضرت مجاہد اور حضرت محمد بن کعب جلیل القدر اور بڑے عظیم تابعین میں سے ہیں، جو ترجمانُ القرآن حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے بہت کثرت کے ساتھ روایت کرنے والوں میں سے ہیں، اور حضرت ابنِ عباس سے علم وتفسیر کو لینے والے ہیں، اور غالبًا انہوں نے مذکورہ آیتِ حج کی اس تفسیر کو حضرت ابنِ عباس

رضی اللہ عنہ سے اخذ کیا ہے، اور حضرت عطاء نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے اللہ تعالیٰ کے قول ”ثُمَّ لْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ“ کے بارے میں روایت کیا ہے کہ تفث سے مراد سر منڈانا، مونچھیں کٹانا، اور بغل کے بال اکھاڑنا اور زیرِ ناف بال مونڈنا اور ناخن کاٹنا، اور رخساروں کے بال کاٹنا (یعنی خط بنوانا) اور شیطان کو کنکریاں مارنا اور وقوفِ عرفہ اور وقوفِ مزدلفہ ہے، اس کو بھی ابنِ جریر نے روایت کیا ہے، اور اس کی سند صحیح ہے۔

اور ابنِ ابی شیبہ نے ایک اور سند سے حضرت عطاء ابن ابی رباح رحمہ اللہ سے روایت کیا ہے کہ صحابہ و تابعین ڈاڑھی بڑھاتے رہنے کو پسند فرماتے تھے، سوائے حج یا عمرہ کے (کہ حج یا عمرہ کے موقع پر ایک مٹھی سے زیادہ کاٹ دیا کرتے تھے) اور حضرت ابراہیم اپنی ڈاڑھی کے کنارہ کے بال کاٹ دیا کرتے تھے، اور اس کی سند بھی صحیح ہے۔

اور جب گزشتہ آثار کو آپ نے حدیثِ ترجمہ کے مخالف پہچان لیا، تو انتہائی تعجب ہے، شیخ تویجری اور ان کے مثل دوسرے بے جا اور ناحق تشدد کرنے والے حضرات پر (کہ جو کہتے ہیں کہ ایک مٹھی سے زائد بالوں کو کاٹنا کسی طرح بھی جائز نہیں) یہ حضرات کتنی بے باکی سے ان سلفی حضرات کے آثار کی مخالفت کرتے ہیں، اور یہ لوگ ڈاڑھی کو سنوارنے (اور خط بنوانے) کو کسی حال میں جائز قرار نہیں دیتے، اگرچہ احرام سے حلال ہوتے وقت ہی کیوں نہ ہو، اور ان کے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں ہے، سوائے اس کے کہ ان کا علم ڈاڑھی بڑھانے کے حکم والی حدیث تک محدود ہے، گویا کہ انہوں نے ایک چیز کا تو علم حاصل کر لیا، لیکن ان اسلاف کی معرفت و علم سے یہ محروم رہے، اور بطورِ خاص ان میں حضرت عبداللہ بن عمر سے بھی جو کہ اس روایت کے ہی راوی ہیں، جیسا کہ پہلے گزر چکا،

اور یہ متشددین لوگ یہ بات جانتے ہیں کہ راوی اپنی روایت کردہ حدیث کے معنیٰ ومطلب کو دوسرے سے زیادہ بہتر سمجھتا ہے، اور یہ مسئلہ ان چیزوں میں سے نہیں ہے کہ جن میں اعتبار روایت کا ہی کیا جاتا ہو اور راوی کی رائے کا اعتبار نہ کیا جاتا ہو، جیسا کہ بعض کو وہم ہوا ہے، کیونکہ یہ تو اس وقت ہوتا جبکہ راوی کی رائے اس کی روایت کے خلاف ہوتی، کیونکہ ان متشددین کو یہ بات معلوم ہے کہ ان روایتوں کے عموم پر عمل کرنا کہ جن کے عموم پر عمل جاری نہیں ہوا، یہ دین میں ہر بدعت کی بنیاد ہے، اور اس میں کسی اور قول کی تفصیل نہیں ہے (سوائے اس کے کہ ایک مٹھی سے زائد کے کاٹنے کو جائز قرار دیا جائے) پس ہمارے لئے یہی کافی ہے کہ ہم اس مسئلہ میں اہلِ علم حضرات کا ذکر کریں، اور اگر ایک مٹھی سے زیادہ میں خیر ہوتی تو یہ حضرات اس پر ہم سے پہلے عمل کرتے۔

گزشتہ بحث سے یہ بات واضح ہوگئی کہ یہ حضرات جو اولِ سلف ہیں، جن کی ان متشددین نے مخالفت کی ہے، وہ حضرت ابنِ عباس ہیں جو کہ ترجمانُ القرآن ہیں، جن کی تفسیر سے یہ لوگ خود بھی دلیل پکڑتے ہیں، جب تفسیر ان کی خواہشات کے مطابق ہو، بلکہ اس تفسیر کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث کا درجہ دیتے ہیں، اگرچہ سند صحیح بھی کیوں نہ ہو (سلسلۃ الاحادیث الضعیفہ)

اور ایک مقام پر جناب ناصر الدین البانی صاحب صحابہ وتابعین کے آثار ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ:

قُلْتُ: وَ فِيْ هٰذِهِ الْآثَارِ الصَّحِيْحَةِ مَا يَدُلُّ عَلٰى أَنَّ قَصَّ اللِّحْيَةِ ، أَوِ الْأَخْذَ مِنْهَا كَانَ أَمْرًا مَعْرُوْفًا عِنْدَ السَّلَفِ ، خِلَافًا لِظَنِّ بَعْضِ إِخْوَانِنَا مِنْ أَهْلِ الْحَدِيْثِ الَّذِيْنَ يَتَشَدَّدُوْنَ فِي الْأَخْذِ مِنْهَا ، مُتَمَسِّكِيْنَ بِعُمُوْمِ قَوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: وَ اَعْفُوا اللُّحٰى، غَيْرُ

مُتَنَبِّهِيْنَ لِمَا فَهِمُوْهُ مِنَ الْعُمُوْمِ أَنَّهُ غَيْرُ مُرَادٍ لِعَدَمِ جَرَيَانِ عَمَلِ السَّلَفِ عَلَيْهِ وَ فِيْهِمْ مَنْ رَوَى الْعُمُوْمَ الْمَذْكُوْرَ ، وَ هُمْ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ ، وَ حَدِيْثُهُ فِي الصَّحِيْحَيْنِ ،وَ أَبُوْ هُرَيْرَةَ ، وَ حَدِيْثُهُ عَنْ مُسْلِمٍ ، وَ هُمَا مُخَرَّجَانِ فِيْ جَلْبَابِ الْمَرْأَةِ الْمُسْلِمَةَ (طبعة المكتبة الإسلامية) وَ ابْنُ عَبَّاسٍ ، وَ حَدِيْثُهُ فِيْ مَجْمَعِ الزَّوَائِدِ. وَ مِمَّا لَا شَكَّ أَنَّ رَاوِيَ الْحَدِيْثِ أَعْرَفُ بِالْمُرَادِ مِنْهُ مِنَ الَّذِيْنَ لَمْ يَسْمَعُوْهُ مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، وَ أَحْرَصُ عَلٰى اِتِّبَاعِهِ مِنْهُمْ . وَ هٰذَا عَلٰى فَرْضِ أَنَّ الْمُرَادَ بِـ (الْإِعْفَاءِ)التَّوْفِيْرُ وَ التَّكْثِيْرُ كَمَا هُوَ مَشْهُوْرٌ ، لٰكِنْ قَالَ الْبَاجِيُّ فِيْ شَرْحِ الْمُوَطَّا ،نَقْلًا عَنِ الْقَاضِي أَبِي الْوَلِيْدِ : وَ يَحْتَمِلُ عِنْدِيْ أَنْ يُرِيْدَ أَنْ تُعْفَى اللُّحٰى مِنَ الْإِحْفَاءِ، لِأَنَّ كَثْرَتَهَا أَيْضًا لَيْسَ بِمَأْمُوْرٍ بِتَرْكِهِ ، وَ قَدْ رَوَى اِبْنُ الْقَاسِمِ عَنْ مَالِكٍ:لَا بَأْسَ أَنْ يُؤْخَذَ مَا تَطَايَرَ مِنَ اللِّحْيَةِ وَ شَذَّ، قِيْلَ لِمَالِكٍ:فَإِذَا طَالَتْ جِدًّا ؟ قَالَ:أَرٰى أَنْ يُؤْخَذَ مِنْهَا وَ تُقَصُّ. وَ رُوِيَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ وَ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّهُمَا كَانَا يَأْخُذَانِ مِنَ اللِّحْيَةِ مَا فَضَلَ عَنِ الْقُبْضَةِ. قُلْتُ:أَخْرَجَهُ عَنْهُمَا الْخَلَّالُ فِي التَّرَجُّلِ بِإِسْنَادَيْنِ صَحِيْحَيْنِ ،وَ رَوَى عَنِ الْإِمَامِ أَحْمَدَ أَنَّهُ سُئِلَ عَنِ الْأَخْذِ مِنَ اللِّحْيَةِ؟ قَالَ: كَانَ ابْنُ عُمَرَ يَأْخُذُ مِنْهَا مَا زَادَ عَلَى الْقُبْضَةِ ، وَ كَأَنَّهُ ذَهَبَ إِلَيْهِ، قَالَ حَرْبٌ:قُلْتُ لَهُ:مَا الْإِعْفَاءُ ؟ قَالَ:يُرْوىٰ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ، قَالَ: كَانَ هٰذَا عِنْدَهُ الْإِعْفَاءُ.

قُلْتُ :وَ مِنَ الْمَعْلُوْمِ أَنَّ الرَّاوِيَ أَدْرىٰ بِمَرْوِيِّهِ مِنْ غَيْرِهِ ، وَ لَا سِيَّمَا إِذَا كَانَ حَرِيْصًا عَلَى السُّنَّةِ كَابْنِ عُمَرَ ، وَ هُوَ يَرٰى نَبِيَّهُ صَلَّى اللّٰهُ

عَلَيْهِ وَسَلَّم، اَلْآمِرَ بِالْإِعْفَاءِ لَيْلًا نَهَارًا، فَتَأَمَّلْ .

ثُمَّ رَوَى الْخَلَّالُ مِنْ طَرِيْقِ إِسْحَاقَ قَالَ: سَأَلْتُ أَحْمَدَ عَنِ الرَّجُلِ يَأْخُذُ مِنْ عَارِضَيْهِ ؟ قَالَ: يَأْخُذُ مِنَ اللِّحْيَةِ مَا فَضَلَ عَنِ الْقُبْضَةِ، قُلْتُ: حَدِيْثُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، أَحْفُوا الشَّوَارِبَ ، وَ اَعْفُوا اللُّحٰى؟ قَالَ: يَأْخُذُ مِنْ طُوْلِهَا وَ مِنْ تَحْتِ حَلْقِهِ. وَ رَأَيْتُ أَبَا عَبْدِ اللّٰهِ يَأْخُذُ مِنْ طُوْلِهَا وَ مِنْ تَحْتِ حَلْقِهِ. قُلْتُ: لَقَدْ تَوَسَّعْتُ قَلِيْلًا بِذِكْرِ هٰذِهِ النُّصُوْصِ عَنْ بَعْضِ السَّلَفِ وَ الْأَئِمَّةِ، لِعِزَّتِهَا، وَ لِظَنِّ الْكَثِيْرِ مِنَ النَّاسِ أَنَّهَا مُخَالَفَةٌ لِعُمُوْمِ: وَ اَعْفُوا اللُّحٰى، وَ لَمْ يَتَنَبَّهُوْا لِقَاعِدَةٍ، أَنَّ الْفَرْدَ مِنْ أَفْرَادِ الْعُمُوْمِ إِذَا لَمْ يَجْرِ الْعَمَلُ بِهِ، دَلِيْلٌ عَلٰى أَنَّهُ غَيْرُ مُرَادٍ مِنْهُ ، وَ مَا أَكْثَرُ الْبِدَعِ الَّتِيْ يُسَمِّيْهَا الْإِمَامُ الشَّاطِبِيُّ بِـ (الْبِدَعِ الْإِضَافِيَّةِ) إِلَّا مِنْ هٰذَا الْقَبِيْلِ ، وَ مَعَ ذٰلِكَ فَهِيَ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ مَرْدُوْدَةٌ ، لِأَنَّهَا لَمْ تَكُنْ مِنْ عَمَلِ السَّلَفِ ، وَ هُمْ أَتْقٰى وَ أَعْلَمُ مِنَ الْخَلَفِ ، فَيُرْجَى الْاِنْتِبَاهُ لِهٰذَا فَإِنَّ الْأَمْرَ دَقِيْقٌ وَّ مُهِمٌّ (سلسلة الاحاديث الضعيفة) [1]

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ ان صحیح آثار میں اس بات کی دلالت موجود ہے کہ فاضل ڈاڑھی یا اس کے فاضل بال کاٹنے کا مسئلہ سلف کے نزدیک معروف ومشہور چیز تھی، مگر ہمارے بعض اہلِ حدیث بھائی اس سے اختلاف کا گمان رکھتے ہیں، جو کہ ڈاڑھی کو کاٹنے کے مسئلہ میں بے جا تشدد رکھتے ہیں، اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے عموم سے کہ ''ڈاڑھی بڑھاؤ'' دلیل پکڑتے ہیں، لیکن انہیں اس چیز کی خبر نہیں کہ جو انہوں نے اس حدیث سے عموم سمجھا ہے، وہ درحقیقت

[1] تحت رقم الحديث رقم ۲۳۵۵، ج۵ص۳۷۸ تا ۳۸۰، الناشر: دار المعارف، الرياض - المملكة العربية السعودية.

(نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی) مراد نہیں ہے، کیونکہ سلف کا عمل اس پر جاری نہیں رہا۔
اور ان سلف میں وہ حضرات بھی ہیں جو کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکورہ عمومی ارشاد کو روایت کرتے ہیں، اور وہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ہیں، جن کی حدیث صحیحین میں ہے، اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ہیں جن کی حدیث مسلم میں ہے، اور ان دونوں کی تخریج "جلباب المرأۃ المسلمۃ" نامی کتاب پر کردی گئی ہے (جو مکتبہ اسلامیہ سے شائع ہوئی ہے) اور حضرت ابنِ عباس ہیں، اور ان کی حدیث مجمع الزوائد میں ہے۔ [1]
اور اس بات میں کوئی شک نہیں کہ حدیث کا راوی حدیث کی مراد کو ان لوگوں کے مقابلہ میں زیادہ جانتا ہے، جنہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث نہیں سنی، اور وہ دوسرے لوگوں کے مقابلہ میں حدیث کی اتباع کا زیادہ حریص بھی ہوتا ہے۔
اور یہ تمام بحث اس صورت میں ہے جبکہ حدیث میں مذکور لفظِ "اعفاء" سے بڑھانا اور زیادہ کرنا مراد لیا جائے، جیسا کہ مشہور ہے۔
لیکن علامہ باجی نے مؤطا کی شرح میں قاضی ابوالولید سے نقل کرتے ہوئے فرمایا: کہ میرے نزدیک اس بات کا احتمال ہے کہ ڈاڑھی کو معاف رکھا جائے اس کی بے احترامی سے، اس لئے کہ ڈاڑھی کی کثرت بھی اس کو چھوڑ دینے کی مامور نہیں۔
اور ابن قاسم نے حضرت امام مالک سے روایت کیا ہے کہ اس بات میں کوئی حرج

---

[1] مطلب یہ ہے کہ ان تینوں جلیل القدر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے ڈاڑھی بڑھانے کی احادیث مروی ہیں، اور ان تینوں حضرات سے ڈاڑھی کے اضافی (ایک مٹھی کے بعد) بال کاٹنا ثابت ہے۔
ان حضرات کی روایات پہلے ذکر کی جاچکی ہیں، اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کی "تفث" کے بارے میں تفسیر بھی گزر چکی ہے۔

نہیں کہ جو بال ڈاڑھی (کی حدود) سے الگ ہوجائیں ان کو کاٹ دیا جائے۔

امام مالک رحمہ اللہ سے سوال کیا گیا کہ جب ڈاڑھی زیادہ لمبی ہوجائے تو کیا کیا جائے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ میری رائے میں لمبے بالوں اور ڈاڑھی کو کاٹ دیا جائے۔

اور حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ ایک مٹھی سے زائد ڈاڑھی کے بالوں کو کاٹ دیا کرتے تھے۔

میں کہتا ہوں کہ ان دونوں حضرات کی ان روایتوں کو خلال نے ''ترجل'' کے باب میں صحیح سندوں کے ساتھ روایت کیا ہے۔

اور امام احمد سے روایت ہے کہ ان سے ڈاڑھی کے بال کاٹنے کے بارے میں سوال کیا گیا، تو انہوں نے فرمایا کہ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ ایک مٹھی سے زیادہ بالوں کو کاٹ دیا کرتے تھے، گویا کہ امام احمد کا مذہب یہی ہے۔

حرب فرماتے ہیں کہ میں نے امام احمد سے عرض کیا کہ اعفاء کیا ہوتا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام سے مروی ہے، پھر فرمایا کہ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ کے نزدیک ایک مٹھی کی مقدار اعفاء ہی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ یہ بات معلوم ہے کہ راوی اپنی روایت کو دوسرے کے مقابلہ میں زیادہ جانتا ہے، خصوصاً جبکہ وہ سنت کا حریص بھی ہو، جیسا کہ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ۔

دراں حالیکہ حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو رات دن ڈاڑھی بڑھانے کا حکم دیتے ہوئے دیکھتے تھے، لہٰذا اس پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔

پھر حضرت خلال نے اسحاق کی سند سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے حضرت امام احمد سے اس شخص کے بارے میں سوال کیا جو اپنے رخساروں

سے فاضل بال کاٹتا ہے، تو امام احمد نے فرمایا کہ اپنی ڈاڑھی کے ایک مٹھی سے زیادہ بالوں کو کاٹنا جائز ہے، میں نے کہا کہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام کی حدیث تو یہ ہے کہ مونچھیں کٹاؤ اور ڈاڑھی بڑھاؤ، تو امام احمد نے فرمایا کہ ڈاڑھی کی لمبائی میں سے اور حلق کے نیچے سے بال کاٹ سکتا ہے، اور حضرت اسحاق فرماتے ہیں کہ میں نے ابوعبداللہ یعنی حضرت امام احمد کو دیکھا کہ وہ لمبائی کی طرف سے اور اپنے حلق کے نیچے سے فاضل بالوں کو کاٹ دیا کرتے تھے۔

میں کہتا ہوں کہ میں نے بعض سلف اور ائمہ کی ان وضاحتوں کے ذکر کو تھوڑی وسعت کے ساتھ ڈاڑھی کی اہمیت وعظمت کے پیشِ نظر اور اس وجہ سے بیان کیا ہے کہ لوگوں میں سے بہت سے ایک مٹھی سے زائد ڈاڑھی کاٹنے کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد ''ڈاڑھی بڑھاؤ'' کے عمومی حکم کے مخالف خیال کرتے ہیں۔

اور اس قاعدہ کو نہیں سوچتے کہ عموم کے افراد میں سے جب کسی فرد پر عمل جاری نہ ہو تو وہ اس بات کی دلیل ہوتی ہے کہ اس کا عموم مراد نہیں ہے، اور اکثر بدعتیں جن کا نام امام شاطبی نے بدعاتِ اضافیہ رکھا ہے، اسی طرح کی ہیں، اور اس کے باوجود اہلِ علم کے نزدیک یہ مردود ہیں، اس لئے کہ یہ سلف کے عمل میں نہیں تھیں، جبکہ سلف بعد کے لوگوں کے مقابلہ میں زیادہ متقی اور زیادہ علم والے تھے، اس لئے اس پر انتباہ ضروری ہے کیونکہ مسئلہ باریک اور اہم ہے (سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ)

اس بحث کا خلاصہ

محدثین وفقہائے کرام اور جناب ناصر الدین البانی صاحب کی گزشتہ عبارات سے معلوم ہوا کہ جمہورِ امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ ڈاڑھی کا منڈانا یا ایک مٹھی سے کم کرنا حرام اور گناہ ہے، اور ایک مٹھی سے زائد ڈاڑھی کا کاٹنا بلاشبہ جائز ہے، بلکہ بہت سے حضرات کے نزدیک

مستحب ومسنون ہے۔

اسی طرح ڈاڑھی کی حدود سے خارج (یعنی اوپر ناک کے قریب اور آنکھوں اور حلق کے نیچے کے) بالوں کو کاٹنا بھی جائز ہے، کیونکہ وہ شریعت کی نظر میں مطلوب ڈاڑھی میں داخل نہیں۔ لہٰذا جو حضرات ڈاڑھی مونڈنے یا ایک مٹھی سے کم کرنے کو جائز سمجھتے ہیں، یا جو حضرات ایک مٹھی کے بعد بھی ڈاڑھی کاٹنے بلکہ رخسار کے کسی بھی حصہ سے بال کاٹنے کو ناجائز بلکہ حرام قرار دیتے ہیں، یہ سب سنت اور صحابۂ کرام، نیز جمہور فقہائے کرام کے اجماع اور راہِ اعتدال سے ہٹے ہوئے اور افراط وتفریط کا شکار ہیں، اور ان دونوں میں سے کسی بھی فریق کا طرزِ عمل حق نہیں، بلکہ ضلالت وگمراہی ہے، اور حق اور راہِ اعتدال ان دونوں افراط وتفریط کے درمیان ہے، جس کا ہم نے تفصیلی تذکرہ کر دیا ہے۔ [۱]

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ۔

---

[۱] فارتفع الخلاف السابق بهذاالاجماع ، ولايجوز لمن بعدهم خرقه كما تقدم.

واما من لايعتد بالاجماع، ويجوز اجتماع الامة على الضلالة، اولايعرف حقيقة الاجماع ويستحيل وقوعه، فعداده فى اهل الظاهر اجدر واحرى من ادخاله فى اهل المعانى واصحاب التحقيق من العلماء ، فافهم والله يتولىٰ هداك (اعلاء السنن ج۰ ا ص۱۸ ۳تا ۹ ۱ ۴)

صرح جمهور الفقهاء بالتحريم، ونص البعض على الكراهة ، وهى حكم قد يطلق على المحظور لان المتقدمين يعبرون بالكراهة عن التحريم كما نقل ابن عبدالبر ذلك فى "جامع بيان العلم وفضله" عن الامام مالك وغيره.

اما ان اريد به كراهة التنزيه فيكون هذا قولا ضعيفا كما يدل عليه تصريح جمهور الفقهاء بالتحريم، والمعتبر من الاقوال فى حكاية الخلاف واقوال المذاهب هو القول الصحيح الراجح فى المذهب ، اما القول الضعيف فلا يعتبر فى الخلاف، ولايصح ان يحكى الا مقرونا ببيان ضعفه، ولهذا لما تعرض العلماء الذين كتبوا الفقه على المذاهب الاربعة لمسالة حلق اللحية، لم يحكوا عن المذاهب الا تحريمه، ولم يلتفتوا الى ماسواه لعدم صحة نسبته الى المذاهب (ادلة تحريم حلق اللحية، لمحمد بن احمد بن اسماعيل ،صفحة ۸۸، فصل اقوال العلماء المذاهب الاربعة رحمهم الله فى حكم حلق اللحية)

س

فطری چیز کے لیے فطری پیمانہ

پیچھے تفصیل کے ساتھ گزر چکا ہے کہ ڈاڑھی بڑھانا فطری عمل ہے، اور اس کا ہر ایک مرد مکلف ہے، اس کے بعد عرض ہے کہ ڈاڑھی کی مقدار شریعت کی طرف سے جو ایک مٹھی مقرر کی گئی ہے، اس میں ایک اہم حکمت یہ ہے کہ مٹھی کا پیمانہ بھی ڈاڑھی کی طرح فطری چیز ہے۔

کیونکہ یہ بھی ہر انسان کے ساتھ فطری طور پر ہوتا ہے، جس وقت اور جہاں بھی چاہیں، اس پیمانہ سے ڈاڑھی کی شرعی اور مطلوبہ مقدار کو ناپا جاسکتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے انسان کے تمام اعضاء کی بناوٹ اور معیار کو اس کے قدوقامت کے مناسب بنایا ہے، اسی لئے ہر انسان کی مٹھی کا پیمانہ بھی اس کی ڈاڑھی کے لیے اس کے قدوقامت کے مناسب ہوتا ہے۔

اور ایک مٹھی ہر شخص کی چار انگل کے برابر ہوتی ہے۔ [1]

اور اس طرح تمام فطری امور ایک دوسرے کے مناسب ہو کر ڈاڑھی کی زینت کامل ہوجاتی ہے۔

---

[1] أن القبضة أربع أصابع(ردالمحتار، ج ۱ ص ۱۹۷، کتاب الطهارة، باب المياه)

القبضة فی اللغة :ما أخذت بجمع كفك كله، فإذا كان بأصابعك فهی القبصة، بالصاد المهملة والقبضة أربع أصابع.

وفی اصطلاح الفقهاء :القبضة أربع أصابع من أصابع يد الإنسان المعتدلة، وهی من أجزاء الذراع، ومن أضعاف الإصبع، قال ابن عابدين نقلا عن نوح أفندی :والمراد بالقبضة أربع أصابع مضمومة، قال ابن عابدين :وهو -أی الذراع -قريب من ذراع اليد لأنه ست قبضات وشیء ، وذلك شبران (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۳۸ ص ۳۲۱، القبضة، مادة" مقادير")

والقبضة أربع أصابع(المغرب، ص ۷۸، باب الجيم مع الراء)

والقبضة أربع أصابع(المصباح المنير فی غريب الشرح الكبير، ج ۱ ص ۹۴، باب الجيم مع الراء)

فإذا ضم أصابعه وجعل إبهامه على السبابة وأدخل رؤوس الأصابع فی جوف الكف كما يعقد حسابه على ثلاثة وأربعين، فهی القبضة فإذا ضم أطراف الأصابع فهی القبصة(فقه اللغة، ص ۱۳۴، الباب التاسع عشر)

کیونکہ اس کا بارہا مشاہدہ کیا گیا ہے کہ ہر شخص کے قدوقامت کے اعتبار سے ہی اس کی مٹھی یا چار انگشت کے برابر ڈاڑھی کی مقدار اس کے چہرہ پر زیب وزینت اور خوبصورتی کا باعث شمار ہوتی ہے، اور کسی دوسرے کی مٹھی کے اعتبار سے اس کے اعتدال اور جمال میں خلل آجاتا ہے، جس کا ہر شخص خود بھی مشاہدہ وتجربہ کرسکتا ہے، اور ایک مٹھی سے زائد ڈاڑھی کو بغیر کسی دوسرے انسان کی مدد کے ہر وقت بلکہ تنہائی میں کاٹنا بھی ممکن وسہل ہے، اور وہ اس طرح کہ ڈاڑھی کے بال ہر طرف سے ایک ہاتھ کی مٹھی سے پکڑے جائیں، اور فاضل بالوں کو دوسرے ہاتھ سے کاٹ دیا جائے۔

اس طرح سے ڈاڑھی بڑھانے اور لٹکانے کے حکم پر بھی عمل ہوجائے گا، اور فطری چیز کے لئے فطری پیمانے کے ذریعہ سے اعتدال کا بھی لحاظ ہوجائے گا۔ [1]

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

---

[1] تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: ڈاڑھی کی شرعی حیثیت، از حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ، صفحہ نمبر ۶۰۔

www.idaraghufran.org

ڈاڑھی اور اس کی مقدار اطباء وحکماء کی نظر میں

اب تک ڈاڑھی کے شرعی پہلو کے اعتبار سے بحث کی گئی ہے، اور اگر طبی پہلو سے غور کیا جائے، تو طبی اعتبار سے بھی ڈاڑھی کی افادیت اور اس کے منڈانے کا ضرر اور نقصان طے شدہ ہے۔

چنانچہ قدیم طب میں تو یہ بات پہلے ہی طے شدہ تھی کہ ڈاڑھی مرد کے لیے زینت اور گردن وسینہ کے لیے بڑی محافظ ہے، مگر بعد کے تحقیق دانوں کی تحقیق سے بھی معلوم ہوا کہ ڈاڑھی صحت کے لیے انتہائی مفید چیز ہے، اور اس کو منڈانے سے صحت پر بہت بُرا اثر پڑتا ہے۔

چنانچہ ماہرین کی رائے ہے کہ:

ڈاڑھی کے موجود ہونے سے مضر جراثیم حلق اور سینے میں پہنچنے سے رُکے رہتے ہیں۔

اور اس کے برعکس متعدد ماہرین کی رائے کے مطابق ڈاڑھی منڈانے سے مردانہ قوت میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔

اور اسی وجہ سے ان کا کہنا ہے کہ اگر سات نسلوں تک ڈاڑھی منڈانے کی عادت قائم رہے تو آٹھویں نسل بغیر ڈاڑھی کے پیدا ہوگی۔ [1]

---

[1] ڈاڑھی اور انثیین (یعنی خصیتین؛ جن میں مردانگی قوت جمع ہوتی ہے) میں اندرونی طور پر ایک مخصوص تعلق بھی ہے، مثلاً اگر کسی شخص کے پیدائشی خصیے نہ ہوں تو اس کی ڈاڑھی نہیں نکلتی، گویا کہ خصیوں کا طبعی انداز پر ہونا ڈاڑھی کے سبب پیدائش کے قائم مقام ہے۔

نیز اس کی شہادت اس سے حاصل ہو جاتی ہے کہ "اگر سنِ بلوغ سے بیشتر خصیے نکال دیئے جائیں تو کیہ جات منی اور غدہ مذی میں ذبول پیدا ہو جاتا ہے، لیکن عضوِ تناسل میں کوئی خاص کمی واقع نہیں ہوتی، چہرہ پر بال اور آواز میں بھاری پن جیسی ثانوی صنفی خصوصیات نمایاں نہیں ہوتیں (منافع الاعضاء، جلد دوم، صفحہ ۷۸۹، مرتب: حکیم خواجہ رضوان احمد)

تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: ڈاڑھی کی قدر و قیمت، صفحہ ۵۲ تا صفحہ ۵۷؛ معنف: مولانا عاشق الٰہی میرٹھی صاحب۔

ڈاڑھی مونڈنے سے دماغ پر برا اثر پڑتا ہے، اور دماغ کمزور ہو جاتا ہے، اور دیگر کئی دماغی بیماریاں بھی پیدا ہوتی ہیں۔

ڈاڑھی منڈانے سے پھیپھڑوں کی متعدد بیماریاں (مثلاً نمونیہ، سل وغیرہ) پیدا ہوتی ہیں۔

ڈاڑھی کو بار بار مونڈنے سے آنکھوں کی رگوں پر بُرا اثر پڑتا ہے، اور نظر کمزور ہو جاتی ہے (جس کی آج کل اکثر لوگوں کو شکایت ہے)

اور اگر ڈاڑھی کو ایک مٹھی ہونے کے بعد بھی نہ کاٹا جائے، اور اس کو اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے، تو ڈاڑھی کے بالوں کا اوپر والا حصہ پتلا ہوتا چلا جاتا ہے، جس کے نتیجے میں سر میں اثر پیدا ہوتا ہے، اور اس کی وجہ سے عقل اور دماغ میں فتور اور کمزوری پیدا ہوتی ہے۔ [1]

حکماء وعقلاء نے بھی ڈاڑھی کے متعلق شریعت کی معتدل تعلیم کو عقل ونظر میں انتہائی اہمیت کا حامل قرار دیا ہے۔

حافظ جمال الدین ابوالفرج عبدالرحمٰن بن جوزی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ”اخبار الحمقٰی والمغفلین“ میں غیر معتدل، طویل ڈاڑھی کو جو شرعی مقدار سے زائد ہو؛ حماقت کی علامات میں شمار فرمایا ہے، اور اس سلسلہ میں حکماء واہلِ بصیرت کے اقوال اور احوال پیش فرمائے ہیں۔

چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ:

وَمِنَ الْعَلَامَاتِ الَّتِیْ لَا تُخْطِیءُ طُوْلُ اللِّحْیَةِ فَاِنَّ صَاحِبَهَا لَا یَخْلُوْ مِنَ الْحُمْقِ وَقَدْ رُوِیَ اَنَّهٗ مَكْتُوْبٌ فِی التَّوْرَاةِ اَنَّ اللِّحْیَةَ مَخْرَجُهَا مِنَ

---

[1] چنانچہ ڈاڑھی کے بالوں کے سِروں کے باریک ہونے سے جانب رأس میں تنگی پیدا ہونا شروع ہو جاتی ہے، اور فضلائے دخانی کے خروج میں تعویق بڑھ جاتی ہے۔

ملاحظہ ہو: ماھنامہ دار العلوم دیوبند ماہ مئی وجون ۱۹۸۹ء، مضمون: ڈاڑھی طبی نقطۂ نظر سے، از: مولوی حکیم شمیم احمد لکھیم پوری، شعبۂ کتب خانہ دار العلوم دیوبند.

www.idaraghufran.org

الـدِّمَـاغِ فَمَنْ اَفْرَطَ عَلَيْهِ طُوْلُهَا قَلَّ دِمَاغُهُ وَمَنْ قَلَّ دِمَاغُهُ قَلَّ عَقْلُهُ وَمَنْ قَلَّ عَقْلُهُ كَانَ اَحْمَقَ .

قَـالَ بَـعْـضُ الْـحُكَمَاءِ اَلْحُمْقُ سَمَادُ اللِّحْيَةِ فَمَنْ طَالَتْ لِحْيَتُهُ كَثُرَ حُمْقُهُ (أخبـار الـحـمـقـى والـمغفلين لابن الجوزى ،ص ۱۳،الباب الخامس فى ذكر صفات الاحمق)

ترجمہ: اور حماقت کی ان علامات میں سے جو کبھی غلط ثابت نہیں ہو سکتیں، ایک علامت ڈاڑھی کا غیر ضروری لمبا ہونا ہے، اس لئے کہ غیر ضروری لمبی ڈاڑھی والا حماقت و بے وقوفی سے محفوظ نہیں ہوتا۔

اور مروی ہے کہ توراۃ میں یہ بات لکھی ہوئی ہے کہ ڈاڑھی کا مخرج دماغ ہے، تو جو شخص اس کی لمبائی میں افراط وغلو کرے گا، تو اس کا دماغ کم ہو جائے گا، اور جس کا دماغ کم ہوگا، اس کی عقل کم ہو جائے گی، اور جس کی عقل کم ہوگی تو وہ احمق ہوگا۔

بعض حکماء کا قول ہے کہ ڈاڑھی کا لمبا ہونا حماقت ہے، پس جس کی ڈاڑھی جتنی لمبی ہوگی اس کی حماقت اتنی ہی زیادہ ہوگی (اخبار الحمقی والمغفلین)

نیز فرماتے ہیں کہ:

وَقَـالَ أَصْحَابُ الْفِرَاسَةِ إِذَا كَانَ الرَّجُلُ طَوِيْلَ الْقَامَةِ وَاللِّحْيَةِ فَاحْكُمْ عَـلَيْـهِ بِـالْـحُـمْـقِ وَإِذَا انْضَافَ إِلٰى ذٰلِكَ أَنْ يَّكُوْنَ رَأْسُهُ صَغِيْرًا فَـلَا تَشُكَّ فِيْهِ.

وَقَـالَ بَـعْـضُ الْحُكَمَاءِ مَوْضِعُ الْعَقْلِ الدِّمَاغُ وَطَرِيْقُ الرُّوْحِ الْأَنْفُ وَمَوْضِعُ الرُّعُوْنَةِ طَوِيْلُ اللِّحْيَةِ.

وَعَنْ سَعْدِ بْنِ مَنْصُوْرٍ اَنَّهُ قَالَ قُلْتُ لِابْنِ اِدْرِيْسَ أَرَأَيْتَ سَلَامَ بْنَ أَبِيْ حَفْصَةَ قَالَ نَعَمْ رَأَيْتُهُ طَوِيْلَ اللِّحْيَةِ وَكَانَ أَحْمَقَ.

وَعَنْ اِبْنِ سِيْرِيْنَ اَنَّهُ قَالَ إِذَا رَأَيْتَ الرَّجُلَ طَوِيْلَ اللِّحْيَةِ لم فَاعْلَمْ ذٰلِكَ فِيْ عَقْلِهٖ .

قَالَ زِيَادُ ابْنُ رَبِيَّةَ مَا زَادَتْ لِحْيَةُ رَجُلٍ عَلٰى قُبْضَتِهٖ إِلَّا كَانَ مَا زَادَ فِيْهَا نُقْصاً مِّنْ عَقْلِهٖ (أخبار الحمقى والمغفلين لابن الجوزی، ص ۳۲، الباب الخامس فی ذکر صفات الاحمق)

ترجمہ: اوراصحابِ فراست کا قول ہے کہ جب آدمی کا قد لمبا ہو، اوراس کی ڈاڑھی بھی لمبی ہوتواس پر احمق (وبےوقوف) ہونے کا حکم لگادو، اوراگراس کے ساتھ اس کا سر بھی چھوٹا ہو، تواس کی حماقت میں کوئی شبہ نہیں۔

اور بعض حکماء کا قول ہے کہ عقل کی جگہ دماغ ہے، اورروح کا راستہ ناک ہے، اور بےوقوفی کی جگہ لمبی ڈاڑھی ہے۔

اورسعد بن منصور سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں نے ابنِ ادریس کوکہا کہ کیاتم نے سلام بن ابی حفصہ کودیکھا ہے؟ انہوں نے جواب میں کہا کہ جی ہاں ! میں نے اس کولمبی ڈاڑھی والا دیکھا تھا، اوروہ احمق تھا۔

اورحضرت ابنِ سیرین سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جب تم کسی لمبی ڈاڑھی والےکودیکھوتو آپ یہ بات جان لوکہ اس کی عقل میں کچھ کمی ہے۔

اورزیاد بن ربیہ نے فرمایا کہ جس آدمی کی بھی ڈاڑھی ایک مٹھی سے زیادہ ہوجائے وہ جتنی بھی زیادہ ہوتی جاتی ہے، اتنا ہی اس کی عقل کوکم کرتی جاتی ہے (اخبارالحمقی و المغفلین)

اس بحث کا خلاصہ

مذکورہ حوالہ جات سے معلوم ہوا کہ شریعت نے ڈاڑھی رکھنے کا جوحکم دیا ہے، اوراس میں کم از

کم ایک مٹھی کی مقدار کو مقرر کردیا ہے، اور اس سے زیادہ مقدار کو ضروری بلکہ سنت قرار نہیں دیا۔

یہ شریعت کا معتدل حکم ہر قسم کی افراط تفریط سے پاک اور طب وحکمت کے اُصولوں کے بھی عین مطابق ہے۔

اور جس طرح ڈاڑھی منڈانا طب وحکمت کے اعتبار سے نقصان دہ اور مضر ہے، اسی طرح اسے ایک مٹھی کے بعد لمبا چھوڑے رکھنا بھی عقلی وطبی اصولوں کے خلاف ہے۔

اور اس کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ اعتدال ہر چیز میں مفید اور نفع بخش ہوتا ہے، اور افراط وتفریط مضر ونقصان دہ ہوتی ہے۔

بحمداللہ تعالیٰ یہی اصول ڈاڑھی کے بارے میں بھی کار فرما ہے۔

وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى اَعْلَمُ وَعِلْمُهٗ اَتَمُّ وَاَحْكَمُ.

www.idaraghufran.org

ڈاڑھی منڈانے اور کٹانے میں پائے جانے والے گناہ

جب یہ بات معلوم ہوگئی کہ شرعاً ڈاڑھی کی مقدار ایک مٹھی متعین ہے جو کہ طب وحکمت کے اصولوں کے بھی مطابق ہے۔

تو اب ہم اختصار کے طور پر ڈاڑھی منڈانے اور کٹا کر چھوٹی (یعنی ایک مٹھی سے کم) کرانے میں پائے جانے والے گناہوں کا ذکر کرتے ہیں۔

جاننا چاہئے کہ اس عمل میں کئی گناہ پائے جاتے ہیں، جن کا ذیل میں اختصار کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱)......نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم اور فطرت کی مخالفت

سب سے پہلا گناہ تو یہ ہے کہ اس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم اور انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کے متفقہ ومشترکہ طریقہ کی مخالفت پائی جاتی ہے، کیونکہ ڈاڑھی بڑھانا فطرت اور انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کا طریقہ ہے، جس کی اتباع کا ہمیں حکم دیا گیا ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈاڑھی بڑھانے کا حکم فرمایا ہے، جس کی پیروی واجب ہے، اور اس سے متعلق احادیث پہلے گزر چکی ہیں۔ [1]

(۲)......اس گناہ کا علانیہ ہونا

دوسرا گناہ یہ ہے کہ یہ گناہ علانیہ اور کھلے عام ہوتا ہے، جو لوگوں کی نظروں سے مخفی

[1] والأمر بهذا يفيد وجوب المأمور به ، بحيث يثاب فاعله ، ويعاقب تاركه ، و ليست هناك قرينة تصرفه إلى الندب ، ومنه يعلم أن حلق اللحية مخالفة صريحة لأمر رسول الله -صلى الله عليه وسلم (ففروا إلى الله :لأبي ذر القلموني، ص۳۲۷، الباب الثالث عشر :الدين النصيحة، القرآن واللحية، الناشر: مكتبة الصفاء القاهرة)

www.idaraghufran.org

نہیں رہتا، اور گناہ کو ظاہر کرنا بھی مستقل گناہ ہے۔ [1]

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَـمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: کُلُّ أُمَّتِیْ مُعَافًی إِلَّا الْـمُجَاھِرِیْنَ، وَإِنَّ مِنَ الْمُجَاھَرَۃِ أَنْ یَّعْمَلَ الرَّجُلُ بِاللَّیْلِ عَمَلًا، ثُمَّ یُصْبِحَ وَقَدْ سَتَرَہُ اللّٰہُ عَلَیْہِ، فَیَقُوْلَ: یَا فُلَانُ، عَمِلْتُ الْبَارِحَۃَ کَذَا وَکَذَا، وَقَدْ بَاتَ یَسْتُرُہٗ رَبُّـہٗ، وَیُصْبِحُ یَکْشِفُ سِتْرَ اللّٰہِ عَنْہُ

(بخاری) [2]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ میری سب امت کی معافی کردی جائے گی، مگر کھلم کھلا گناہ کرنے والوں کی نہیں، اور کھلم کھلا گناہ میں یہ بھی داخل ہے کہ آدمی رات میں کوئی (گناہ کا) عمل کرے، پھر صبح کرے اور اللہ تعالیٰ نے اس کے عیب پر پردہ ڈالا ہوا ہے، پھر وہ یہ کہے کہ اے فلانے! میں نے رات اس طرح اور اس طرح (گناہ کا) عمل کیا ہے، اور کوئی شخص اس حال میں رات گزارے جس پر اس کے رب نے پردہ ڈالا ہوا ہے، اور وہ صبح کرکے اللہ کے

---

[1] وقال -صلى الله عليه وسلم " : -كل أمتي معافى إلا المجاهرين، وإن من المجاهرة أن يعمل الرجل بالليل عملاً، ثم يصبح وقد ستره الله عليه فيقول :يا فلان ، عملت البارحة كذا وكذا ، وقد بات يستره ربه ، ويصبح يكشف ستر الله عنه "صحيح الجامع .ومن المجاهرة حلق اللحية والخروج بدونها والإستخفاف بأوامر الله بدون خجل من معصيته أمام الناس.قال ابن بطال رحمه الله :(في الجهر بالمعصية استخفاف بحق الله ورسوله وبصالحي المؤمنين ، وفيه ضرب من العناد لهم ، وفي التستر بها السلامة من الإستخفاف ، لأن المعاصي تذل فاعلها ، ومن إقامة الحد عليه إن كان فيه حد ، ومن التعزير إن لم توجب حداً ، وإذا تمحض حق الله ، فهو أكرم الأكرمين ورحمته سبقت غضبه ، فلذلك إذا ستره في الدنيا لم يفضحه في الآخرة ، والذي يجاهر يفوته جميع ذلك (انظر :فتح الباري ۱۰ /۴۸۸)(اعفاء اللحية على ضوء الكتاب والسنة واقوال اهل العلم ،لابی عبدالرحمن، ج ۱ ص ۳)

[2] رقم الحديث ۶۰۶۹، كتاب الادب،باب ستر المؤمن على نفسه، مسلم، رقم الحديث ۲۹۹۰"۵۲".

www.idaraghufran.org

پردہ کو اپنے اوپر سے اٹھا دے (بخاری، مسلم)

پس جب رات کو گناہ کر کے اس کا اظہار کرنا بھی کھلم کھلا گناہ میں داخل ہے، تو جو گناہ ہر وقت لوگوں کے سامنے ہو، وہ کیسے کھلم کھلا گناہ میں داخل نہ ہوگا۔

(۳)......تغییرِ خلق اللہ اور مثلہ بنانے کا گناہ

تیسرا گناہ یہ ہے کہ اس عمل میں اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ مردانی چہرہ کے حسن وجمال اور زینت کو تبدیل کر کے حلیہ خراب کرنا (یعنی مثلہ بنانا) اور اپنی فطری شکل کو بگاڑنا اور تغییر خلق اللہ (یعنی اللہ تعالیٰ کی فطرت وخلقت کو بدلنا) پایا جاتا ہے، اور احادیث میں اس کی ممانعت آئی ہے۔ [۱]

حضرت عبداللہ بن یزید انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ النُّهْبٰى وَالْمُثْلَةِ (بخاری، رقم الحدیث ۲۴۷۴)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے لوٹ مار کرنے اور مثلہ کرنے سے منع فرمایا ہے (بخاری)

مُثلہ کی ممانعت کی اور احادیث بھی ہیں۔ [۲]

---

[۱] حلق اللحية من باب المثلة؛ لأن الله تعالى زين الرجال باللحى(بدائع الصنائع، ج۲ص ۱۴۱، كتاب الحج، فصل الحلق والتقصير)

فحلق اللحيه منهى عنه ومثلة كرهها الله ورسوله (الاستقامة لابن تيمية، ج۲ص ۱۲، فصل ومن اسباب ذلك ما وقع من الاشراك فى لفظ الغيرة فى كلام المشايخ)

حلق جميع اللحية مثلة لا تجوز(ادلة تحريم حلق اللحية، لمحمد بن احمد بن اسماعيل، صفحة ۱۱۴)

[۲] عن قتادة، عن الحسن، عن الهياج بن عمران، أن عمران أبق له غلام، فجعل لله عليه لئن قدر عليه ليقطعن يده، فأرسلني لأسأل له فأتيت سمرة بن جندب فسألته، فقال: كان نبى الله صلى الله عليه وسلم يحثنا على الصدقة، وينهانا عن المثلة .فأتيت عمران

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور تغییر خلق اللہ کے گناہ کا شیطان نے وعدہ کیا تھا، نیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے باعثِ لعنت عمل قرار دیا ہے۔

اور اس مسئلہ کی تفصیل ہم نے آگے اعتراضات کے جوابات کے ضمن میں بیان کردی ہے۔

(۴)......غیر مسلموں کے ساتھ تشبہ

چوتھا گناہ یہ ہے کہ ڈاڑھی منڈانے میں کافروں کے ساتھ مشابہت پائی جاتی ہے، اور اسی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈاڑھی بڑھانے کا حکم فرماتے وقت کافروں کی مخالفت کا بھی ذکر فرمایا ہے، اور احادیث میں کافروں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے پر بڑی سخت وعید آئی ہے۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَيْسَ مِنَّا مَنْ تَشَبَّهَ بِغَيْرِنَا، لَا تَشَبَّهُوْا بِالْيَهُوْدِ وَلَا بِالنَّصَارٰى (ترمذی) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ شخص ہم میں سے نہیں جو ہمارے غیروں کے ساتھ مشابہت اختیار کرے، اور تم نہ یہود کے ساتھ مشابہت اختیار کرو، اور نہ نصاریٰ (یعنی عیسائیوں) کے ساتھ (ترمذی)

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

بن حصين فسألته فقال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يحثنا على الصدقة وينهانا عن المثلة (سنن ابى داود، رقم الحديث ۲۶۶۷)

عن أنس قال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يحث في خطبته على الصدقة، وينهى عن المثلة (سنن نسائى، رقم الحديث ۴۰۴۷)

عن المغيرة بن شعبة قال " :نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن المثلة (مسند أحمد، رقم الحديث ۱۸۱۵۲)

فى حاشية مسند احمد: حديث صحيح.

[1] رقم الحديث ۲۶۹۵، ابواب الاستئذان والآداب، باب ما جاء فى كراهية إشارة اليد بالسلام.

اور حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ تَشَبَّہَ بِقَوْمٍ فَھُوَ مِنْھُمْ (ابوداؤد)[1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی، تو وہ انہی میں سے ہوگا (ابوداؤد)

اور ڈاڑھی منڈانے میں کافروں کے ساتھ مشابہت ہونے کی احادیث پہلے ذکر کی جاچکی ہیں۔

(۵)......خواتین کے ساتھ تشبُّہ

پانچواں گناہ یہ ہے کہ ڈاڑھی منڈانے میں خواتین کے ساتھ مشابہت اختیار کرنا پایا جاتا ہے، کیونکہ ڈاڑھی کو اللہ تعالیٰ نے مَردوں اور عورتوں کے درمیان امتیازی شرف کی چیز بنایا ہے۔[2]

اور جس عمل میں عورتوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنا پایا جاتا ہو، ایسے عمل کو اختیار کرنا احادیث کی رُو سے گناہ، بلکہ باعثِ لعنت عمل ہے۔

---

[1] رقم الحدیث ۴۰۳۱، کتاب اللباس، باب فی لبس الشھرۃ.

[2] قولہ عز وجل (وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ) روی عن ابن عباس انہ قال :ھو انھم یاکلون بالأیدی وغیر الآدمی یاکل بفیہ من الأرض وروی عنہ أنہ قال :بالعقل.
وقال الضحاک :بالنطق وقال عطاء :بتعدیل القامۃ وامتدادھا والدواب منکبۃ علی وجوھھا وقیل: بحسن الصورۃ وقیل :الرجال باللحی والنساء بالذوائب وقیل :بأن سخر لھم سائر الأشیاء وقیل : بأن منھم خیر أمۃ أخرجت للناس (تفسیر البغوی، ج۳ص۱۲۵، تحت آیت ۷۰من سورۃ الاسراء)
وقیل أکرم الرجال باللحی والنساء بالذوائب(تفسیر القرطبی، ج۱۰ص۲۹۴، تحت آیت ۷۰من سورۃ الاسراء)
السؤال. ھل حلق اللحیۃ یکون من التشبہ؟
الجواب. حلق اللحیۃ من الرجال تشبہ بالنساء ؛ لأن النساء لا شعر لھن، والرجال إذا فعلوا ذلک فإنھم یکونون بذلک متشبھین بالنساء (شرح سنن ابی داود،لعبد المحسن العباد ،حلق اللحیۃ تشبہ بالنساء)

چنانچہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ:

لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْمُتَشَبِّھِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ بِالنِّسَاءِ وَالْمُتَشَبِّھَاتِ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ (بخاری) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے والے مردوں اور مردوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے (بخاری)

اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ: لَیْسَ مِنَّا مَنْ تَشَبَّہَ بِالرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ، وَلَا مَنْ تَشَبَّہَ بِالنِّسَاءِ مِنَ الرِّجَالِ (مسند احمد، رقم الحدیث ۶۸۷۵) [2]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا کہ وہ عورت ہم سے نہیں کہ جو مردوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرے، اور نہ وہ مرد ہم میں سے ہے کہ جو عورتوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرے (مسند احمد)

اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلرَّجُلَ یَلْبَسُ لِبْسَۃَ الْمَرْأَۃِ وَالْمَرْأَۃَ تَلْبَسُ لِبْسَۃَ الرَّجُلِ (سنن ابی داود) [3]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے مرد پر لعنت فرمائی، جو عورت جیسا

---

[1] رقم الحدیث ۵۸۸۵، کتاب اللباس، باب المتشبھون بالنساء والمتشبھات بالرجال.

[2] فی حاشیۃ مسند احمد: مرفوعہ صحیح.

[3] رقم الحدیث ۴۰۹۸، کتاب اللباس، باب فی لباس النساء، واللفظ لہ، مسند احمد، رقم الحدیث ۸۳۰۹، السنن الکبری للنسائی، رقم الحدیث ۹۲۰۹، صحیح ابن حبان، رقم الحدیث ۵۷۵۲، مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۷۴۱۵.

فی حاشیۃ مسند احمد: إسنادہ صحیح علی شرط مسلم، رجالہ ثقات رجال الشیخین غیر سھیل بن ابی صالح، فمن رجال مسلم.

لباس پہنے، اور ایسی عورت پر لعنت فرمائی جو مرد جیسا لباس پہنے (ترجمہ ختم)

جب لباس وغیرہ میں بھی عورت کو مرد کی اور مرد کو عورت کی مشابہت اختیار کرنا سخت گناہ اور باعثِ لعنت عمل ہے، جبکہ لباس جسم سے ایک الگ اور زائد چیز ہے، تو مرد کے حق میں ڈاڑھی جو کہ جسم کا حصہ اور فطرت وخلق اللہ میں داخل ہے، تو مرد کا اس کو زائل کر کے عورتوں کی مشابہت اختیار کرنا بدرجہ اولیٰ اس میں داخل ہو کر گناہ ہوگا۔ [1]

(۶)......مُخنّثِین اور زنخوں کے ساتھ تشبُّہ

چھٹا گناہ یہ ہے کہ ڈاڑھی منڈانے میں ہیجڑوں کے ساتھ بھی مشابہت پائی جاتی ہے، اور یہ بھی مستقل گناہ ہے۔ [2]

---

[1] (لعن الله الرجل يلبس لبسة المرأة والمرأة تلبس لبسة الرجل) فيه كما قال النووى حرمة تشبه الرجال بالنساء وعكسه لأنه إذا حرم في اللباس ففي الحركات والسكنات والتصنع بالأعضاء والأصوات أولى بالذم والقبح فيحرم على الرجال التشبه بالنساء وعكسه فى لباس اختص به المشبه بل يفسق فاعله للوعيد عليه باللعن.

قال جمع :ليس المراد هنا حقيقة اللعن بل التنفير فقط ليرتدع من سمعه عن مثل فعله ويحتمل كونه دعاء بالإبعاد وقد قيل إن لعن المصطفى صلى الله عليه وسلم لأهل المعاصى كان تحذيرا لهم عنها قبل وقوعها فإذا فعلوها استغفر لهم ودعا لهم بالتوبة وأما من أغلظ له ولعنه تأديبا على فعل فعله فقد دخل فى عموم شرطه حيث قال :سألت ربى أن يجعل لعنى له كفارة ورحمة.

(د ک) فى اللباس (عن أبى هريرة) قال الحاكم :على شرط مسلم، وأقره الذهبى فى التلخيص وقال فى الكبائر :إسناده)

صحيح وقال فى الرياض :إسناده صحيح (فيض القدير شرح الجامع الصغير من أحاديث البشير النذير، تحت رقم الحديث ۷۲۵۷)

[2] مطلب فى الأخذ من اللحية (قوله :وأما الأخذ منها إلخ) بهذا وفق فى الفتح بين ما مر وبين ما فى الصحيحين عن ابن عمر عنه -صلى الله عليه وسلم -أحفوا الشوارب واعفوا اللحية قال :لأنه صح عن ابن عمر راوى هذا الحديث أنه كان يأخذ الفاضل عن القبضة، فإن لم يحمل على النسخ كما هو أصلنا فى عمل الراوى على خلاف مرويه مع أنه روى عن غير الراوى وعن النبى -صلى الله عليه وسلم -يحمل الإعفاء على إعفائها عن أن يأخذ غالبها أو كلها كما هو فعل مجوس الأعاجم من حلق لحاهم، ويؤيده ما فى مسلم عن أبى هريرة عنه -صلى الله عليه وسلم -جزوا الشوارب واعفوا اللحى خالفوا المجوس فهذه الجملة واقعة موقع التعليل، وأما الأخذ منها وهى دون ذلك كما يفعله بعض المغاربة،

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

چنانچہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ:

لَعَنَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُخَنَّثِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالْمُتَرَجِّلَاتِ مِنَ النِّسَاءِ (بخاری) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مخنث (یعنی ہیجڑہ وزنخہ) بننے والے مَردوں پر اور مرد بننے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے (بخاری)

اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، اَلْمُخَنَّثِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ، وَالْمُتَرَجِّلَاتِ مِنَ النِّسَاءِ، قَالَ: فَقُلْتُ: مَا الْمُتَرَجِّلَاتُ مِنَ النِّسَاءِ؟ قَالَ: اَلْمُتَشَبِّهَاتُ مِنَ النِّسَاءِ بِالرِّجَالِ (مسند احمد، رقم الحديث ۲۲۹۱) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مخنث (یعنی ہیجڑہ وزنخہ) بننے والے مَردوں پر اور مرد بننے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے، راوی کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ مرد بننے والی عورتیں کون ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ وہ عورتیں جو مردوں کی مشابہت اختیار کریں (مسند احمد) [3]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ ومخنثة الرجال فلم يبحه أحد اهـ ملخصا (ردالمحتار، ج ۲ ص ۴۱۸، كتاب الصوم، باب مايفسد الصوم ومالايفسده)

وأما الأخذ منها وهى دون ذلك كما يفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال فلم يبحه أحد (فتح القدير ج ۲ ص ۳۴۸، كتاب الصوم، باب ما يوجب القضاء والكفارة)

[1] رقم الحديث ۵۸۸۶، كتاب اللباس، باب إخراج المتشبهين بالنساء من البيوت.

[2] فى حاشية مسند احمد: حسن لغيره.

[3] مما سبق من النصوص يمكن للمسلم الذى لم تفسد فطرته أن ياخذ منها أدلة كثيرة قاطعة على وجوب إعفاء اللحية وحرمة حلقها: أولا: أمر الشارع بإعفائها والأصل فى الأمر الوجوب فثبت المدعى

ثانيا: حرم تشبه الرجال بالنساء وحلق الرجل لحيته فيه تشبه بالنساء فيما هو من أظهر مظاهر أنوثتهن فثبت حرمة حلقها ولزم وجوب إعفائها. ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(۷)......گناہ کا تسلسل و استمرار

ساتواں گناہ یہ ہے کہ ڈاڑھی منڈا کر یا ایک مٹھی سے کم کرا کر جب تک انسان اس عمل کا مرتکب رہتا ہے، اس وقت تک اس کا گناہ برابر جاری رہتا ہے (احسن الفتاویٰ ج ۸ ص ۷۴) ل

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

ثالثا :لعن النامصة -وهى التى تنتف شعر حاجبيها أو غير بقصد التجميل -وعلل ذلك بأنه تغيير لخلق الله تعالى والذى يحلق لحيته إنما يفعل ذلك للحسن -زعم -وهو فى ذلك يغير خلقة الله تعالى فهو فى حكم النامصة تماما ولا فرق إلا فى اللفظ ولا أعتقد أنه يوجد اليوم على وجه الأرض ظاهرى يجمد على ظاهر اللفظ ولا يمعن النظر فى المعنى المقصود منه ولاسيما إذا كان مقرونا بعلة يقتضى عدم الجمود عليه كقوله عليه السلام ههنا . . " :للحسن المغيرات خلق الله "

وثمة دليل رابع وهو أنه صلى الله عليه وسلم جعل إعفاء اللحية من الفطرة كما جعل منها قص الأظفار وحلق العانة وغير ذلك مما رواه مسلم فى "صحيحه "ففيه رد صريح على الكاتب ومن ذهب مذهبه أن اللحية من أمور العادات التى يختلف الحكم فيها باختلاف الأزمان والعصور ذلك لأن الفطرة من الأمور التى لا تقبل شرعا التبدل مهما تبدلت الأعراف والعادات :(فطرة الله التى فطر الناس عليها لا تبديل لخلق الله ذلك الدين القيم ولكن أكثر الناس لا يعلمون)

فإن خولفنا فى هذا أيضا فإنى لا أستبعد أن يأتى يوم يوجد فيه من الشيوخ والكتاب المتأثرين بالجو الفاسد الذى يعيشون فيه وقد سرت فيه عادة إعفاء شعر العانة مكان حلقه وإعفاء اللحية وإطالة الأظافر كالوحوش لا استبعد أن يأتى يوم يقول فيه بعض أولئك بجواز هذه الأمور المخالفة للفطرة بدعوى أن العصر الذى هم فيه يستذوقها ويستحسنها وأنها من المظاهر الشكلية التى لا يهتم بها الإسلام بل يتركها لأذواقهم يقولون هذا ولو كان من وراء ذلك ضياع الشخصية الإسلامية التى هى من مظاهر قوة الأمة فاللهم هداك (تمام المنة فى التعليق على فقه السنة للالبانى، ص ۸۲ تا ۸۳، القاعدة الخامسة عشرة)

ل أحدهما :أن تحريم حلق اللحية دلت عليه السنة بخصوصه...........

الثانى :أن حالق اللحية مجاهر بمعصيته ,وآثارها بادية عليه باستمرار فى حالة نومه ,ويقظته ,وعبادته ,وفراغه...........

الوجه الثالث :أن حلق اللحية تغيير للمظهر الإسلامى فى الفرد والجماعة ,وعدول به عن مظهر الأنبياء والمرسلين ,والذين اتبعوهم بإحسان ,وهذا أمر زائد على كونه مجرد معصية.

الوجه الرابع :أن حلق اللحية تشبه بأعداء الله تعالى من المجوس ,والمشركين ,وتحويل للمظهر الإسلامى إلى مظهر شرك ومجوسية ,فهو معصية لرسول الله صلى الله عليه وسلم ,وتشبه بأعداء الله عز وجل ,وهاتان مفسدتان :المعصية ,و التشبه. ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(۸)......اسلامی یا دینی شعار کی خلاف ورزی

آٹھواں گناہ یہ ہے کہ ڈاڑھی رکھنا اسلام یا کم از کم نیک اور دیندار لوگوں کا شعار ہے، جس کی حفاظت واجب ہے، اوراس کی خلاف ورزی کرنا گناہ ہے، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈاڑھی بڑھانے کا حکم فرماتے وقت کافروں کی مخالفت کا ذکر فرمایا ہے (کذافی کفایت المفتی ج۹ص۱۷۱، واغلاط العوام بتبویب جدید ص۹۰) [1]

ملحوظ رہے کہ اگر ڈاڑھی پوری طرح منڈائی نہ جائے بلکہ کاٹ کرایک مٹھی سے کم کردی جائے تو بھی گناہ ہے، کیونکہ اس میں بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت اور کافروں کی مشابہت پائی

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الوجه الخامس: أن في حلق اللحية تغييرا لخلق الله تعالى وهو من أوامر الشيطان كما قال تعالى عنه)ومن يتخذ الشيطان وليا من دون الله فقد خسر خسرانا مبينا يعدهم ويمنيهم وما يعدهم الشيطان إلا غرورا أولئک مأواهم جهنم ولا يجدون عنها محيصا(مجموع فتاویٰ ورسائل العثيمين، ج۱۵ ص ۱۳۱، ۱۳۲)

[1] (ومن تشبه بقوم فهو منهم) أي حكمه حكمهم وذلک لأن كل معصية من المعاصي ميراث أمة من الأمم التي أهلكها الله ، فاللوطية ميراث عن قوم لوط وأخذ الحق بالزائد ودفعه بالناقص ميراث قوم شعيب والعلو في الأرض ميراث قوم فرعون والتكبر والتجبر ميراث قوم هود فكل من لابس من هؤلاء شيئا فهو منهم وهكذا(فيض القدير، تحت رقم الحديث ۸۵۹۳)

(من تشبه بقوم) : أي من شبه نفسه بالكفار مثلا في اللباس وغيره، أو بالفساق أو الفجار أو بأهل التصوف والصلحاء الأبرار .(فهو منهم) : أي في الإثم والخير(مرقاة المفاتيح ،ج۷ص ۲۷۸۲، كتاب اللباس)

(باب وجوب) السعي بين (الصفا والمروة وجعل) بضم الجيم مبنيا للمفعول وجوب السعي بينهما (من شعائر الله) من أعلام مناسكه جمع شعيرة وهي العلامة(إرشاد الساري للقسطلاني، ج۳، ص ۱۸۶ ، باب وجوب الصفا والمروة وجعل من شعائر الله)

إعفاء اللحية التي تميز المسلم من الكافر كما قال صلى الله عليه وسلم :خالفوا المشركين احفوا وفي رواية قصوا الشوارب وأوفوا اللحى " رواه الشيخان وغيرهما عن ابن عمر وغيره(سلسلة الاحاديث الضعيفة، ج۱ ص ۲۵۴، تحت رقم الحديث ۱۲۹)

جاتی ہے۔ [1]

البتہ اس میں عورتوں اور ہیجڑوں کے ساتھ پوری طرح مشابہت کا گناہ نہیں پایا جاتا، اس لئے باوجودیکہ ڈاڑھی کا ایک مٹھی سے کم کرنا بھی گناہ اور حرام ہے، مگر اس کا گناہ پوری طرح ڈاڑھی منڈوانے کے گناہ سے کسی قدر کم ضرور ہے۔ [2]

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

---

[1] قال الحافظ في (الفتح ١٠/٢٩٦) وهو المراد في حديث ابن عمر، فإنهم كانوا يقصون لحاهم، ومنهم من كان يحلقها ."

قلت : وفيه إشارة قوية إلى أن قص اللحية - كما تفعل بعض الجماعات - هو كحلقها من حيث التشبه، وأن ذلك لا يجوز . والسنة التي جرى عليها السلف من الصحابة وغيرهم إعفاؤها إلا ما زاد على القبضة؛ فتقص الزيادة . وقد فصلت هذا في غير ما موضع تفصيلا (سلسلة الاحاديث الضعيفة، ج٥ص١٢٥، تحت رقم الحديث ٢١٠٧)

[2] چنانچہ کفایت المفتی میں ہے کہ:

منڈانے اور ایک مشت سے کم رکھنے میں حکم متفاوت ہوگا، یعنی منڈانے والا زیادہ مؤاخذہ دار ہے، اور کتروانے والا اس سے کم (کفایت المفتی مدلل ومکمل ج۹ص۱۷۸)

مندرجہ بالا تفصیل سے بعض حضرات کے اس شبہ کا بھی جواب ہوگیا کہ ڈاڑھی کا مقصد تو مرد اور عورت میں امتیاز ہے، لہٰذا یہ امتیاز جتنی مقدار ڈاڑھی کے رکھنے سے پورا ہوجائے، وہ کافی ہے، اور ایک مٹھی کی مقدار ضروری نہیں۔

جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ اس صورت میں مذکورہ گناہ سے تو کسی درجہ میں بچت ہوجاتی ہے، مگر دوسرے گناہ پھر بھی موجود رہتے ہیں، اور ڈاڑھی کے حکم کا دارومدار صرف مذکورہ مقصد کی تکمیل پر نہیں۔

السؤال : هناك رجلان أحدهما يحلق لحيته والآخر يقصر منها ما دون القبضة، فهل هما شيء واحد من حيث مخالفتهما للشرع المطهر، أم بينهما فرق؟ الجواب : ليسوا سواء ؛ لأن بعض الشر أهون من بعض، ومعلوم أن الذي يحلقها فعل أمراً محرماً أكثر مما فعله من قصر منها، فهم مخطئون جميعاً وهم متفاوتون في الخطأ، إذ لا شك أن الحلق أسوأ من التقصير (شرح سنن أبي داود۔ لعبد المحسن العباد، ج١٩، ص٣٣، حكم حلق اللحية وتقصيرها)

ڈاڑھی کے متعلق چند شبہات واعتراضات کا جائزہ

آج کل شرعی ڈاڑھی پر مختلف قسم کے اعتراضات وشبہات کئے جاتے ہیں، اور اگرچہ بعض اعتراضات وشبہات کے جوابات ہمارے گزشتہ مضمون کے ضمن میں مختلف مقامات پر گزر چکے ہیں، لیکن کیونکہ یہ اعتراضات وشبہات خاص عنوان کے ساتھ معاشرہ میں ایک سازش کے تحت پھیلائے جاتے ہیں، جس کی وجہ سے وہ بہت سے عوام کے ذہنوں میں بیٹھے ہوئے ہیں، اور ان کی بناء پر بہت سے عوام شرعی ڈاڑھی کے حکم پر عمل پیرا ہونے سے محروم رہتے ہیں۔

اس لئے اس قسم کے چند مشہور ومعروف اعتراضات وشبہات اور ان کے جوابات مستقل عنوانات کے تحت ذکر کیے جاتے ہیں۔

(۱)

کیا اسلام میں ڈاڑھی منڈانے کی سخت ممانعت ہے؟

اعتراض:...... کیا اسلام میں ڈاڑھی منڈانے کی سخت ممانعت ہے کہ جس کی وجہ سے ڈاڑھی پر زور دیا جاتا ہے؟

جواب:...... جی ہاں! شریعت میں ڈاڑھی منڈانے کی سخت ممانعت ہے، کیونکہ احادیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے امر کے الفاظ سے ڈاڑھی کا حکم فرمایا ہے اور یہ بات شریعت میں اپنے موقع پر ثابت ہو چکی ہے کہ امر کے الفاظ سے اصل واجب حکم ثابت ہوتا ہے اور واجب حکم کی خلاف ورزی حرام ہے اور کسی چیز کا حرام ہونا بھی سخت ممانعت ہے۔

علاوہ ازیں اس میں اور بھی کئی گناہ شامل ہیں، مثلاً غیر مسلموں کے ساتھ مشابہت، عورتوں اور ہیجڑوں کے ساتھ مشابہت اور تغییر خلق اللہ وغیرہ اور یہ تمام کام گناہ ہیں (جیسا کہ آگے

www.idaraghufran.org

آتا ہے اور پیچھے بھی گزر چکا) (کذا فی امداد الفتاویٰ ج۶ ص۱۵۰) [1]

(۲)

اکثر مسلمان ڈاڑھی کیوں منڈاتے ہیں؟

اعتراض:...... عرب وعجم میں بہت سے مسلمان ڈاڑھی منڈاتے ہیں اور اس کو گناہ بھی نہیں سمجھا جاتا، اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب:...... جو لوگ ایسا کرتے ہیں اس کی دلیل اور وجہ انہی کے ذمہ ہے، ان کے عمل کی دلیل اور وجہ ہمارے ذمہ نہیں، ہم نے تو اس عمل کے خلاف، مسئلہ دلیل سے واضح کر دیا، دوسرے یہ ضروری نہیں کہ اگر کوئی مسلمان کوئی گناہ کرے تو وہ اس کو گناہ بھی نہ سمجھتا ہو۔

کتنے گناہ معاشرے میں ایسے پھیلے ہوئے ہیں کہ جن کو لوگ گناہ سمجھ کر کرتے ہیں، پھر شریعت کا قاعدہ ہے کہ کسی یقینی گناہ کے عام ہو جانے سے وہ کام حلال اور جائز نہیں ہو جایا کرتا۔

اور اگر بالفرض مان لیا جائے کہ لوگ اس کو گناہ نہیں سمجھتے تو یاد رکھیے کہ کسی کے گناہ نہ سمجھنے سے ناجائز کام جائز اور حرام کام حلال نہیں ہو جایا کرتا، جس طرح کہ اس کے برعکس کسی جائز اور حلال کام کے ناجائز اور حرام سمجھنے سے وہ کام ناجائز یا حرام نہیں ہو جایا کرتا، جیسا کہ بہت سے لوگ غیبت کو حلال کام کی طرح اور بیوہ کے دوسرا نکاح کرنے کو حرام کام کی طرح سمجھتے ہیں حالانکہ اس کے باوجود غیبت حرام اور بیوہ کا دوسری جگہ نکاح کرنا حلال کام ہے۔ [2]

(کذا فی امداد الفتاویٰ ج۶ ص۱۵۰)

---

[1] ذهب الجمهور الى ان صيغة الامر حقيقة فى الوجوب لغة وشرعا ومن حيث العقل والنقل، فاذا ورد الامر متجردا عن القرائن اقتضى الوجوب(ادلة تحريم حلق اللحية، صفحة ۹، المبحث الاول، فصل الامر حقيقة فى الوجوب، لمحمد بن احمد بن اسماعيل، الناشر :مكتبة دار الارقم، الكويت، الطبعة الرابعة، ۱۴۰۵ھ ۱۹۸۵م)

[2] فلا قيمة للعرف ما دام أنه يعارض الشرع، ومثل العلماء لذلك فقالوا :لو جرى العرف بحلق اللحية لم يكن عرفاً معتبراً؛ لأنه يُصادم الشرع(شرح زاد المستقنع للشنقيطي، ج۳۳ص۱۹، حكم كشف الفخذ فى غير الصلاة)

(۳)

ڈاڑھی منڈانا صغیرہ گناہ ہے یا کبیرہ؟

اعتراض:......ڈاڑھی منڈانا کس درجہ کا گناہ ہے صغیرہ گناہ ہے یا کبیرہ؟

جواب:......اول تو یہ سوال کرنا اس لئے بے کار ہے کہ گناہ صغیرہ ہو یا کبیرہ، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر ایک سے بچنے کا حکم ہے، اگر صغیرہ گناہ کے کرنے کی اجازت ہوتی، تو پھر یہ سوال کسی درجہ میں کارآمد ہوسکتا تھا، دوسری بات یہ ہے کہ بہت سے علماء کی تحقیق کے مطابق یہ کبیرہ گناہ ہے، خاص طور پر جبکہ ڈاڑھی منڈانے یا چھوٹی کرانے کا عمل بار بار کیا جائے، جیسا کہ عوام اس گناہ کو بار بار ہر دوسرے تیسرے دن، جبکہ بعض اس سے کم وبیش عرصہ میں کرتے رہتے ہیں، کیونکہ کبیرہ گناہ کی علامت ونشانی یہ طے ہوچکی ہے کہ اس پر شریعت کی طرف سے کوئی وعید آئی ہو اور اس گناہ پر وعید آئی ہے (جیسا کہ ابھی ذکر آتا ہے) اس کے علاوہ گناہ کو ہلکی چیز سمجھنے اور عام گناہ پر قائم دائم رہنے اور اس پر جمے رہنے یا بار بار کرتے رہنے سے صغیرہ گناہ بھی کبیرہ گناہ کی شکل اختیار کرلیتا ہے، اور ڈاڑھی منڈانے کے عمل کو تو جاہل عوام کی طرف سے آجکل اس سے بڑھ کر (نعوذ باللہ تعالیٰ) استحلال یعنی حلال سمجھنے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر استحسان یعنی اچھا سمجھنے اور اس کے مقابلہ میں ڈاڑھی رکھنے کو معیوب اور برا سمجھنے کا درجہ دے دیا گیا ہے، جس میں کفر کا اندیشہ ہے (کذا فی امداد الفتاویٰ ج۶ ص۱۵۰) [1]

(۴)

کیا قرآن مجید میں ڈاڑھی کا حکم موجود ہے؟

اعتراض:......قرآن مجید میں اول سے آخر تک کہیں بھی ڈاڑھی کا حکم نہیں ہے، پھر یہ حکم

[1] اور ڈاڑھی منڈانے کے باعث فسق ہونے کی بحث آگے مسائل کے ضمن میں آتی ہے۔

کہاں سے نکالا گیا؟

جواب:......اس کی کیا دلیل ہے کہ جو بات قرآن مجید میں صاف طور پر موجود نہ ہو، اس پر عمل کرنا واجب نہیں یا وہ شریعت کا حکم نہیں؟ کئی آیات سے صاف طور پر ثابت ہوتا ہے کہ حدیث بھی شرعی حجت اور دلیل ہے اور حدیث شریف سے ضروری درجہ کا ثابت شدہ حکم بھی واجبُ العمل ہوتا ہے، اور ڈاڑھی کا حکم ایک حدیث کے بجائے کئی احادیث میں آیا ہے۔ نیز ڈاڑھی منڈانا اصلاً کافروں کا فعل ہے۔

جس کے بارے میں حدیث میں ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ (ابو داؤد) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی، تو وہ انہی میں سے ہوگا (ابوداؤد)

احادیث میں یہ مضمون آیا ہے کہ:

سن لو! اور آگاہ ہو جاؤ! کہ مجھے اللہ کی طرف سے (ہدایت کے لئے) قرآن مجید بھی عطا ہوا ہے، اور اس کے جیسا اور بھی (یعنی احادیثِ مبارکہ)

سن لو! قریب میں کچھ پیٹ بھرے لوگ پیدا ہوں گے جو اپنے شاندار تخت (اور عمدہ نشست گاہوں) پر (آرام سے) بیٹھے ہونے کی حالت میں لوگوں سے کہیں گے کہ بس قرآن ہی کو لے لو، اس میں جس چیز کا حلال ہونا آیا ہے اس کو حلال سمجھو اور جس کا حرام ہونا آیا ہے اس کو حرام سمجھو (اور اس کے علاوہ کسی اور چیز کو حلال وحرام نہ سمجھو) حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ جن چیزوں کو اللہ کے رسول نے حرام قرار دیا ہے وہ بھی ان ہی چیزوں کی طرح حرام ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے حرام قرار

---

[1] رقم الحديث ۴۰۳۱، كتاب اللباس، باب في لبس الشهرة.

دیا ہے (ابوداؤد، دارمی، ابنِ ماجہ، مسند احمد) [1]

ایک دوسری حدیث میں یہ مضمون آیا ہے کہ:

ایسا نہ ہو کہ تم میں سے کسی کو اس حال میں پاؤں (یعنی اس کا یہ حال ہو) کہ وہ اپنی شاندار نشست پر ٹیک لگا کر (تکبر کے انداز میں) بیٹھا ہو اور اس کو میری کوئی حدیث پہنچے، جس میں میں نے کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کا حکم دیا ہو تو وہ کہے کہ ہم نہیں جانتے، ہم تو بس اسی حکم کو مانیں گے جو ہم کو قرآن میں ملے گا (ابوداؤد، ترمذی، ابنِ ماجہ، مسند احمد) [2]

---

[1] عن المقدام بن معدی کرب عن رسول الله صلى الله عليه وسلم انه قال :ألا إني أوتيت الكتاب، ومثله معه ألا يوشك رجل شبعان على أريكته يقول عليكم بهذا القرآن فما وجدتم فيه من حلال فأحلوه، وما وجدتم فيه من حرام فحرموه، ألا لا يحل لكم لحم الحمار الأهلي، ولا كل ذي ناب من السبع، ولا لقطة معاهد، إلا أن يستغني عنها صاحبها، ومن نزل بقوم فعليهم أن يقروه فإن لم يقروه فله أن يعقبهم بمثل قراه(سنن ابی داؤد، رقم الحديث ۴۶۰۴، كتاب السنة، باب فی لزوم السنة،و اللفظ لهٗ،سنن ابنِ ماجه رقم الحديث ۱۲،سنن الدارمی، رقم الحديث ۶۰۶)

عن المقدام بن معدی كرب، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :ألا هل عسى رجل يبلغه الحديث عني وهو متكىء على أريكته، فيقول :بيننا وبينكم كتاب الله، فما وجدنا فيه حلالا استحللناه .وما وجدنا فيه حراما حرمناه، وإن ما حرم رسول الله كما حرم الله (سنن الترمذی،رقم الحديث ۲۶۶۴)

قال الترمذی:هذا حديث حسن غريب من هذا الوجه.

حدثني الحسن بن جابر، قال :سمعت المقدام بن معدی كرب، يقول :حرم رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم خيبر أشياء، ثم قال " :يوشك أحدكم أن يكذبني وهو متكىء على أريكته يحدث بحديثي، فيقول :بيننا وبينكم كتاب الله، فما وجدنا فيه من حلال استحللناه، وما وجدنا فيه من حرام حرمناه، ألا وإن ما حرم رسول الله صلى الله عليه وسلم مثل ما حرم الله "(مسند احمد، رقم الحديث ۱۷۱۹۴)

فی حاشية مسند احمد:حديث صحيح.

[2] عن عبيد الله بن أبي رافع، عن أبيه، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال :لا ألفين أحدكم متكئا على أريكته يأتيه الأمر من أمري مما أمرت به أو نهيت عنه فيقول لا ندري ما وجدنا في كتاب الله اتبعناه(سنن ابی داؤد، رقم الحديث ۴۶۰۵،كتاب السنة، باب فی لزوم السنة،و اللفظ لهٗ،سنن الترمذی، رقم الحديث ۲۶۶۳،سنن ابنِ ماجه، رقم

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

لہٰذا یہ اعتراض کہ جس بات کا حکم قرآن میں نہ ہو اس پر عمل واجب نہیں، ایک طرح سے حدیث کے انکار کی نشانی ہے۔

حضرت ابو ریحانہ بن زید ازدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

بَلَغَنَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْہِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنِ الْوَشْرِ، وَالْوَشْمِ، وَالنَّتْفِ، وَالْمُشَاغَرَةِ، وَالْمُكَامَعَةِ، وَالْوِصَالِ، وَالْمُلَامَسَةِ (مسند أحمد، رقم الحديث ١٧٢٠٨) [1]

ترجمہ: ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دانتوں کو (خوبصورتی کے لئے) باریک کرنے اور جسم گودنے (یعنی جسم کی کھال میں رنگ بھروا کر لکھائی کرانے) اور بال اُکھاڑنے اور ادلا بدلی میں نکاح کرنے سے (جس میں ایک طرف کی لڑکی کا مہر، دوسری طرف کی لڑکی کے مہر کے بدلے میں رکھا جائے) اور ایک دوسرے کے ساتھ (بغیر حائل کے ننگے ہو کر) جسم ملانے اور بالوں کے ساتھ بال ملانے اور ملامسہ والی خرید و فروخت کرنے (یعنی کسی چیز پر پتھر وغیرہ لگ جانے اور نہ لگنے پر خرید و فروخت ہونے نہ ہونے کا حکم لگانے) سے منع فرمایا ہے (مسند احمد)

چہرے کے بال اُکھاڑنے میں عورتوں کے ساتھ مرد بھی داخل ہیں، جیسا کہ آج کل بعض

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

الحديث ١٣، مسند احمد، رقم الحديث ٢٣٨٧٦)

قال الترمذي: هذا حديث حسن وروى بعضهم هذا الحديث عن سفيان، عن ابن المنكدر، عن النبي صلى الله عليه وسلم مرسلا. وعن سالم أبي النضر، عن عبيد الله بن أبي رافع، عن أبيه، عن النبي صلى الله عليه وسلم ". وكان ابن عيينة إذا روى هذا الحديث على الانفراد بين حديث محمد بن المنكدر من حديث سالم أبي النضر، وإذا جمعهما روى هكذا، وأبو رافع مولى النبي صلى الله عليه وسلم اسمه: أسلم "

في حاشية مسند احمد: إسناده صحيح، رجاله ثقات رجال الشيخين.

[1] في حاشية مسند احمد: صحيح لغيره.

www.idaraghufran.org

لوگ تھریڈنگ Threading اور پلکنگ Plucking کا عمل کرتے ہیں، اور مردوں کا ڈاڑھی کے بال اُکھاڑنا اور منڈانا بھی داخل ہے، خواہ سفید بال دُور کرنا مقصود ہو، یا عام ڈاڑھی کے بالوں کو ختم کرنا مقصود ہو۔ [1]

اور ایک روایت میں بالکل اسی طرح کا واقعہ آیا ہے جو یہاں اعتراض کرنے والے نے پیش کیا ہے۔

چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:

لَعَنَ اللّٰہُ الْوَاشِمَاتِ وَالْمُوْتَشِمَاتِ، وَالْمُتَنَمِّصَاتِ وَالْمُتَفَلِّجَاتِ، لِلْحُسْنِ اَلْمُغَيِّرَاتِ خَلْقَ اللّٰہِ فَبَلَغَ ذٰلِکَ اِمْرَأَۃٌ مِنْ بَنِیْ أَسَدٍ يُقَالُ لَهَا أُمُّ يَعْقُوْبَ، فَجَاءَ تْ فَقَالَتْ: إِنَّهٗ بَلَغَنِیْ عَنْکَ أَنَّکَ لَعَنْتَ كَيْتَ وَكَيْتَ، فَقَالَ: وَمَا لِیْ أَلْعَنُ مَنْ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَمَنْ هُوَ فِیْ كِتَابِ اللّٰہِ، فَقَالَتْ: لَقَدْ قَرَأْتُ مَا بَيْنَ اللَّوْحَيْنِ، فَمَا وَجَدْتُ فِيْهِ مَا تَقُوْلُ، قَالَ: لَئِنْ كُنْتِ قَرَأْتِيْهِ لَقَدْ وَجَدْتِيْهِ، أَمَا قَرَأْتِ: وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا؟ قَالَتْ: بَلٰى، قَالَ: فَإِنَّهٗ قَدْ نَهٰى عَنْهُ، قَالَتْ: فَإِنِّیْ أَرٰى أَهْلَکَ يَفْعَلُوْنَهٗ، قَالَ: فَاذْهَبِیْ فَانْظُرِیْ، فَذَهَبَتْ فَنَظَرَتْ، فَلَمْ تَرَ مِنْ حَاجَتِهَا شَيْئًا، فَقَالَ: لَوْ كَانَتْ كَذٰلِکَ مَا جَامَعْتُهَا (بخاری) [2]

ترجمہ: اللہ ان عورتوں پر لعنت فرماتا ہے، جو بدن کو گودتی ہیں (یعنی جسم کی کھال

---

[1] (والنتف) : أی وعن نتف النساء الشعور من وجوههن، أو نتف اللحية أو الحاجب بأن ينتف البياض منهما، أو نتف الشعر عند المصيبة، والنهی عن الوشر والوشم لما فيهما من تغيير خلق الله، ذكره القاضی وغيره من الشراح (مرقاة المفاتيح، ج۷، ص۲۷۸۶، كتاب اللباس)

قال ابن العربی وإنما نهی عن النتف دون الخضب لأن فيه تغيير الخلقة من أصلها بخلاف الخضب فإنه لا يغير الخلقة على الناظر إليه والله أعلم (فتح الباری لابن حجر، ج۱۰، ص۳۵۵، قوله باب الخضاب)

[2] رقم الحديث ۴۸۸۶، كتاب تفسير القرآن، باب وما آتاكم الرسول فخذوه.

میں رنگ بھروا کر لکھائی کرتی ہیں) اور جو عورتیں جسم گودواتی ہیں اور چہرے کے بال اکھڑواتی ہیں حسن کے لئے دانتوں کو کشادہ کراتی ہیں اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی صورت کو بدلنے والی ہیں، بنی اسد کی ایک عورت کو، جس کا نام ام یعقوب تھا، یہ خبر ملی تو وہ (حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس) آئی اور کہا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ نے اس طرح لعنت کی ہے تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں کیوں اس پر لعنت نہ کروں جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی ہے اور جو کتاب اللہ میں بھی ہے اس عورت نے کہا کہ میں نے قرآن کو پڑھ لیا ہے جو دو لوحوں کے درمیان ہے (یعنی پورا قرآن پڑھا ہے) لیکن جو تم کہتے ہو وہ میں نے اس میں نہیں پایا تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر تو (صحیح معنیٰ میں قرآن کو) پڑھتی تو ضرور اس میں (اس لعنت کا ذکر) پاتی، کیا تو نے (سورہ حشر کی) یہ آیت نہیں پڑھی کہ رسول جو کچھ تمہیں دے اس کو لے لو اور جس سے روکے باز آ جاؤ، اس نے کہا کہ جی ہاں! حضرت عبداللہ بن مسعود نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چیزوں سے منع فرمایا ہے، اس عورت نے کہا کہ تمہاری بیوی ایسا کرتی ہے انہوں نے کہا جا کر دیکھ آ، چنانچہ وہ گئی اور دیکھا تو کچھ نہ پایا، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر وہ ایسا کرتی تو میرے ساتھ نہ رہتی (بخاری)

اس حدیث میں ملعون ہونے کی علت یعنی اصل وجہ "تغییر خلق اللہ" یعنی اللہ کی فطرت وخلقت کو بدلنا بتلائی گئی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ارشاد کے مطابق بالکل بعینہٖ اسی طرح ڈاڑھی کا حکم بھی قرآن کے احکام میں داخل ہے۔

بلکہ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ڈاڑھی کا حکم مذکورہ طریقہ سے بھی زیادہ صاف طور پر

قرآن مجید سے ثابت ہے اور وہ اس طرح کہ قرآن مجید میں یہ بات صاف طور پر موجود ہے کہ شیطان نے ملعون ومردود ہوتے وقت کہا تھا کہ:

وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ (سورۃ النساء رقم الآیۃ ۱۱۹)

ترجمہ: میں انسانوں کو ضرور حکم دوں گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی صورت کو بگاڑا کریں (سورہ نساء)

قرآن مجید کی یہ آیت صاف طور پر اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی صورت کو بگاڑنے کے شیطانی حکم اور اس کے قبیح اور برا ہونے کی وضاحت کر رہی ہے اور ڈاڑھی کا منڈانا اللہ تعالیٰ کی اس فطری صورت کو بگاڑنے میں داخل ہے (تفسیر بیان القرآن)

اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی مذکورہ حدیث میں جن چیزوں پر لعنت کی گئی ہے ان سب کی وجہ اللہ تعالیٰ کی فطری صورت کو بگاڑنا یعنی "تغییر خلق اللہ" بتلائی گئی ہے اور ڈاڑھی منڈانے میں ان چیزوں سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی صورت کو بگاڑنا پایا جاتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ ڈاڑھی منڈانا "تغییر خلق اللّٰہ" (یعنی اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی صورت کو بگاڑنا) ہے، جس کا حرام ہونا قرآن مجید میں موجود ہے، پس اس طرح ڈاڑھی منڈانے کا حرام ہونا قرآن مجید سے ثابت ہوا۔

غرضیکہ ڈاڑھی منڈانے کا گناہ ہونا اصولی اور جزئی طور پر احادیث کے ساتھ ساتھ قرآن مجید سے بھی ثابت ہو گیا (کذا فی امداد الفتاویٰ ج۶ ص۱۵۱)

اس کے علاوہ قرآن مجید میں حضرت موسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کا حضرت ہارون علیہ الصلاۃ والسلام کی ڈاڑھی پکڑنے کا واقعہ مذکور ہے۔

جس سے معلوم ہوا کہ حضرت ہارون علیہ الصلاۃ والسلام کی ڈاڑھی اتنی بڑی تھی کہ ایک مٹھی میں آجاتی تھی۔

اور احادیث میں ڈاڑھی بڑھانے کو فطرت یعنی انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی خصلت وعادت

قرار دیا گیا ہے، اور انبیاء علیہم السلام کی اتباع کا قرآن مجید میں حکم دیا گیا ہے۔
اس سے معلوم ہوا کہ ڈاڑھی اور اس کا حکم قرآن مجید سے بھی ثابت ہے۔ [1]

(۵)

کیا ڈاڑھی منڈانے والا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مقبول امتی نہیں؟

اعتراض:...... کیا ایسی کوئی بات حدیث میں موجود ہے کہ جس نے ڈاڑھی منڈائی وہ نبی صلی

---

[1] قولہ تعالی :قال یا ابن أم لا تأخذ بلحیتی ولا برأسی إنی خشیت أن تقول فرقت بین بنی إسرائیل ولم ترقب قولی.

ذکر جل وعلا فی ھذہ الآیة الکریمة :أن ھارون قالہ لأخیہ موسی یاابن أم لا تأخذ بلحیتی ولا برأسی وذلک یدل علی أنہ لشدة غضبہ أراد أن یمسک برأسہ ولحیتہ .وقد بین تعالی فی الأعراف انہ أخذ برأسہ یجرہ إلیہ .وذلک فی قولہ :وألقی الألواح وأخذ برأس أخیہ یجرہ إلیہ قال ابن ،وقولہ :ولم ترقب قولی ، من بقیة کلام ھارون .أی :خشیت أن تقول فرقت بین بنی إسرائیل، وأن تقول لی لم ترقب قولی ای :لم تعمل بوصیتی وتمتثل أمری.

تنبیہ: ھذہ الآیة الکریمة بضمیمة آیة الأنعام إلیھا تدل علی لزوم إعفاء اللحیة، فھی دلیل قرآنی علی إعفاء اللحیة وعدم حلقھا .وآیة الأنعام المذکورة ھی قولہ تعالی :ومن ذریتہ داود وسلیمان وأیوب ویوسف وموسی وھارون الآیة . ثم إنہ تعالی قال بعد أن عد الأنبیاء الکرام المذکورین أولئک الذین ھدی اللہ فبھداھم اقتدہ ، فدل ذلک علی أن ھارون من الأنبیاء الذین أمر نبینا - صلی اللہ علیہ وسلم -بالاقتداء بھم، وأمرہ -صلی اللہ علیہ وسلم -بذلک أمر لنا .لأن أمر القدوة أمر لأتباعہ کما بینا إیضاحہ بالأدلة القرآنیة فی ھذا الکتاب المبارک فی سورة المائدة وقد قدمنا ھناک :أنہ ثبت فی صحیح البخاری :أن مجاھدا سأل ابن عباس :من أین أخذت السجدة فی ص قال :أو ما تقرأ ومن ذریتہ داود ، أولئک الذین ھدی اللہ فبھداھم اقتدہ، فسجدھا داود فسجدھا رسول اللہ -صلی اللہ علیہ وسلم -فإذا علمت بذلک أن ھارون من الأنبیاء الذین أمر نبینا -صلی اللہ علیہ وسلم -بالاقتداء بھم فی سورة الأنعام ، وعلمت أن أمرہ أمر لنا .لأن لنا فیہ الأسوة الحسنة، وعلمت أن ھارون کان موفرا شعر لحیتہ بدلیل قولہ لأخیہ :لا تأخذ بلحیتی لأنہ لو کان حالقا لما أراد أخوہ الأخذ بلحیتہ تبین لک من ذلک بإیضاح :أن إعفاء اللحیة من السمت الذی أمرنا بہ فی القرآن العظیم، وأنہ کان سمت الرسل الکرام صلوات اللہ وسلامہ علیھم.

والعجب من الذین مضخت ضمائرھم، واضمحل ذوقھم، حتی صاروا یفرون من صفات الذکوریة، وشرف الرجولة، إلی خنوثة الأنوثة، ویمثلون بوجوھھم بحلق أذقانھم، ویتشبھون بالنساء حیث یحاولون القضاء علی أعظم الفوارق الحسیة بین الذکر، والأنثی وھو اللحیة (تفسیر أضواء البیان،ج۴ص ۹۱، ۹۲ ،سورة طٰہٰ، للشیخ محمد الامین الشنقیطی)

اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے نہیں۔

جواب:...... کئی احادیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈاڑھی بڑھانے اور مونچھیں کٹانے کا حکم فرمایا ہے جس سے معلوم ہوا کہ ان دونوں چیزوں کا حکم متماثل اور ایک دوسرے کے مثل ہے یعنی دونوں کا حکم یکساں طریقہ پر واجب ہے۔

اور ایک روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مونچھیں کٹانے اور ڈاڑھی بڑھانے کا حکم فرما کر ارشاد فرمایا کہ:

بے شک جس نے ہمارے غیروں کے طریقہ پر عمل کیا، وہ ہم میں سے نہیں (معجم کبیر واوسط للطبرانی) [1]

اور ایک روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

جس نے مونچھیں نہیں کٹائیں وہ ہم میں سے نہیں (ترمذی، نسائی وغیرہ) [2]

جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے نہیں اور ایک دوسرے کے مثل اور ایک دوسرے کی طرح چیزوں کا حکم ایک ہوتا ہے، پس جب مونچھیں کٹانے کے حکم کی مخالفت یعنی مونچھیں نہ کٹانے پر یہ وعید سنائی گئی کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے نہیں تو یہی وعید ڈاڑھی منڈانے کے بارے میں یقیناً ہوگی، کیونکہ متماثل یعنی ایک دوسرے کے مثل چیزوں کا حکم یکساں ہوتا ہے جس کا پہلے ذکر ہوا۔

اس کے علاوہ احادیث میں چہرہ کے بال اکھاڑنے اور نوچنے کی ممانعت آئی ہے۔

---

[1] قال: قصوا الشوارب، واعفوا اللحى، ولا تمشوا فى الأسواق إلا وعليكم الأزر إنه ليس منا من عمل بسنة غيرنا (المعجم الكبير للطبراني، رقم الحديث ۱۱۳۳۵، ج ۱۱ ص ۱۵۲، المعجم الاوسط للطبرانی رقم الحديث ۹۳۲۶، عن ابنِ عباس)

[2] عن زيد بن أرقم، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: من لم يأخذ من شاربه فليس منا (ترمذی، رقم الحدیث ۲۷۶۱، ابواب الادب، باب ماجاء فی قص الشارب، نسائی، رقم الحدیث ۱۳، مسند احمد، رقم الحدیث ۱۹۲۶۳، صحیح ابن حبان، رقم الحدیث ۵۴۷۷)

اور احادیث میں چند چیزوں پر لعنت آئی ہے، اس کا ذکر پہلے گزر چکا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت ہے کہ:

انہوں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے جسم کو گودنے اور گودوانے والی عورتوں پر (گودنے کے معنیٰ ہیں جسم پر خاص طریقہ پر کچھ لکھائی یا کوئی نقش ونگار کرنا جو بعد میں مٹتا نہیں) اور حسن پیدا کرنے کے لئے منہ کے بال نچوانے والی عورتوں پر اور دانتوں کے درمیان خلا کرانے والی عورتوں پر جو کہ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی فطری صورت کو بدلنے والی ہیں، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ بات سن کر ایک عورت آپ کے پاس حاضر ہوئی اور اس نے کہا کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ آپ ایسی ایسی (جن کا پہلے ذکر ہوا) عورتوں پر لعنت کرتے ہو؟

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے کیا ہے کہ میں ان پر لعنت نہ کروں جن پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی ہے اور قرآن مجید میں بھی ان پر لعنت موجود ہے۔

یہ سن کر اس عورت نے کہا کہ میں نے تو شروع سے آخر تک پورا قرآن پڑھا ہے اس میں تو اس کا ذکر نہیں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر تو قرآن کو غور سے پڑھتی تو اس کا ذکر ضرور پالیتی، کیا تو نے (قرآن میں) یہ نہیں پڑھا کہ:

"مَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا"

ترجمہ: جس چیز کا تم کو اللہ کا رسول حکم دیں اس پر عمل کرو اور جس چیز سے روکیں اس سے رک جاؤ (سورہ حشر)

وہ عورت کہنے لگی کہ ہاں یہ تو میں نے پڑھا ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان

چیزوں سے منع فرمایا ہے (اور قرآن کہتا ہے کہ جس چیز سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منع کریں اس سے رُک جاؤ، تو یہ قرآن کا بھی حکم ہوا) (بخاری ومسلم) [1]

مذکورہ اور اس جیسی دوسری حدیثوں میں جن چند کاموں پر لعنت آئی ہے ان کی اصل وجہ اور علت:

"تغییر خلق اللّٰہ"

"یعنی اللہ تعالیٰ کی (بنائی ہوئی) صورت کو بگاڑنا"

بتلائی گئی ہے۔ [2]

---

[1] عن عبد الله، قال :لعن الله الواشمات والموتشمات، والمتنمصات والمتفلجات، للحسن المغيرات خلق الله فبلغ ذلك امرأة من بنى اسد يقال لها أم يعقوب، فجاء ت فقالت :إنه بلغني عنك أنك لعنت كيت وكيت، فقال :وما لي العن من لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم، ومن هو في كتاب الله، فقالت :لقد قرأت ما بين اللوحين، فما وجدت فيه ما تقول، قال :لئن كنت قرأتيه لقد وجدتيه، أما قرأت :(وما آتاكم الرسول فخذوه وما نهاكم عنه فانتهوا)؟ قالت :بلى، قال :فإنه قد نهى عنه، قالت :فإني أرى أهلك يفعلونه، قال :فاذهبي فانظري، فذهبت فنظرت، فلم تر من حاجتها شيئا، فقال :لو كانت كذلك ما جامعتها(بخاري، رقم الحديث ۴۸۸۶)

عن عبد الله، قال :لعن الله الواشمات والمستوشمات، والنامصات والمتنمصات، والمتفلجات للحسن المغيرات خلق الله قال :فبلغ ذلك امرأة من بنى أسد يقال لها : أم يعقوب وكانت تقرأ القرآن، فأتته فقالت :ما حديث بلغني عنك أنك لعنت الواشمات والمستوشمات، والمتنمصات والمتفلجات، للحسن المغيرات خلق الله، فقال عبد الله :وما لي لا ألعن من لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم؟ وهو في كتاب الله فقالت المرأة :لقد قرأت ما بين لوحي المصحف فما وجدته فقال " :لئن كنت قرأتيه لقد وجدتيه، قال الله عز وجل :(وما آتاكم الرسول فخذوه وما نهاكم عنه فانتهوا) "فقالت المرأة :فإني أرى شيئا من هذا على امرأتك الآن، قال :اذهبي فانظري، قال :فدخلت على امرأة عبد الله فلم تر شيئا، فجاء ت إليه فقالت :ما رأيت شيئا، فقال :أما لو كان ذلك لم نجامعها(مسلم، رقم الحديث ۲۱۲۵"۱۲۰")

[2] قوله المغيرات خلق الله هي صفة لازمة لمن يصنع الوشم والنمص والفلج وكذا الوصل على إحدى الروايات (فتح البارى لابن حجر، ج ۱۰، ص ۳۷۳، قوله باب المتفلجات للحسن)

قال الخطابي إنما ورد الوعيد الشديد في هذه الأشياء لما فيها من الغش والخداع ولو رخص في شيء منها لكان وسيلة إلى استجازة غيرها من أنواع الغش ولما فيها من تغيير الخلقة وإلى ذلك

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور قاعدہ ہے کہ وہ علت کسی اور چیز میں بھی پائی جائے تو اس کا حکم بھی وہی ہوتا ہے اور ڈاڑھی منڈانے میں یہ علت یعنی ’’تغییر خلق اللّٰہ‘‘ یقینی طور پر پائی جاتی ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الإشارة في حديث ابن مسعود بقوله المغيرات خلق الله والله أعلم (فتح الباري لابن حجر، ج ۱۰، ص ۳۸۰، قوله باب المستوشمة)

قوله :(المغيرات خلق الله) ، يشمل ما ذكر قبله ولذلك قال :المغيرات بدون الواو :لأن ذلك كله تغيير لخلق الله تعالى وتزوير وتدليس، وقيل :هذا صفة لازمه للتفلج (عمدة القاري، ج ۱۹، ص ۲۲۵، باب: وما آتاكم الرسول فخذوه)

قوله :(المغيرات خلق الله تعالى) كالتعليل لوجوب اللعن (عمدة القاري، ج ۲۲، ص ۶۳، باب المتفلجات للحسن)

(خلق الله تعالى) صفة لازمة لمن فعل الثلاثة المذكورة وهو كالتعليل لوجوب اللعن المستدل به على الحرمة وفي باب المتنمصات الآتي بعد باب إن شاء الله تعالى (ارشاد الساری للقسطلانی، ج ۸، ص ۴۷۴، باب المتفلجات للحسن)

[1] مما سبق من النصوص يمكن للمسلم الذى لم تفسد فطرته أن يأخذ منها أدلة كثيرة قاطعة على وجوب إعفاء اللحية وحرمة حلقها :

أولا :أمر الشارع بإعفائها والأصل في الأمر الوجوب فثبت المدعى

ثانيا :حرم تشبه الرجال بالنساء وحلق الرجل لحيته فيه تشبه بالنساء فيما هو من أظهر مظاهر أنوثتهن فثبت حرمة حلقها ولزم وجوب إعفائها

ثالثا :لعن النامصة -وهي التي تنتف شعر حاجبيها أو غير بقصد التجميل -وعلل ذلك بأنه تغيير لخلق الله تعالى والذى يحلق لحيته إنما يفعل ذلك للحسن -زعم -وهو في ذلك يغير خلقة الله تعالى فهو في حكم النامصة تماما ولا فرق إلا في اللفظ ولا أعتقد أنه يوجد اليوم على وجه الأرض ظاهرى يجمد على ظاهر اللفظ ولا يمعن النظر في المعنى المقصود منه ولاسيما إذا كان مقرونا بعلة يقتضي عدم الجمود عليه كقوله عليه السلام ههنا . . " :للحسن المغيرات خلق الله "

وثمة دليل رابع وهو أنه صلى الله عليه وسلم جعل إعفاء اللحية من الفطرة كما جعل منها قص الأظفار وحلق العانة وغير ذلك مما رواه مسلم في "صحيحه "فقيه رد صريح على الكاتب ومن ذهب مذهبه أن اللحية من أمور العادات التي يختلف الحكم فيها باختلاف الأزمان والعصور ذلك لأن الفطرة من الأمور التي لا تقبل شرعا التبدل مهما تبدلت الأعراف والعادات :(فطرة الله التي فطر الناس عليها لا تبديل لخلق الله ذلك الدين القيم ولكن أكثر الناس لا يعلمون)(تمام المنة في التعليق على فقه السنة،للألباني، ج ۱، ص ۸۳)

(فائدة) : قال الحافظ في "الفتح(۱۰/ ۳۷۲-۳۷۳) "قوله " :والمتفلجات للحسن "يفهم منه أن المذمومة من فعلت ذلك لأجل الحسن، فلو احتاجت إلى ذلك لمداواة مثلا جاز .قوله " :

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس لئے ڈاڑھی منڈانا بھی لعنت کا باعث ہوا۔ اور لعنت کی حقیقت ہے:

"رحمت سے دور ہونا"

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لئے رحمت کا ہونا لازم ہے لہٰذا رحمت سے دور ہونا امت سے خارج ہونے کی نشانی ہے (کیونکہ قاعدہ ہے کہ انتفاء لازم انتفاء ملزوم کو مستلزم ہوتا ہے) (کذا فی امداد الفتاویٰ ج ۶ ص ۱۵۰، ۱۵۱)

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

المغيرات خلق الله "هي صفة لازمة لمن يصنع الوشم والنمص والفلج، وكذا الوصل على إحدى الروايات ."وقال العيني في "عمدة القارى(۲۲/۲۳) "قوله " :المغيرات خلق الله تعالى " كالتعليل لوجوب اللعن ."فإذا عرفت ما سبق يتبين لک سقوط قول الشيخ الغمارى فى رسالته " تنوير البصيرة ببيان علامات الكبيرة (ص ۳۰) "قلت :تغيير خلق الله يكون فيما يبقى أثره كالوشم والفلج، أو يزول ببطء كالتنميص، أما حلق اللحية فلا يكون تغييرا لخلق الله لأن الشعر يبدو ثانى يوم من حلقه.

أقول :فهذا كلام باطل من وجوه :الأول:

أنه مجرد دعوى لا دليل عليها من كتاب أو سنة أو أثر، وقديما قالوا :والدعاوى ما لم تقيموا عليها بينات أبناؤها أدعياء .

الثاني :أنه خلاف ما يدل عليه زيادة "الواصلات "، فإن الوصل، ليس كالوشم وغيره مما لا يزول، أو يزول ببطء ولاسيما إذا كان من النوع الذى يعرف اليوم بـ (الباروكة) فإنه يمكن إزالتها بسرعة كالقلنسوة.

الثالث :أن ابن مسعود رضى الله عنه أنكر حلق الجبين واحتج بالحديث كما تقدم فى رواية الهيثم، فدل على أنه لا فرق بين الحلق والنتف من حيث أن كلا منهما تغيير لخلق الله .وفيه دليل أيضا على أن النتف ليس خاصا بالحاجب كما زعم بعضهم .فتأمل.

الرابع :أنه مخالف لما فهمه العلماء المتقدمون، وقد مر بک قول الحافظ الصريح فى إلحاق الوصل بالوشم وغيره .وأصرح من ذلک وأفيد، ما نقله(۱۰/۳۷۷)عن الإمام الطبرى قال" :لا يجوز للمرأة تغيير شيء من خلقتها التى خلقها الله عليها بزيادة أو نقص التماس الحسن، لا للزوج ولا لغيره، لمن تكون مقرونة الحاجبين فتزيل ما بينهما توهم البلج، أو عكسه، ومن تكون لها سن زائدة فتقلعها، أو طويلة فتقطع منها، أو لحية أو شارب أو عنفقة فتزيلها بالنتف، ومن يكون شعرها قصيرا أو حقيرا فتطوله، أو تغزره بشعر غيرها، فكل ذلک داخل فى النهى، وهو من تغيير خلق الله تعالى .قال :ويستثنى من ذلک ما يحصل به الضرر والأذية كمن يكون لها سن زائدة، أو طويلة تعيقها فى الأكل " ..إلخ.قلت :فتأمل قول الإمام " :أو عكسه "، و "أو لحية" ..، وقوله " :فكل ذلک داخل فى النهى، وهو من تغيير خلق الله ."فإنک ستتأكد من بطلان قول الغمارى المذكور، والله تعالى هو الهادى(أحكام النساء للألبانى، ج ۱، ص ۱۷۸، أحكام الشعر)

www.idaraghufran.org

نیز حدیث میں ڈاڑھی رکھنے کو فطرت اور انبیاء کا اور اس کے مقابلہ میں ڈاڑھی منڈانے اور مونچھیں بڑھانے کو کافروں کا طریقہ بتلایا گیا ہے (کما مر)

علاوہ ازیں احادیث میں یہ مضمون آیا ہے کہ:

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ (بخاری) [1]

ترجمہ: آدمی اس کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرے گا (بخاری)

اس طرح کی اور بھی احادیث ہیں۔

اگر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام سے محبت رکھے گا، تو ان کے ساتھ ہوگا، اور اگر کافروں کے ساتھ محبت رکھے گا، تو ان کے ساتھ ہوگا۔ [2]

اور جب انسان کسی کے ساتھ محبت رکھتا ہے، تو اس جیسا عمل بھی کرتا ہے، اسی لئے احادیث میں عمل کے اعتبار سے کافروں کے ساتھ تشبہ کرنے کی ممانعت آئی ہے۔

اور کسی سے سچی محبت کی علامت بھی یہی ہے، کہ جب کسی سے انسان کو محبت ہوتی ہے، تو اس کی اتباع بھی ہوتی ہے۔

لہٰذا اس کا تقاضا بھی یہ ہوا کہ اگر ڈاڑھی سے محبت کرے گا، اور شریعت کا حکم سمجھ کر ڈاڑھی رکھے گا، تو وہ درحقیقت نبیوں کے ساتھ ہوگا، اور یہی مقبول امتی ہونے کی نشانی ہے۔ [3]

---

[1] رقم الحدیث ۶۱۶۹، کتاب الادب، باب علامة حب الله عز وجل، عن ابی وائل.

[2] (من أحب قوما حشره الله فی زمرتهم) فمن احب أولياء الرحمن فهو معهم فی الجنان ومن احب حزب الشيطان فهو معهم فی النيران قالوا: وذا مشروط بما إذا عمل مثل عملهم ولهذا يمثل لمحب المال ماله شجاعا أقرع يأخذ بلهزمتيه يقول أنا مالک أنا كنزک ويصفح له صفائح من نار فيكوی بها وعاشق الصدر إذا اجتمع هو ومعشوقه علی غير طاعة تجمع بينهما فی النار ويعذب كل منها بصاحبه إذ (الأخلاء يومئذ بعضهم لبعض عدو إلا المتقين) فالمحب مع محبوبه دنيا واخری (فيض القدير تحت رقم الحديث ۸۳۱۷)

[3] حديث: المرء مع من أحب، متفق عليه من حديث شعبة عن قتادة عن أنس، ومن حديث الأعمش عن شقيق عن ابی موسی وابن مسعود ثلاثتهم به مرفوعاً، زاد الترمذی من طريق أشعث عن الحسن عن أنس: وله ما اكتسب، وممن رواه عن أنس سالم بن أبی الجعد. وقال صفوان بن قدامة:

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(۶)

کیا ڈاڑھی منڈانا خلافِ سنت یا مکروہ عمل ہے؟

اعتراض:...... بعض لوگ ڈاڑھی کے بارے میں اعتراض کے طور پر کہا کرتے ہیں کہ ڈاڑھی رکھنا سنت ہے، اور اگر کوئی ڈاڑھی نہ رکھے تو وہ اگرچہ سنت کے ثواب سے تو محروم ہوتا ہے، مگر وہ گناہ گار نہیں ہوتا، بلکہ ایک مکروہ عمل کا مرتکب ہوتا ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

هاجرت إلى النبي صلى الله عليه وسلم فأتيته فقلت يا رسول الله ناولني يدك أبايعك فناولني يده فقلت يا رسول الله إني أحبك، فقال :المرء مع من أحب، وفي الباب عن ابن مسعود وأبي موسى وآخرين، منهم بمعناه أبو ذر وقد أفرد بعض الحفاظ طرقه في جزء وفي لفظ :قال رجل يا رسول الله متى قيام الساعة؟ فقال :إنها قائمة فما أعددت لها، قال :ما أعددت لها من كبير إلا أني أحب الله ورسوله، قال :فأنت مع من أحببت ولك ما اكتسبت، قال فما فرح المسلمون بشيء بعد الإسلام ما فرحوا به، وفي لفظ آخر عن أبي أمامة :يا ابن آدم لك ما نويت وعليك ما اكتسبت ولك ما احتسبت وأنت مع من أحببت، وفي آخر عن أبي قرصافة :من أحب قوماً ووالاهم حشره الله فيهم، وفي آخر عن جابر :من أحب قوماً على أعمالهم حشر معهم يوم القيامة، وفي لفظ :حشر في زمرتهم، وفي سنده إسماعيل بن يحيى التيمي ضعيف، وهذا الحديث كما قال بعض العلماء معقود بشرط، وعنى عليه السلام أنه إذا احبهم عمل أعمالهم ويدل لهذا ما رواه العسكري من جهة داود بن المحبر حدثنا الحسن بن واصل قال قال الحسن :لا تغتر يا ابن آدم بقول من يقول أنت مع من احببت فإنه من أحب قوماً اتبع آثارهم واعلم أنك لن تلحق بالأخيار حتى تتبع آثارهم وحتى تأخذ بهديهم وتقتدي بسنتهم وتصبح وتمسي على منهاجهم حرصاً على أن تكون منهم قلت ومن ثم قال القائل:

تعصي الإله وأنت تظهر حبه ...هذا لعمري في القياس بديع

لو كان حبك صادقاً لأطعته ...إن المحب لمن يحب مطيع

وسأل رجل من أهل بغداد أبا عثمان الواعظ متى يكون الرجل صادقاً في حب مولاه؟ فقال :إذا خلا من خلافه كان صادقاً في حبه، قال :فوضع الرجل التراب على رأسه وصالح فقال كيف أدعى حبه ولم أخل طرفة عين من خلافه، قال فبكى أبو عثمان وأهل المجلس وصار أبو عثمان يقول في بكائه :صادق في حبه مقصر في حقه أورده البيهقي وقال عقبه :وما قاله أبو عثمان من صدق حبه وإن كان مقصراً في موجباته يشهد له قوله صلى الله عليه وسلم :المرء مع من أحب، لمن قال له المرء يحب القوم ولما يلحق بهم، ومن ثم لما قيل للفرزدق أما آن لك أن تقصر عن قذف

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

لہٰذا ڈاڑھی نہ رکھنے والے کو گناہ گار قرار دینا غلط ہے؟

جواب:...... صحیح احادیث اور فقہائے امت کی تصریحات سے یہ بات اپنے مقام پر طے ہو چکی ہے کہ ڈاڑھی رکھنا واجب عمل ہے، اور واجب عمل کو چھوڑنا گناہ ہے، کیونکہ واجب عمل کا درجہ فرض کے قریب ہوا کرتا ہے (جیسا کہ تفصیلاً پہلے گزرا)

اور اس کی خلاف ورزی عملاً حرام ہوتی ہے۔

اور اسی لئے اکثر و بیشتر فقہائے کرام نے ڈاڑھی منڈانے کو حرام فرمایا ہے (جس سے متعلق

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

المحصنات فقال والله لله أحب إلي من عيني التي أبصر بها أفتراه يعذبني، رواه البيهقي أيضاً، ومنه قوله تعالى "وقالت اليهود والنصارى نحن أبناء الله وأحباؤه قل فلم يعذبكم بذنوبكم "(المقاصد الحسنة تحت رقم الحديث ١٠١١، ج١ ص٥٩٨ تا ٦٠٠، حرف الميم)

المرء مع من أحب. متفق عليه عن أنس وأبي موسى وابن مسعود رفعوه، ورواه الترمذي عن أنس، وزاد وله ما اكتسب. وسببه لما قال صفوان بن قدامة هاجرت إلى النبي صلى الله عليه وسلم فقلت يا رسول الله إني أحبك فقال المرء مع من أحب. وقد أفرد بعض الحفاظ طرقه في جزء. وفي لفظ قال رجل يا رسول الله متى قيام الساعة فقال إنها قائمة فما أعددت لها قال ما أعددت لها من كثير إلا أني أحب الله ورسوله قال فأنت مع من أحببت ولك ما اكتسبت قال فما فرح المسلمون بشيئ بعد الإسلام ما فرحوا به. وفي لفظ آخر عن أبي أمامة يا ابن آدم لك ما نويت وعليك ما اكتسبت ولك ما احتسبت وأنت مع من أحببت. وفي آخر عن أبي قرصافة من أحب قوما ووالاهم حشره الله فيهم. وفي آخر عن جابر من أحب قوما على أعمالهم حشر معهم يوم القيامة، وفي لفظ حشر في زمرتهم. وفي سنده أبو يحيى التيمي ضعيف، وهذا الحديث كما قال بعض العلماء مشروط بشرط وعنى عليه الصلاة والسلام أنه إذا أحبهم عمل بمثل أعمالهم. ومن ثم قال الحسن البصري كما رواه عنه العسكري لا تغتر يا ابن آدم بقوله أنت مع من أحببت فإنه من أحب قوما تبع آثارهم واعلم أنك لا تلحق بالأخيار حتى تتبع آثارهم وحتى تأخذ بهديهم وتقتدي بسننهم وتصبح وتمسي على مناهجهم حرصا على أن تكون منهم. وما أحسن ما قيل: تعصي الإله وأنت تظهر حبه *هذا لعمري في القياس بديع لو كان حبك صادقا لأطعته *إن المحب لمن يحب مطيع لكن قد يدل للعموم قوله صلى الله عليه وسلم المرء مع من أحب لمن قال له المرء يحب القوم ولما يلحق بهم، وسأل رجل من أهل بغداد أبا عثمان الواعظ متى يكون الرجل صادقا في حب مولاه فقال إذا خلا من خلافه كان صادقا في حبه قال فوضع الرجل التراب على رأسه وصاح وقال كيف ادعى حبه ولم أخل طرفة عين من خلافه قال فبكى أبو عثمان أهل المجلس وصار أبو عثمان يقول في بكائه صادق في حبه مقصر في حقه -أورده البيهقي (كشف الخفاء ومزيل الألباس عما اشتهر من الأحاديث على ألسنة الناس للعجلوني تحت رقم الحديث ٢٢٨٤، ج٢ ص٢٠٢ و ص٢٠٣)

عبارات پہلے گزر چکی ہیں)[1]

پھر ڈاڑھی منڈانے میں ایک گناہ نہیں بلکہ اور بھی کئی گناہ ہیں۔

لہٰذا ڈاڑھی کو سنت قرار دے کر یہ دعویٰ کرنا کہ اگر کوئی ڈاڑھی نہ رکھے تو گناہ گار نہیں، یہ سراسر غلط فہمی پر مبنی ہے۔

ایک مٹھی ڈاڑھی کے سنت ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ایک مٹھی ڈاڑھی رکھنا سنت طریقہ پر ثابت ہے، اور ڈاڑھی کی سنت سے ثابت شدہ مقدار اتنی ہے، اور اس سے زیادہ ڈاڑھی رکھنا سنت نہیں۔

یہ مطلب نہیں کہ ایک مٹھی سے کم ڈاڑھی رکھنا یا بالکل منڈا دینا خلافِ سنت ہے، کیونکہ ڈاڑھی منڈانا یا ایک مٹھی سے کم کرانا تو ناجائز اور گناہ کا کام ہے۔

(۷)

مولوی ڈاڑھی کے پیچھے اتنے کیوں پڑتے ہیں؟

اعتراض:...... بعض لوگ اعتراضاً کہا کرتے ہیں کہ مولوی اور علماء حضرات ڈاڑھی کے اتنے پیچھے کیوں پڑتے ہیں، کیا ڈاڑھی میں ہی اسلام رکھا ہے، آخر اور بھی تو چیزیں ہیں ان کے پیچھے کیوں نہیں پڑتے؟

جواب:...... یہ اعتراض بھی حقیقت پر مبنی نہیں، کیونکہ ڈاڑھی میں اگرچہ اسلام نہ ہو، مگر اسلام میں تو ڈاڑھی ہے، جیسا کہ دین کے دوسرے الگ الگ احکام کا بھی یہی حال ہے کہ ان میں اسلام نہیں لیکن وہ اسلام میں ہیں، اگر دین کے ہر ہر حکم کے بارے میں یہی کہا جائے کہ کیا اس میں ہی اسلام ہے تو اسلام پھر کن چیزوں کا نام ہوگا، پھر یہ بھی غور کرنا چاہیے کہ

---

[1] اور اگر کسی نے اس کو مکروہ عمل قرار دیا ہو تو اس سے مراد مکروہِ تحریمی ہے، جو کہ حرام کے قریب ہے، البتہ حرام اور مکروہ تحریمی میں علمی اعتبار سے صرف دلیل کا فرق ہونے کی وجہ سے ایک کو حرام اور دوسرے کو مکروہِ تحریمی کہہ دیا جاتا ہے۔

ڈاڑھی منڈانے والے جتنے ڈاڑھی کے پیچھے پڑتے ہیں، کہ ہر روز صبح اٹھ کر سب سے پہلے نعوذ باللہ ڈاڑھی کا ناشتہ کرتے ہیں اور کسی تقریب میں جاتے ہیں تو پہلے ڈاڑھی منڈاتے اور شیو کرتے ہیں، جمعہ اور عیدین وغیرہ کے بابرکت دنوں میں ڈاڑھی منڈا کر جمعہ وعیدین کی نمازوں کے لئے جاتے ہیں، نائیوں کی دوکانوں پر ڈاڑھی منڈانے والوں کا ہجوم جمع رہتا ہے، وغیرہ وغیرہ، تو ڈاڑھی کے پیچھے جتنا کہ ڈاڑھی منڈانے والے پڑتے ہیں، اتنا اس کے پیچھے مولوی نہیں پڑتے، ورنہ انصاف کا تقاضا یہ تھا کہ اگر روزانہ لاکھوں کی تعداد میں یہ گناہ ہوتا ہے تو روزانہ لاکھوں کی تعداد میں اس بیماری کی خوراک بھی ملنی چاہئے تھی، مگر ایسا نہیں ہے، اور شریعت کا مسئلہ یہ ہے کہ جو گناہ جتنی زیادہ مقدار میں ہو اس پر تنبیہ بھی اسی اعتبار سے ہونی چاہئے، خاص طور پر جو گناہ کہ کھلم کھلا ہو اور عمومی انداز میں ہو، کیونکہ اس طرح کے گناہوں کے نتیجہ میں آنے والا وبال اور عذاب دوسروں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے، اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائیں۔

(۸)

کیا ڈاڑھی غیر فطری اور زائد چیز ہے؟

اعتراض:...... بعض لوگ اعتراض کے طور پر کہتے ہیں کہ ڈاڑھی ایک زائد، فضول اور غیر فطری چیز ہے، پیدائش کے وقت ڈاڑھی نہیں ہوتی، لہٰذا اسے منڈا دینا چاہئے، جیسا کہ زیرِ بغل اور زیرِ ناف بالوں کا بھی معاملہ ہے؟

جواب:...... اسی اعتراض کا جواب ایک بزرگ نے دیا تھا کہ پھر تو دانت بھی توڑ ڈالنا چاہئے، کیونکہ یہ بھی پیدائش کے وقت موجود نہیں ہوتے، جس کے جواب میں ایک صاحب نے کہا تھا کہ واہ صاحب آپ نے تو دندان شکن جواب دیا، مطلب یہ تھا کہ جواب بھی حقیقت میں دندان شکن ہے، اور اس جواب میں دانت توڑنے کا بھی ذکر ہے (الافاضات

www.idaraghufran.org

الیومیہ ج ۳ ص ۳۰۸، ملفوظ نمبر ۵۴۶ بتغیر)

فطری ہونے کے یہ معنیٰ نہیں کہ پیدائش کے وقت جو چیز ہو، بلکہ یہ معنیٰ ہیں کہ وہ چیز قدرتی طور پر اور فطرتِ سلیمہ وصحیحہ کے عین مطابق ہو، اور ڈاڑھی اس اعتبار سے عین فطرت کے مطابق ہے، اگرچہ بگڑی ہوئی فطرت رکھنے والے حضرات اسے فطرت نہیں سمجھتے، اور زیرِ ناف وزیرِ بغل بالوں کا بڑھانا فطرت میں داخل نہیں، بلکہ انہیں کٹانا فطرت میں داخل ہے، جیسا کہ مشہور حدیث میں ڈاڑھی رکھنے، مونچھیں کاٹنے اور زیرِ ناف وزیرِ بغل بالوں کے کاٹنے کو فطرت بتلایا گیا ہے۔

اور جب احادیث میں ڈاڑھی بڑھانے کو فطرت بلکہ فطرتِ اسلام بتلایا گیا ہے، تو اس سے معلوم ہوا کہ ڈاڑھی منڈانے کو فطرت کے مطابق کہنے والے ان احادیث سے ناواقف یا ان کے منکر ہوئے، اور ان کا یہ کہنا ہی خود فطرت کے خلاف ہوا۔

(۹)

کیا اصل باطن کی درستگی ہے؟

اعتراض:...... بعض لوگ اعتراض کے طور پر کہتے ہیں کہ اصل چیز تو انسان کے باطن کی اصلاح و درستگی ہے اور ڈاڑھی تو اصل مسلمان کے اندر ہونی چاہئے، اوپر اور چہرہ کی ڈاڑھی کا کیا فائدہ، جب تک اندر کا معاملہ درست نہ ہو؟

جواب:...... یہ اعتراض کم علمی، ناواقفیت، بلکہ جہالت پر مبنی ہے، اللہ اور اس کے رسول نے تو چہرہ کی ظاہری ڈاڑھی رکھنے کا حکم دیا ہے نہ کہ اندر رکھنے کا، کیونکہ ڈاڑھی تو چہرہ پر آتی ہے، نہ کہ اندر، یہ اعتراض تو ایسا ہی ہوا کہ جیسا کہ کوئی نماز کا انکار کرتے ہوئے کہے کہ اصل نماز تو دل کی ہوتی ہے ظاہر کی نماز کا کیا فائدہ۔

اسی طرح کوئی زکاۃ کے بارے میں کہے، اور کوئی حج کے بارے میں کہے، اور کوئی دین کے

کسی اور حکم کے بارے میں اس طرح کہے تو، پھر اسلام کن چیزوں کا نام ہوگا؟

اس کے علاوہ انسان کے ظاہری عمل کا اثر اُس کے باطن پر بھی پڑتا ہے، اور اس کا باطن بھی اس کے ظاہری اعمال سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتا، اور اسی وجہ سے احادیث میں کافروں کی ظاہری عمل میں مشابہت اختیار کرنے کی ممانعت آئی ہے، خواہ لباس میں ہو، یا کسی اور ظاہری چیز میں، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈاڑھی بڑھانے کا حکم فرماتے وقت بھی کافروں کی مخالفت کا حکم فرمایا ہے، اور یہ فرمایا ہے کہ وہ ڈاڑھی منڈاتے یا پست کرتے ہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم ظاہری عمل اور خود ڈاڑھی کے بارے میں ہے، اور ڈاڑھی کا مقام انسان کا چہرہ ہے، جو ظاہر میں نظر آنے والا ہے، لہٰذا احادیث میں جب چہرہ پر ڈاڑھی رکھنے کا حکم دیا گیا تو اس حکم کی مخالفت کر کے باطن کی اصلاح و درستگی کا دعویٰ کرنا غلط ہوا۔ [1]

---

[1] (من تشبه بقوم) أى تزيا فى ظاهره بزيهم وفى تعرفه بفعلهم وفى تخلقه بخلقهم وسار بسيرتهم وهديهم فى ملبسهم وبعض أفعالهم أى وكان التشبه بحق قد طابق فيه الظاهر الباطن (فهو منهم) وقيل المعنى من تشبه بالصالحين وهو من أتباعهم يكرم كما يكرمون ومن تشبه بالفساق يهان ويخذل كهم ، ومن وضع عليه علامة الشرف أكرم وإن لم يتحقق شرفه وفيه أن من تشبه من الجن بالحيات وظهر بصورتهم قتل وأنه لا يجوز الآن لبس عمامة زرقاء أو صفراء كذا ذكره ابن رسلان ، وبابلغ من ذلك صرح القرطبى فقال :لو خص أهل الفسوق والمجون بلباس منع لبسه لغيرهم فقد يظن به من لا يعرفه أنه منهم فيظن به ظن السوء فيأثم الظان والمظنون فيه بسبب العون عليه ، وقال بعضهم :قد يقع التشبه فى أمور قلبية من الاعتقادات وإرادات وأمور خارجية من أقوال وأفعال قد تكون عبادات وقد تكون عادات فى نحو طعام ولباس ومسكن ونكاح واجتماع وافتراق وسفر وإقامة وركوب وغيرها وبين الظاهر والباطن ارتباط ومناسبة وقد بعث الله المصطفى صلى الله عليه وسلم بالحكمة التى هى سنة وهى الشرعة والمنهاج الذى شرعه له فكان مما شرعه له من الأقوال والأفعال ما يباين سبيل المغضوب عليهم والضالين فأمر بمخالفتهم فى الهدى الظاهر فى هذا الحديث وإن لم يظهر فيه مفسدة لأمور منها أن المشاركة فى الهدى فى الظاهر تؤثر تناسبا وتشاكلا بين المتشابهين تعود إلى موافقة ما فى الأخلاق والأعمال وهذا أمر محسوس فإن لابس ثياب العلماء مثلا يجد من نفسه نوع انضمام إليهم ولابس ثياب الجند المقاتلة مثلا يجد من نفسه نوع تخلق بأخلاقهم وتصير طبيعته منقادة لذلك إلا أن يمنعه مانع ومنها أن المخالفة فى الهدى الظاهر توجب مباينة ومفارقة توجب الانقطاع عن موجبات الغضب وأسباب الضلال والانعطاف على أهل الهدى والرضوان ومنها أن مشاركتهم فى الهدى للظاهر توجب الاختلاط الظاهر حتى

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(۱۰)

زیادہ عمر میں بالوں کے سفید نظر آنے کے ڈر سے ڈاڑھی نہ رکھنے کا حیلہ

اعتراض:...... بعض لوگ ڈاڑھی کی اہمیت و احادیث کو تو مانتے اور سمجھتے ہیں، لیکن جب ڈاڑھی رکھنے کا معاملہ آتا ہے تو اس وہم اور خیال سے ڈاڑھی رکھنے سے گریز کرتے ہیں کہ زیادہ عمر کی وجہ سے ڈاڑھی کے بال سفید برآمد ہوں گے اور لوگ دیکھ کر بوڑھا سمجھیں گے، جس کی وجہ سے لوگوں اور خاص طور سے خواتین کی نظروں میں عزت کم ہوگی، اس لئے یہ لوگ اسی طرح سے پوری زندگی گزار کر دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں۔

جواب:...... یہ ان لوگوں کے لئے شیطان کی بہت بڑی چال ہے، جس کی وجہ سے یہ حضرات حقیقت سے دھوکہ کھا گئے ہیں، کیونکہ اولاً تو عمر کی ایک مقدار مقرر ہے، جو کہ بالوں کی سفیدی کو لوگوں کی نظروں سے چھپانے سے بڑھتی نہیں، اور بڑھاپا بھی اپنی عمر میں آتا ہے، اس سے بڑھاپا متاثر نہیں ہو جاتا، بلکہ طبی اعتبار سے ڈاڑھی منڈانے سے جلدی بڑھاپا آتا ہے۔

دوسرے لوگوں کی نظروں سے اپنی عمر کو چھپانا اور مصنوعی حالت بنا کر اپنے آپ کو لوگوں کے سامنے جوان ظاہر کرنا الگ گناہ ہے، اور اسی وجہ سے سیاہ خضاب کا لگانا منع ہے، جس کا ذکر آگے مسائل کے بیان میں آتا ہے۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ یرتفع التمییز ظاهرا بين المهديين المرضيين وبين المغضوب عليهم والضالين الى غير ذلك من الأسباب الحكيمة التي أشار إليها هذا الحديث وما أشبهه.

وقال ابن تيمية :هذا الحديث أقل أحواله أن يقتضي تحريم التشبه بأهل الكتاب وإن كان ظاهره يقتضي كفر المتشبه بهم فكما في قوله تعالى *(ومن يتولهم منكم فإنه منهم)وهو نظير قول ابن عمرو من بنى بأرض المشركين وصنع نيروزهم ومهرجانهم وتشبه بهم حتى يموت حشر يوم القيامة معهم فقد حمل هذا على التشبه المطلق فإنه يوجب الكفر ويقتضي تحريم أبعاض ذلك ، وقد يحمل منهم في القدر المشترك الذى شابههم فيه فإن كان كفرا أو معصية أو شعارا لها كان حكمه كذلك (فيض القدير، تحت رقم الحديث ۸۵۹۳)

تیسرے نامحرم عورتوں کو دکھلانے اور ان کو اپنی طرف مائل ومتوجہ کرنے اور ان کی نظروں میں صاحبِ کشش بننے کے لئے کوئی عمل کرنا بھی مستقل گناہ ہے، جس سے بچنا ضروری ہے۔

چوتھے بالوں کی سفیدی اللہ تعالیٰ کا نور ہے، اور اس پر نیکیوں کا وعدہ ہے۔

اس طرح کی احادیث آگے مسائل کے ضمن میں ذکر کردی گئی ہیں۔

لہٰذا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر اور آخرت میں عزت کو حاصل کرنا، لوگوں کی نظروں میں اور دنیا کی عارضی زندگی کی فانی اور مصنوعی عزت سے لاکھ درجہ بہتر ہے۔

دنیا اور لوگوں کی خاطر، اللہ تعالیٰ، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور آخرت کی عزت کو پامال اور ضائع کرنا بڑی حماقت وسفاہت ہے۔

اور آخری بات یہ ہے کہ سفید ڈاڑھی والے انسان کی دنیا میں بھی عزت ہوتی ہے اور لوگ ایسے شخص کو قدر ومنزلت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

لہٰذا یہ دعویٰ اور خیال بھی صحیح نہیں کہ سفید ڈاڑھی کی وجہ سے لوگوں کی نظروں میں عزت میں کمی آتی ہے۔

(۱۱)

ڈاڑھی رکھنے کو عرب کی عادت قرار دینے اور عبادت نہ ہونے کا اعتراض

اعتراض:...... بعض لوگوں کے سامنے جب ڈاڑھی کا ذکر آتا ہے تو وہ اعتراضاً کہتے ہیں کہ ڈاڑھی رکھنا تو عرب کی عادت اور رواج تھا، اور اسی عرب کی عادت اور رواج کی وجہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ڈاڑھی رکھی تھی، اور جب اس کی بنیاد عرب کے رواج پر ہوئی، تو اس سے معلوم ہوا کہ یہ کوئی عبادت کی چیز نہیں اور نہ رکھنے میں کوئی گناہ نہیں۔

جواب:...... ان لوگوں کا یہ اعتراض غلط اور حقیقت کے خلاف ہے۔

کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو کسی علاقہ وقبیلہ اور عرب وعجم کی قید کے بغیر

ڈاڑھی رکھنے کا حکم فرمایا ہے، اور اس کو فطرت (یعنی تمام انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام) کا طریقہ فرمایا ہے، اور اس کو فطرتِ اسلام سے تعبیر فرمایا ہے۔

اور یہ فرمایا ہے کہ:

ہمارے دین میں ڈاڑھی بڑھانا ہے۔

اور یہ بھی فرمایا ہے کہ:

میرے رب نے ڈاڑھی بڑھانے کا حکم فرمایا ہے۔

اور ساتھ ہی ڈاڑھی منڈانے کو کافروں، مشرکوں، مجوسیوں وغیرہ کا طریقہ بتلایا ہے، اور اس کے ساتھ یہ فرمایا ہے کہ ہمارا طریقہ ڈاڑھی بڑھانا ہے اور جس نے ہمارے طریقہ کو اختیار نہ کیا وہ ہم میں سے نہیں۔

(یہ احادیث ہم ڈاڑھی کی اہمیت وتاکید کے ضمن میں پہلے ذکر کر چکے ہیں)

اس قسم کی احادیث سے صاف ظاہر ہے کہ ڈاڑھی رکھنا عرب کی عادت ورواج پر مبنی نہیں، بلکہ اللہ، اس کے رسول اور شریعت کا حکم ہے، اور کفر کے مقابلہ میں اسلام کے اہم احکام میں سے ہے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، انبیائے کرام، اور اسلام کا طریقہ ہے اور دین وعبادت کا کام ہے۔

اور اس کے برخلاف یہ عمل صرف غیر عربیوں کا ہی نہیں بلکہ مشرکوں اور کافروں کا طریقہ ہے۔

اس کے علاوہ اگر کوئی عمل عرب کا رواج بھی ہو، اور شریعت نے بھی اس کو عبادت قرار دیا ہو، تو بھی کوئی ٹکراؤ نہیں، جس کی بے شمار مثالیں شریعت میں موجود ہیں۔

اس سے زیادہ واضح دلائل ڈاڑھی کے عبادت، نہ کہ صرف عرب کی عادت ہونے کے، اور کیا ہو سکتے ہیں۔

خلاصہ یہ کہ ڈاڑھی شریعت کا ایک اہم حکم اور عبادت ہے، اور صرف عرب کا رواج نہیں۔ [1]

---

[1] واعفاء اللحية وإن كان شأن العرب وخاصيتهم إلا أن رسول الله -صلى الله عليه وسلم- بامره به قد نقله من كونه عرفاً وعادةً إلى كونه عبادة مأموراً بها مثاباً على فعلها معاقباً على تركها .

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(۱۲)

ڈاڑھی کی آڑ میں شکار کرنے کا بہانہ

اعتراض:...... بعض لوگ کہتے ہیں کہ صاحب ڈاڑھی رکھنا تو اچھی بات ہے، لیکن آج کل لوگ ڈاڑھی رکھ کر اس کی آڑ میں شکار کرتے ہیں، لوگوں کو دھوکا دیتے ہیں، اور اس وجہ سے ڈاڑھی بدنام ہو چکی ہے، اس لئے ہم ڈاڑھی نہیں رکھتے۔

جواب:...... ان لوگوں کا یہ اعتراض کوئی وقعت نہیں رکھتا، اور اس اعتراض کی وجہ سے وہ ڈاڑھی منڈانے کے گناہ سے نہیں بچ سکتے۔

کیونکہ اولاً تو دھوکہ دینے اور گناہ کرنے والے ہر قسم کے اور ہر طبقہ میں لوگ ہوتے ہیں، اور بُرے لوگوں کو دیکھ کر اچھے لوگوں پر طعنہ دینا صحیح نہیں ہوتا، اور اگر یہ اصول صحیح ہو تو پھر برے ڈاکٹروں کو دیکھ کر اچھے ڈاکٹروں کو بھی برا کہنا چاہئے۔

اور بدعمل مسلمانوں کو دیکھ کر اچھے مسلمانوں کو بھی برا کہنا چاہئے، اور اگر ایسا ہو تو پھر مسلمان کے نام سے بھی مسلمانوں کو نعوذ باللہ نفرت کرنی چاہئے۔

اور اگر بالفرض کچھ لوگ دھوکہ دینے کے لئے ڈاڑھی رکھتے ہیں، تو شریعت کی نظر میں اس نیت اور اس غرض سے ڈاڑھی رکھنا صحیح نہیں ہے، بلکہ یہ نیت اور غرض گناہ کی چیز ہے۔

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

والصادق فی إیمانه یستجیب لأمر الله لأن مقتضی الإیمان التصدیق والطاعة والاستسلام والانقیاد لأمر الله تعالی(إعفاء اللحیة علی ضوء الکتاب والسنة وأقوال أهل العلم ،لأبی عبدالرحمن،ص ۴)
أنه صلی الله علیه وسلم جعل إعفاء اللحیة من الفطرة کما جعل منها قص الأظفار وحلق العانة وغیر ذلک مما رواه مسلم فی "صحیحه "ففیه رد صریح علی الکاتب ومن ذهب مذهبه أن اللحیة من أمور العادات التی یختلف الحکم فیها باختلاف الأزمان والعصور ذلک لأن الفطرة من الأمور التی لا تقبل شرعا التبدل مهما تبدلت الأعراف والعادات :(فطرة الله التی فطر الناس علیها لا تبدیل لخلق الله ذلک الدین القیم ولکن أکثر الناس لا یعلمون(تمام المنة فی التعلیق علی فقه السنة،للألبانی،ج ۱ ،ص ۸۳)

لہٰذا ان لوگوں کو بھی چاہئے، اور ان کے علاوہ دوسرے لوگوں کو بھی کہ وہ صحیح نیت کے ساتھ شریعت کا حکم سمجھ کر ڈاڑھی رکھیں۔

اور آخری درجہ میں عرض ہے کہ اگر کوئی ڈاڑھی رکھ کر گناہ یا دھوکہ دہی کا عمل کرتا ہے، تو اس کا گناہ کرنا اور دھوکہ دینا یہ گناہ کا کام ہے، مگر شریعت کے مطابق ڈاڑھی رکھنا ثواب کا کام ہے۔ اور جو شخص ڈاڑھی نہیں رکھتا یہ بھی گناہ کا کام ہے۔

لہٰذا ایک گناہ کی وجہ سے دوسرا نیکی کا کام گناہ نہیں بنتا، گناہ کا گناہ ہونا اپنی جگہ ہوتا ہے، اور نیک کام کا نیک ہونا اپنی جگہ ہوتا ہے۔

اس لئے بہرحال ڈاڑھی کو اہم نیکی کا کام سمجھ کر رکھنا چاہئے، پھر دوسرے لوگ خواہ اچھا سمجھیں یا برا، اس کی پروا نہیں کرنی چاہئے۔

(۱۴)

ڈاڑھی رکھ کر گناہ سرزد ہونے کا بہانہ

اعتراض:...... بعض لوگوں کو جب ڈاڑھی رکھنے کا کہا جاتا ہے، تو وہ اعتراض کے طور پر کہتے ہیں کہ ہم ڈاڑھی رکھ کر گناہوں سے نہیں بچ سکتے، اور ایسی ڈاڑھی رکھنے کا کیا فائدہ کہ جس کے بعد انسان گناہ سے نہ بچے؟

جواب:...... یہ اعتراض سراسر غلط ہے، کیونکہ اولاً تو ڈاڑھی منڈانا بھی گناہ کا کام ہے، لہٰذا آج ہی ڈاڑھی رکھ کر اس گناہ سے بھی بچنا چاہئے، اور دوسرے گناہوں سے بھی بچنا چاہئے، دوسرے گناہ کا جو کام ڈاڑھی رکھنے سے پہلے گناہ کا ہوتا ہے، وہ ڈاڑھی رکھنے کے بعد بھی گناہ کا کام رہتا ہے، اور کوئی کام ایسا نہیں کہ وہ ڈاڑھی رکھنے سے پہلے تو گناہ کا نہ ہو، اور ڈاڑھی رکھنے کے بعد گناہ کا کام بن جائے، لہٰذا جس طرح سے ڈاڑھی رکھنے سے پہلے گناہ سے بچنے کی ضرورت ہے، اسی طرح سے ڈاڑھی رکھنے کے بعد بھی ضرورت ہے، یہ نہیں کہ ڈاڑھی

رکھنے سے پہلے دل کھول کر ہر قسم کے گناہ کرنے کی اجازت ہو، اور ڈاڑھی رکھتے ہی ممانعت ہوجائے۔

پھر اگر گناہوں کا اتنا ہی ڈر ہے تو خود ڈاڑھی نہ رکھنا بھی تو گناہ ہے، بلکہ شدید گناہ ہے، تو اس گناہ کا دل میں ڈر کیوں نہیں، تیسرے ڈاڑھی رکھنا دین کا ضروری حکم ہے، تو جس طرح دوسرے دین کے ضروری احکام پر عمل کرنا ضروری ہے، اسی طرح ڈاڑھی رکھنا بھی ضروری عمل ہے، اور اس پر عمل کرنا بہر حال ضروری ہے، خواہ دوسرا حکم پورا کیا جائے یا نہ کیا جائے، چنانچہ اگر کوئی زکاۃ نہیں دیتا، یا حج نہیں کرتا، تو اس کے لئے نماز پڑھنا پھر بھی ضروری رہتا ہے، شریعت میں ایک حکم پورا نہ کرنے سے دوسرا حکم معاف نہیں ہوجایا کرتا، جب آدمی ڈاڑھی رکھ لیتا ہے تو شریعت کا یہ حکم پورا کر لیتا ہے، اب شریعت کے دوسرے احکام بھی پورے کرے، تو بہت اچھی بات ہے، لیکن اگر دوسرے احکام یا دوسرا کوئی حکم پورا نہیں کیا، اور کسی دوسرے گناہ سے نہیں بچا، تو اس نے ڈاڑھی رکھ کر شریعت کا ایک حکم تو پورا کر دیا، اور ایک گناہ سے تو اپنے آپ کو بچالیا، اب قیامت کے دن اس گناہ کے بارے میں اس سے باز پرس نہ ہوگی، غرضیکہ عقل مندی کا تقاضا یہ ہے کہ آدمی سب گناہوں سے بچے، اور اگر سب گناہوں سے نہ بچ سکے، تو جس گناہ سے بھی بچ جائے، اس کو غنیمت سمجھنا چاہئے، جس میں ڈاڑھی منڈانے کا گناہ بھی شامل ہے۔

(۱۴)

کیا ڈاڑھی منڈانا خوبصورتی میں داخل ہے؟

اعتراض:...... بعض لوگ اعتراض کے طور پر کہتے ہیں، کہ ہم ڈاڑھی اس لئے نہیں رکھتے کہ اس سے چہرہ خوبصورت نہیں لگتا، اور ڈاڑھی منڈانے سے (نعوذ باللہ) چہرہ خوبصورت لگتا ہے؟

جواب:...... یہ اعتراض سراسر شریعت اور عقل کے خلاف بلکہ بدفہمی کی دلیل ہے، کیونکہ

ڈاڑھی مرد حضرات کے لئے ایسی ہے، جیسا کہ عورتوں کے لئے سر کے بال، اور اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو سر کے بالوں سے اور مرد حضرات کو ڈاڑھی کے ذریعے زینت اور شرافت و کرامت بخشی ہے، اور جس طرح عورت کا سر منڈانا بدصورتی میں داخل ہے، اسی طرح مرد حضرات کا ڈاڑھی منڈانا بھی بدصورتی میں داخل ہے۔

لیکن غلط رواج اور فیشن نے ان لوگوں کی عقلوں پر پردہ ڈال دیا ہے، جس کی وجہ سے وہ اس طرح کی باتیں کرتے ہیں، لہٰذا ڈاڑھی کو مرد کے حق میں بدصورتی سمجھنا غلط فہمی یا بدفہمی کی وجہ سے ہے، ورنہ واقعہ یہ ہے کہ مرد حضرات کے حق میں ڈاڑھی انتہائی جمال اور خوبصورتی اور زینت کی چیز ہے (ماخوذ از بتغیر و اضافہ اصلاح الرسوم ص ۲۱، باب اول، فصل چہارم) [1]

(۱۵)

کیا شوہر کو ڈاڑھی رکھانا بیوی کی ذمہ داری ہے؟

اعتراض:...... اگر کسی عورت کا شوہر ڈاڑھی نہ رکھتا ہو تو کیا اسے ڈاڑھی رکھانا بیوی کی ذمہ داری ہے؟

---

[1] السؤال. بعض الناس يستدلون بقوله صلى الله عليه وسلم :(إن الله جميل يحب الجمال) على جواز حلق اللحية، ويقولون :إن حالق اللحية أجمل من الذي يعفيها؟

الجواب. الجمال النسوي للنساء ، فإذا كان بهذا الاعتبار فنعم !والرسول صلى الله عليه وسلم قال :(لعن الله المتشبهين من الرجال بالنساء ، والمتشبهات من النساء بالرجال) وأجمل وجه وجه نبينا محمد صلى الله عليه وسلم، وكان ذا لحية كثة، ذقن وعارضان صلوات الله وسلامه وبركاته عليه، وكان أصحابه يصلون وراء ه فيستدلون على قراء ته في الصلاة السرية باضطراب لحيته، أي : بحركتها في القراء ة من الجوانب، فهذا هو جمال الرجال، وأما عدم الشعر فهذا الجمال النسوي للنساء (شرح سنن أبي داود،لعبد المحسن العباد ،حكم حلق اللحية تجملاً لحديث إن الله جميل يحب الجمال)

ومن ذلك ما يفعله جهلة الناس اليوم من حلق اللحية تجدهم يحلقون اللحية ويصرون على ذلك ولا يرونها إلا زينا وجمالا والحقيقة أنه شين وأنها قبح لأن كل شيء ينتج عن المعصية فلا خير فيه بل هو قبح(شرح رياض الصالحين للعثيمين، ج ۲ ص ۱۴ ،باب المبادرة إلى الخيرات وحث من توجه لخير على الإقبال عليه بالجد من غير تردد)

جواب:...... بلاشبہ شوہر کو ڈاڑھی رکھانا بیوی کی ذمہ داری تو نہیں، لیکن اس کی کوشش کرنا اور شوہر کو حکمت کے ساتھ اس کی ترغیب دینا اور اس عمل کی طرف متوجہ کرنا تو بیوی کی ذمہ داری ہے، اگر خواتین اخلاص کے ساتھ اس کی کوشش کریں تو جس طرح شوہروں سے اپنے دوسرے مطالبات منوالیتی ہیں، امید ہے کہ یہ مطالبہ بھی منوالیں گی، اور اگر ان کے شوہر پھر بھی قبول نہ کریں، تو وہ اپنی کوشش کر کے ذمہ داری سے سبکدوش ہو سکتی ہیں، لیکن اگر خدانخواستہ خواتین ہی کو ڈاڑھی پسند نہ ہو تو پھر یہ الزام خود خواتین پر عائد ہوتا ہے۔

اور یہ بات کثرت سے سننے میں آئی ہے کہ بہت سے مرد حضرات عورتوں کی خواہش بلکہ دباؤ کی وجہ سے ڈاڑھی رکھنے سے پرہیز کرتے ہیں۔ [1]

(۱۶)

بیوی یا والدین وغیرہ کے کہنے پر ڈاڑھی منڈانا

اعتراض:...... بعض لوگ کہتے ہیں کہ صاحب کیا کریں، وہ خود تو ڈاڑھی رکھنا چاہتے ہیں، اور اپنی خوشی سے ڈاڑھی نہیں منڈاتے، لیکن ان کو دوسرے لوگ ڈاڑھی نہیں رکھنے دیتے، اور وہ بیوی کے کہنے پر یا والدین کے کہنے پر یا کسی اور فرد کی خواہش اور پسند پر ڈاڑھی منڈاتے ہیں، اس لئے وہ خود اس گناہ سے بری الذمہ ہیں۔

جواب:...... یہ بات اپنی جگہ طے ہو چکی ہے کہ ڈاڑھی منڈانا گناہ ہے، اور اس میں اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی لازم آتی ہے، اور گناہ کے کام میں کسی فردِ بشر کی اطاعت کرنا جائز نہیں۔

---

[1] وإذا ابتلى الإنسان بأحد من أقاربه يحلق لحيته فالواجب عليه أن ينصحه ويبين له الحق أما هجره فهذا حسب المصلحة إذا كان هجره يفيد في ترك المعصية فليهجره وإن كان لا يفيد أو لا يزيد الأمر إلا شدة فلا يهجره لأن الهجر دواء يستعمل حيث ينفع وإذا لم ينفع فإن الأصل تحريم هجر المؤمن لقول النبي صلى الله عليه وسلم :لا يحل للمؤمن أن يهجر أخاه فوق ثلاث، يلتقيان فيعرض هذا ويعرض هذا، وخيرهما الذي يبدأ بالسلام(شرح رياض الصالحين للعثيمين، ج۵ص ۲۳۳، ۲۳۴،باب فضل السواك وخصال الفطرة)

چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا طَاعَةَ لِبَشَرٍ فِيْ مَعْصِيَةِ اللّٰهِ (مسند احمد) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی نافرمانی میں کسی بشر کی اطاعت نہیں ہے (مسند احمد، بخاری، مسلم)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

لَا طَاعَةَ، لِمَنْ عَصَى اللّٰهَ (سنن ابنِ ماجه) [2]

ترجمہ: اس شخص کی اطاعت نہیں ہے، جو اللہ کی نافرمانی کرے (یعنی اللہ کی نافرمانی کرنے کا حکم دے) (ابنِ ماجہ)

حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا طَاعَةَ فِيْ مَعْصِيَةِ اللّٰهِ (مسند احمد، رقم الحديث ١٩٨٢٣) [3]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں ہے (مسند احمد)

لہٰذا بیوی یا والدین یا کسی اور کے کہنے اور چاہنے کی وجہ سے بھی ڈاڑھی منڈانا جائز نہیں۔ [4]

---

[1] رقم الحديث ١٠٦٥، واللفظ لهٗ، بخاری، رقم الحديث ٧٢٥٧، مسلم، رقم الحديث ١٨٤٠ "٣٩"

في حاشية مسند احمد: إسناده صحيح على شرط الشيخين.

[2] رقم الحديث ٢٨٦٥، كتاب الجهاد، باب لا طاعة في معصية الله.

[3] في حاشية مسند احمد: حديث صحيح.

[4] (وعن علي رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا طاعة) اي لأحد كما في رواية الجامع الصغير أي من الإمام وغيره كالوالد والشيخ (في معصية) وفي رواية الجامع: في معصية الله (إنما الطاعة في المعروف) أي ما لا ينكره الشرع (متفق عليه) (مرقاة المفاتيح، ج٦ ص ٢٣٩٣، كتاب الامارة والقضاء)

(۱۷)

کیا ایک مٹھی ڈاڑھی کی مقدار شریعت سے ثابت ہے؟

اعتراض:......بعض لوگ ڈاڑھی کا خط بڑھا کر اور چھوٹی چھوٹی (یعنی خشخشی) یا فرنچ کٹ ڈاڑھی رکھ کر یہ کہتے ہیں کہ ہم نے شریعت کا حکم پورا کر دیا، اور جب انہیں ڈاڑھی بڑی کرنے کا کہا جاتا ہے تو وہ فوراً جواب میں اعتراض کے طور پر کہتے ہیں کہ ایک مٹھی ڈاڑھی کا حکم کون سی قرآن مجید کی آیت یا حدیث سے ثابت ہے، ہمیں دکھاؤ؟

جواب:......ان لوگوں کا یہ اعتراض اولاً تو اس لئے درست نہیں، کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول مبارک سے مختلف الفاظوں کے ساتھ ڈاڑھی کے بڑھانے، لٹکانے، چھوڑے رکھنے اور ڈاڑھی کو معاف رکھنے کے ساتھ ڈاڑھی رکھنے کا حکم فرمایا ہے، اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل مبارک سے بھی اس حکم پر عمل کر کے دکھلایا، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈاڑھی بھی تھی، اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان مبارک کو سن کر اور عمل کو دیکھ کر اس حکم کو ڈاڑھی رکھ کر پورا فرمایا، لہٰذا اگر ایک مٹھی ڈاڑھی کی مقدار کو تسلیم نہ کیا جائے تو اس سے یہ لازم آتا ہے کہ ڈاڑھی کسی بھی مقدار پر کاٹی نہ جائے، بلکہ اس کو ہر حال میں بڑھایا، لٹکایا، چھوڑا اور معاف رکھا جائے، اور ایک مٹھی ہونے کے باوجود بھی نہ کٹوایا جائے۔

لیکن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض روایات اور بعض جلیل القدر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے (جن میں ڈاڑھی رکھنے کے حکم والی احادیث کو روایت کرنے والے صحابۂ کرام بھی شامل ہیں) ایک مٹھی سے زائد مقدار کا کاٹنا ثابت ہو گیا، تو اس کے بعد ڈاڑھی کے کاٹنے کا جائز ہونا ثابت ہو گیا۔

معلوم ہوا کہ ایک مٹھی کی مقدار کے صریح حدیث سے دلیل طلب کرنے اور صحابۂ کرام کے عمل کو تسلیم نہ کرنے والے لوگوں کے لئے چھوٹی چھوٹی ڈاڑھی کا جواز ثابت نہیں ہوتا، بلکہ

اس کے خلاف ثابت ہوتا ہے، یعنی ڈاڑھی کو کسی مرحلہ پر بھی نہ کاٹنا۔ [1]

اور کسی حکم کے قرآن سے ثابت نہ ہونے کے اعتراض کا جواب پہلے گزر چکا ہے۔

اللہ تعالیٰ فہم کی درستگی اور سلامتی عطا فرمائیں، اور شیطانی ونفسانی حیلوں وحملوں اور چالبازیوں اور مکاریوں سے محفوظ فرمائیں، آمین۔

اس بحث کا خلاصہ

ہماری گزشتہ گزارشات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ ڈاڑھی نہ رکھنے اور ڈاڑھی کو منڈانے یا ایک مٹھی سے کم چھوٹی چھوٹی ڈاڑھی رکھنے کے بارے میں معاشرہ اور لوگوں کے ذہنوں میں پائے جانے والے شبہات واعتراضات کی کوئی حقیقت نہیں، اور یہ سب نفسانی وشیطانی چالبازیاں اور مکاریاں ہیں، جن کے ذریعہ سے نفس وشیطان انسان کو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی اور گناہ کے وبال میں مبتلا کر کے دنیا وآخرت کے عذاب کا مستحق بنانا چاہتے ہیں۔

اور عقلمندی کا تقاضا یہ ہے کہ اس قسم کے بے سروپا شکوک وشبہات واعتراضات کی وجہ سے ڈاڑھی کے شرعی حکم کی خلاف ورزی نہ کی جائے، اور جلد از جلد اپنی شکل وصورت کو شریعت کے بتلائے ہوئے طریقہ کے مطابق بنایا جائے۔

کہ نہ معلوم کب موت واقع ہوجائے، اور آخرت میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیشی کے وقت ذلت ورسوائی نہ اٹھانی پڑے۔

اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

---

[1] فحصل خمس روایات أعفوا وأوفوا وأرخوا وأرجوا ووفروا ومعناها کلها ترکها علی حالها هذا هو الظاهر من الحدیث الذی تقتضیه ألفاظه وهو الذی قاله جماعة من أصحابنا وغیرهم من العلماء (شرح النووی علی مسلم، ج۳ص ۱۵۱، کتاب الطهارة، باب خصال الفطرة)

خاتمہ

قارئین کرام! ہم نے آپ کے سامنے تفصیلی طور پر قرآن وسنت، اجماع اور شرعی قیاس (چاروں شرعی اُصولوں) کی روشنی میں ڈاڑھی کی شرعی حیثیت کو واضح کر دیا۔

جس سے اس بات کے سمجھنے میں کوئی دشواری نہیں رہی کہ کم از کم ایک مشت ڈاڑھی رکھنا واجب ہے، اور اس کو منڈا دینا یا کٹا دینا حرام اور کئی گناہوں کا مجموعہ اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اذیت ونفرت کا باعث ہے، اور اس سلسلہ میں پیش کردہ حیلے بہانے نفسانی وشیطانی ہیں، اور ایک مٹھی کی مقدار پوری ہونے کے بعد زائد بالوں کو کٹا دینا بلاشبہ جائز بلکہ بہت سے حضرات کے نزدیک سنت ومستحب ہے۔ کیونکہ یہی ڈاڑھی کی شرعی مقدار ہے، جو نقل کے علاوہ فطرت اور عقل کے اصولوں پر مبنی ہے، لہٰذا مسلمانوں کو عقیدت ومحبت اور شوق وذوق کے ساتھ شرعی ڈاڑھی رکھنے کا اہتمام کرنا چاہیے، تاکہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے حضور یہ کہنے کی سعادت حاصل کر سکیں کہ: ؎

تیرے محبوب کی یارب شباہت لے کے آیا ہوں حقیقت اس کو تو کر دے میں صورت لے کے آیا ہوں

اور اسی کے ساتھ نفسانی وشیطانی حیلوں وبہانوں سے اپنے آپ کو بچانا چاہیے، کیونکہ یہ حیلے، بہانے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور آخرت کے عذاب سے نہیں بچا سکتے۔

مگر افسوس کہ اس دور کے بیشتر مسلمان اس گناہ میں مبتلا ہیں اور اس شعر کا مصداق ہیں کہ: ؎

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

جس کی وجہ سے ڈر لگتا ہے کہ کل قیامت کے دن اس حالت میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا منہ دکھائیں گے؟

اللہ تعالیٰ گناہ سے بچنے اور نیک عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔

محمد رضوان ۔۲۴/محرم الحرام/۱۴۳۴ھ 09/دسمبر/2012ء بروز ہفتہ

ڈاڑھی اور مونچھوں سے متعلق اہم مسائل واحکام

آخر میں ڈاڑھی اور مونچھوں سے متعلق چند اہم مسائل اختصار کے ساتھ ذکر کیے جاتے ہیں۔

ڈاڑھی کے نام کی تحقیق اور چہرہ پر ڈاڑھی کی حدودِ اربعہ

ڈاڑھی کو عربی زبان میں ” لحیة “ اور انگریزی زبان میں Beard کہا جاتا ہے، جس کی جمع عربی زبان میں ”اَللُّحٰی “ اور انگریزی زبان میں Beards آتی ہے۔ [1]

قرآن وسنت میں ڈاڑھی کے بارے میں ”اَللِّحْيَةُ“ اور جمع کے لئے ”اَللُّحٰی “ کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں، یہ احادیث پہلے ذکر کی جاچکی ہیں۔ [2]

اور عربی لغت میں ”لَحْیٌ“ اور ”لِحْیٌ“ (یعنی لام کے زبر اور زیر کے ساتھ) منہ کی اس ہڈی

---

[1] ہماری آج کل کی اردو زبان میں عام طور پر دال کے ساتھ ”داڑھی“ کا لفظ مشہور ہے، لیکن اگر اسے ”ڈاڑھ“ سے ماخوذ قرار دیا جائے، تو صحیح نام ڈال کے ساتھ ”ڈاڑھی“ بنتا ہے، ہم نے اسی کو ترجیح دی ہے۔

[2] اور ”اللُّحٰی“ لام پر پیش اور زیر دونوں کے ساتھ استعمال ہوتا ہے۔

قَالَ يَبْنَؤُمَّ لَا تَأْخُذْ بِلِحْيَتِي وَلَا بِرَأْسِي إِنِّي خَشِيتُ أَنْ تَقُولَ فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَلَمْ تَرْقُبْ قَوْلِي (سورة طٰه، رقم الآية ۹۴)

عن عائشة، قالت :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :عشر من الفطرة :قص الشارب، وإعفاء اللحية (مسلم، رقم الحديث ۲۶۱ ” ۵۶ “باب خصال الفطرة)

عن ابن عمر عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه :أمر بإحفاء الشوارب، وإعفاء اللحية (مسلم، رقم الحديث ۲۵۹ ”۵۳“، باب خصال الفطرة)

عن ابن عمر، عن النبي صلى الله عليه وسلم قال " :خالفوا المشركين :وفروا اللحى، وأحفوا الشوارب " وكان ابن عمر :إذا حج أو اعتمر قبض على لحيته، فما فضل أخذه (بخاری، رقم الحديث ۵۸۹۲، باب تقليم الأظفار)

عن ابن عمر رضي الله عنهما قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :انهكوا الشوارب، وأعفوا اللحى (بخاری، رقم الحديث ۵۸۹۳، باب إعفاء اللحى)

قال ابن السكيت وغيره يقال في جمع اللحية لحى ولحى بكسر اللام وبضمها لغتان الكسر أفصح (شرح النووی علی مسلم، ج۳ص ۱۵۱، كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة)

www.idaraghufran.org

یا جبڑے کو کہا جاتا ہے، جس پر دانت اُگتے ہیں۔ [1]

اور جس ہڈی پر دانت اُگتے ہیں، وہ انسانی چہرے میں دو قسم کی ہڈیاں ہیں، ایک اوپر کی ہڈی، جس کو اوپر کا جبڑا بھی کہا جاتا ہے، اور ایک نیچے کی ہڈی، جس کو نیچے کا جبڑا بھی کہا جاتا ہے۔

نیچے کی ہڈی یا جبڑے کو عربی زبان میں ''الفکُّ الاسفل'' یا ''الفکُّ السفلیٰ'' اور انگریزی زبان میں Mandible کہا جاتا ہے، اور اس کے مقابلے میں اوپر کی ہڈی یا جبڑے کو عربی زبان میں ''الفکُّ الاعلیٰ'' یا ''الفکُّ العلوی'' اور انگریزی زبان میں Maxilla کہا جاتا ہے۔

کئی احادیث میں منہ کے دونوں جبڑوں یا دانت اُگنے والی دونوں ہڈیوں کے لئے ''لحیین'' کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔

چنانچہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

مَنْ یَضْمَنُ لِیْ مَا بَیْنَ لِحْیَیْهِ وَمَا بَیْنَ رِجْلَیْهِ أَضْمَنُ لَهُ الْجَنَّةَ (بخاری) [2]

ترجمہ: جو میرے لئے دونوں جبڑوں کے درمیان کی چیز (یعنی زبان) اور دونوں پیروں کے درمیان کی چیز (یعنی شرم گاہ کی حفاظت) کی ضمانت دے، تو میں اس

---

[1] اللَّحْيَانِ: العَظْمانِ فيهما مَنَابِتُ الأَسْنَانِ (المحيط في اللغة، مادة "لحی"، حرف الحاء)

قَال الليثُ: اللحيانِ العظمان اللذان فيهما الاسنان من كل ذی لَحْيٍ (تهذيب اللغة، مادة "لحی"، باب الحاء واللام)

اللَّحيان: العظمان اللذان فيهما منابت الأسنان من كلّ ذی لَحْيٍ، والجميع: ألْحٍ واللُّحا - مقصور - واللِّحاءُ - ممدود: ما على العصا من قشرها.

والْتَحَيْتُ اللِّحاء، ولَحَيْتُهُ الْتِحاءً ولَحْياً إذا أخذت قشره.

واللُّحَى - مقصور، جمعُ اللِّحية وفي لغة: اللِّحَى. وتلحّيتُ العمامةَ: جعلتُها تحت الحَنَكِ.

ورجلٌ لِحيانيّ: طويلُ اللِّحيةِ. وبنو لحيان: حيٌّ من هُذَيل.

واللِّحاء والمُلاحاةُ: الملامة، كالسِّباب بينهم. واللِّحاء: اللّعنُ والعَذل، واللّواحی: العواذل (كتاب العين لخليل بن احمد، ج٣ ص ٢٩٦، ٢٩٧، مادة "لحی"، باب الحاء واللام)

[2] رقم الحديث ٦٤٧٤، كتاب الرقاق، باب حفظ اللسان.

www.idaraghufran.org

کے لئے جنت کی ضمانت دیتا ہوں (بخاری)

اس طرح کی اور بھی کئی احادیث ہیں۔ [1]

اس طرح کی احادیث میں ''لحیین'' یا ''لحییہ'' کے الفاظ سے منہ میں اوپر نیچے کے دونوں جبڑے یا وہ دونوں ہڈیاں مراد ہیں، جن پر دانت اُگتے ہیں۔ [2]

اور اوپر، نیچے کے ان دونوں جبڑوں یا دانت اُگنے والی دونوں ہڈیوں کو عربی میں ''لحیین'' کے علاوہ ''فکین'' بھی کہا جاتا ہے، جیسا کہ پہلے گزرا۔ [3]

---

[1] عن أبی هريرة قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم" :من وقي شر ما بين لحييه ورجليه دخل الجنة(صحيح ابن حبان،رقم الحديث ۵۷۰۳)

فی حاشية ابنِ حبان:إسناده حسن.

عن عدی بن حاتم قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم" :أيمن امرء وأشأمه ما بين لحييه :قال وهب :يعني لسانه(صحيح ابنِ حبان، رقم الحديث ۵۷۱۷)

فی حاشية ابنِ حبان:إسناده صحيح على شرط الشيخين.

[2] (لحييه) : بفتح اللام منبت الأسنان، أى :من يكفل لى محافظة ما بينهما من اللسان والفم عن تقبيح الكلام وأكل الحرام(مرقاة المفاتيح، ج۷ص ۳۰۲۵، باب حفظ اللسان والغيبة والشتم)

وعند الطبرانى من حديث أبى رافع بسند جيد لكن قال فقميه بدل لحييه وهو بمعناه والفقم بفتح الفاء وسكون القاف قوله لحييه بفتح اللام وسكون المهملة والتثنية هما العظمان فى جانبى الفم(فتح البارى لابنِ حجر، ج ۱۱ ص ۳۰۹، باب حفظ اللسان)

(لحييه) بفتح اللام وسكون الحاء المهملة تثنية لحى وهما العظمان فى جانبى الفم(عمدة القارى، ج۲۳ص ۶۷، باب حفظ اللسان)

ولحييه بفتح اللام وهو منبت اللحية والأسنان ويجوز كسر اللام، وإنما ثنى لأن له أعلى وأسفل(عمدة القارى، ج۲۳ص ۲۸۸ ،باب فضل من ترک الفواحش)

(لحييه) بفتح اللام وسكون الحاء الله والتثنية العظمان فى جانبى الفم النابت عليهما الأسنان علوا وسفلا(ارشاد السارى للقسطلانى، ج۹ص ۲۷۳، باب حفظ اللسان)

[3] (الْفَاءِ مَعَ الْكَافِ) (ف ک ک) : (الْفَكَّانِ) اللَّحْيَانِ (المغرب فى ترتيب المعرب ، ص ۳۶۵، باب الفاء مع الكاف)

والفكان :اللحيان.وقيل :مجتمع اللحيين عند الصدغ من أعلى وأسفل، يكون من الإنسان والدابة (المحكم والمحيط الاعظم، ج۶ص۷۶۷)

(الفک) اللحى ومغرس الأسنان وهما فكان اعلى وأسفل (ج) فكوک(المعجم الوسيط، ج۲،ص۶۹۸،باب الفاء)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اوراسی مناسبت سے اس ہڈی پر اُگنے والے بالوں کو عربی زبان میں ''لحیۃ'' اور اردو زبان میں ''ڈاڑھی'' کہا جاتا ہے۔ [1]

اور بعض اہلِ علم حضرات نے دانت اُگنے والے اوپر اور نیچے کے دونوں جبڑوں یا ہڈیوں پر آنے والے ہر قسم کے بالوں کو شرعاً ڈاڑھی قرار دیا ہے، اور رخسار کے بالوں کو بھی ڈاڑھی میں شمار کیا ہے۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

(ف ک ک) : اَلْفَکُّ بِالْفَتْحِ اللَّحْيُ وَهُمَا فَكَّانِ وَالْجَمْعُ فُكُوکٌ مِثْلُ فَلْسٍ وَفُلُوسٍ(المصباح المنیر فی غریب الشرح الکبیر، ج۲،ص۴۷۹، کتاب الفاء، باب الفاء مع الکاف)

والفَکّ :اللَّحْيُ(الصحاح فی اللغۃ، ج ۴،ص۱۶۰۳ ،باب الکاف،فصل الفاء)

و (الفک)اللَّحي، وهو :عظم الحنک، وهو الذی علیه الأسنان، وهو من الإنسان حیث ینبُت الشعر (اللمحۃ فی شرح الملحۃ ،ج ا ص ۱۸۶ ،باب التثنیۃ)

اعلم أن الاسنان اثنتان وثلاثون سنا :ست عشرۃ فی الفک الاعلی، ومثلها فی الفک الاسفل(شرح شافیہ ابن الحاجب،لنجم الدین محمد بن الحسن الرضی الإسترابادی، ج۳، ص ۲۵۲)

اللحیین، بفتح اللام، وقیل، بکسرها أیضا :تثنیة لحی وهو العظم الذی علیه الأسنان(عمدۃ القاری،ج۱۹ ،ص ۲۵ ،باب قوله تعالی ولقد کرمنا بنی آدم)

[1] واما اللحیة هو بکسر اللام وجمعه لحی او لحی بالفتح و الضم، الشعر النابت علی اللحیتین واللحيْ بالفتح العظم الذی علیه الاسنان وعلی الذقن وهو مجتمع اللحیین مبتدئا من الصدغین (حاشیۃ عمدۃ الرعایۃ علی شرح الوقایۃ، کتاب الطهارۃ، جلد ۱ ، صفحه ۵۹)

قوله :(واعفوا اللحی) واللحیة ما علی اللحیین، وکذلک فی الهندیة دار هی مشتق من داره لکونها نابتة علی الأضراس(فیض الباری شرح البخاری، ج۷ص ۱۴۵ ، کتاب اللباس)

واللحی بِفَتْح اللَّام وَكسرهَا الْعظم الَّذِي تنْبت عَلَيْهِ اللِّحْيَة من الْإِنْسَان وَهُوَ فِي سَائِر الْحَيَوَان وَاعْفُوا اللحى بِكَسْر اللَّام مَقْصُور جمع لحية بِالْكَسْرِ فيهمَا لَا غير(مشارق الأنوار علی صحاح الآثار،ج ۱ ،ص۳۵۶،مادۃ "ل ح ی")

(اللحی) منبت اللحیة من الإنسان وغیره وهما لحیان والعظمان اللذان فیهما الأسنان من کل ذی لحی ولحیا الغدیر جانباه (ج) ألح ولحی ولحاء

(اللحیانی) رجل لحیانی طویل اللحیة أو عظیمها

(اللحیة) شعر الخدین والذقن (ج) لحی ولحی(المعجم الوسیط، ج۲، ص ۸۲۰، باب اللام)

[2] وظاهر کلامهم أن المراد باللحیة الشعر النابت علی الخدین من عذار وعارض والذقن وفی شرح الإرشاد اللحیة الشعر النابت بمجتمع اللحیین والعارض ما بینهما وبین العذار وهو القدر المحاذی للأذن یتصل من الأعلی بالصدغ ومن الأسفل بالعارض(البحر الرائق،ج ۱ ص ۱۶ ،کتاب الطهارۃ، ارکان الطهارۃ)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

لیکن ہمیں دلائل کی رُو سے یہ بات راجح اور مضبوط معلوم نہیں ہوسکی اور غور کرنے سے راجح اور مضبوط یہ معلوم ہوا کہ چہرہ پر جس ڈاڑھی کے رکھنے کا احادیث میں حکم آیا ہے، اس کا اصل مقام نیچے کا جبڑا یا نیچے کی ہڈی یعنی لَحْیِ اسفل یا Mandible ہے۔

کیونکہ احادیث میں ڈاڑھی بڑھانے اور اس کے مقابلے میں مونچھ کے کٹانے کا حکم آیا ہے، اور ان احادیث میں ڈاڑھی اور مونچھ کے الفاظ ایک دوسرے کے مقابلے میں استعمال

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وظاهر كلامهم أن المراد بها الشعر النابت على الخدين من عذار وعارض والذقن.وفي شرح الارشاد :اللحية الشعر النابت بمجتمع الخدين والعارض ما بينهما وبين العذار

وهو القدر المحاذي للاذن، يتصل من الاعلى بالصدغ ومن الاسفل بالعارض بحر (رد المحتار، ج١ ص١٠٠، كتاب الطهارة، اركان الوضوء)

(قوله :والعارض ما بينهما وبين العذار إلخ) قال الرملي أي فيسمى الشعر النابت على الخدين إلى العظم الناتىء بقرب الأذن عارضا والنابت على العظم الناتىء بقرب الأذن عذارا(منحة الخالق على هامش البحر الرائق،ج١ ص١٦، كتاب الطهارة، اركان الطهارة)

اللحية لغة :الشعر النابت على الخدين والذقن، والجمع اللحى واللحى .ورجل ألحى ولحياني : طويل اللحية، واللحي واحد اللحيين وهما :العظمات اللذان فيهما الأسنان من الإنسان والحيوان، وعليهما تنبت اللحية . واللحية في الاصطلاح، قال ابن عابدين :المراد باللحية كما هو ظاهر كلامهم الشعر النابت على الخدين من عذار، وعارض، والذقن .

الألفاظ ذات الصلة:

أ -العذار

العذاران كما في لسان العرب :جانبا اللحية، وكان الفقهاء أكثر تحديدا للعذار من أهل اللغة، فقد فسره ابن حجر الهيتمي من الشافعية، وابن قدامة والبهوتي من الحنابلة بأنه الشعر النابت على العظم الناتىء المحاذي لصماخ الأذن (أي خرقها) يتصل من الأعلى بالصدغ، ومن الأسفل بالعارض، وقال القليوبي :الذي تصرح به عباراتهم أنه إذا جعل خيط مستقيم على أعلى الأذن وأعلى الجبهة فما تحت ذلك الخيط من الملاصق للأذن، المحاذي للعارض هو العذار، وما فوقه هو الصدغ، ويقول ابن عابدين :هو القدر المحاذي للأذن.

ويصرح ابن عابدين بأن العذار جزء من اللحية، وعليه فتنطبق عليه أحكامها.

وقال البهوتي :لا يدخل منتهى العذار (أي أعلاه الذي فوق العظم الناتىء) لأنه شعر متصل بشعر الرأس لم يخرج عن حده، أشبه الصدغ، والصدغ من الرأس (وليس من الوجه) لحديث الربيع أن النبي صلى الله عليه وسلم مسح برأسه وصدغيه مرة واحدة ولم ينقل أحد أنه غسله مع الوجه والصلة بينهما العموم والخصوص المطلق فكل عذار لحية ولا عكس.(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٥، ص ٢٢٢ الى ٢٢٣، مادة: لحية)

ہوئے ہیں، اور مونچھیں دانت اگنے کی اوپر والی ہڈی پر یا اوپر والے جبڑے پر آتی ہیں، جس سے ظاہر ہوا کہ احادیث میں ان دونوں قسم کے بالوں کے بارے میں ایک دوسرے کا مخالف حکم دیا گیا ہے، ایک کے بارے میں بڑھانے کا اور دوسرے کے بارے میں کٹانے کا، لہٰذا ان احادیث میں جس ڈاڑھی کے بڑھانے اور رکھنے کا حکم آیا ہے، اس سے اوپر کے جبڑے پر اُگنے والے بال مراد نہیں ہیں، بلکہ نیچے کے جبڑے پر اگنے والے بال مراد ہیں۔

اور واقعہ بھی یہی ہے کہ ڈاڑھی کے اصل بال اُگنے کا مقام نیچے والا جبڑا یعنی فکِ اسفل یا Mandible ہے، اور مونچھوں کے اصل بال اُگنے کا مقام اوپر والا جبڑا یعنی فک اعلیٰ یا Maxilla ہے۔

اور نیچے والے جبڑے (یعنی Mandible) میں ٹھوڑی بھی داخل ہے، جس کو عربی میں ذقن اور انگریزی زبان میں Chin کہا جاتا ہے۔

مذکورہ تفصیل کے پیشِ نظر اب نیچے والے جبڑے کی حدودِ اربعہ ہی درحقیقت اصل ڈاڑھی کا مقام ہے۔

اور نیچے والے جبڑے کی حد اوپر سَر کی طرف سے آنکھوں کے ساتھ (دائیں بائیں) اُبھری ہوئی ہڈی کے نیچے سے شروع ہو کر کانوں کے ساتھ ساتھ سے ہوتی ہوئی اوپر کے ہونٹ سے نیچے پوری ٹھوڑی کے نیچے تک پہنچی ہوئی ہے۔

جس کی چاروں طرف سے حدود کو پہچاننے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ کھانا کھانے کے دوران منہ کو چلاتے اور کھانے کو چباتے وقت نیچے کا پورا جبڑا حرکت کرتا ہے، اس جبڑے کی حرکت جہاں تک ہو، وہ پورا حصہ نیچے کا جبڑا کہلاتا ہے، اس حصہ پر اُگنے والے بال ڈاڑھی کے بال کہلاتے ہیں، اور اس حصہ سے خارج رہ جانے والے بال اصل ڈاڑھی میں شامل نہیں ہوتے۔

سَر کی طرف آنکھوں اور کانوں کے درمیان اُبھری ہوئی ہڈی کے حصہ کو عربی زبان میں العظم

الوجنی اور انگریزی زبان میں Zygomatic bone کہا جاتا ہے۔

اور آنکھوں کے نیچے ناک کے متصل حصہ کو cheekbone یا Malar bone کہا جاتا ہے، اور ماہرین کے مطابق یہ سب حصے نیچے والے جبڑے (یعنی Mandible) سے خارج اور اوپر والے جبڑے (یعنی Maxilla) کا حصہ ہیں۔

اور اوپر والے جبڑے کی یہ ہڈی اوپر کے ہونٹوں سے شروع ہو کر ناک کے ساتھ ساتھ اور آنکھوں کے اطراف سے گزرتی ہوئی سر کے ساتھ ملی اور جُڑی ہوئی ہے۔ [1]

لہٰذا نیچے والے جبڑے کو چھوڑ کر آنکھوں اور کانوں کے درمیان ابھری ہوئی ہڈی اور اسی طرح آنکھوں کے نیچے اور ناک کے ساتھ دائیں بائیں حصہ پر اگنے والے بال ڈاڑھی میں داخل نہیں، اور ان کو کاٹنا جائز ہے (اس کا مکمل خاکہ اور ڈھانچہ آخری صفحہ پر ملاحظہ فرمائیں)

صحابۂ کرام وتابعینِ عظام سے بھی ان کا کاٹنا ثابت ہے۔

چنانچہ حضرت عثمان بن عبیداللہ رحمہ اللہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ:

رَأَيْتُ أَبَا هُرَيْرَةَ يُحْفِيْ عَارِضَيْهِ يَأْخُذُ مِنْهُمَا (الطبقات الكبرىٰ لابنِ سعد، ج۴ص ۲۴۹، الناشر: دار الكتب العلمية، بيروت)

---

[1] وناتىء الوجنتين شاخصهما والوجنة رخساره وأسيل الخدين بسيطيهما (الفتاوىٰ الهنديه، ج۶، ص ۲۴۹، كتاب الشروط، الفصل الأول فى الحلي والشيات)

(وجن) الوَجْنَةُ ما ارتفع من الخَدَّيْنِ للشِّدْقِ والمَحْجِرِ ابن سيده الوَجْنَةُ والوِجْنَةُ والوُجْنَةُ والوَجَنةُ والأُجْنة والأُجْنَةُ الأَخيرة عن يعقوب حكاه في المبدل ما انحدر من المَحْجِرِ ونتأَ من الوجه وقيل ما نتأَ من لحم الخدين بين الصُّدْغين وكَنَفَي الأَنف وقيل هو فَرَقٌ ما بين الخَدَّيْنِ والمَدْمَعِ من العظم الشاخص في الوجه إِذا وَضَعْتَ عليه يَدَك وجدت حَجْمَه وحكى اللحياني إِنه لَحَسَن الوَجَناتِ كأَنه جعل كل جزء منها وَجْنةً ثم جمع على هذا (لسان العرب، ج۱۳ ص ۴۴۳، مادة "وجن")

العظم الوجنى (بالإنجليزية: Zygomatic bone) هو أحد عظام الجمجمة (واحد فى كل جانب .)يتمفصل العظم الوجنى مع كلٍ من الفك العلوى والعظم الجبهى والعظم الصدغى والعظم الوتدى .يشكل العظم الوجنى جزءاً من الحجاج ويشار له بعظم الخد .يتوضع العظم فى الجزء العلوى الوحشى من الوجه حيث يشكل بروز الخد، والجزء الوحشى وأرضية الحجاج، وأجزاء من الحفرتين الصدغية وتحت الصدغية (http://ar.wikipedia.org/wik)

ترجمہ: میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ اپنے رخساروں (یعنی اوپر کے جبڑے کی طرف) سے بال کاٹ رہے تھے (ابن سعد)

حضرت سماک بن یزید رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ كَانَ عَلِيٌّ يَأْخُذُ مِنْ لِحْيَتِهٖ مِمَّا يَلِيْ وَجْهَهٗ (مصنف ابن ابی شیبۃ) [1]

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے چہرے کی طرف سے ڈاڑھی کے (اضافی) بالوں کو کاٹ دیا کرتے تھے (ابن ابی شیبہ)

حضرت منصور، حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ:

كَانُوْا يُطَيِّبُوْنَ لُحَاهُمْ وَيَأْخُذُوْنَ مِنْ عَوَارِضِهَا (مصنف ابن ابی شیبۃ) [2]

ترجمہ: صحابۂ کرام اور جلیل القدر تابعین اپنی ڈاڑھیوں کو خوشبو لگایا کرتے تھے، اور اپنی ڈاڑھیوں کے اطراف وجوانب کاٹ دیا کرتے تھے (ابن ابی شیبہ)

ان روایات سے اوپر والے جبڑے کے رخساروں کے بالوں کا کاٹنا ثابت ہوتا ہے۔ [3]

---

[1] رقم الحديث ۲۵۹۹۱، كتاب الادب، باب ماقالو في الاخذ من اللحية .

[2] رقم الحديث ۲۶۰۰۱، كتاب الادب، باب ماقالو في الاخذ من اللحية .

[3] عارضيه أى جانبي وجهه تثنية العارض وهو جانب الوجه (حاشية السندى على سنن ابن ماجه، ج ۱، ص ۱۶۲، باب ما جاء في تخليل اللحية)

والعارِضُ الخَدُّ يقال أخذ الشعر من عارِضَيْهِ قال اللحياني عارِضا الوجه وعَرُوضاه جانباه والعارِضانِ شِعاً الفَم وقيل جانبا اللِّحية (لسان العرب ، ج۷، ص ۱۸۰ ، فصل العين المهملة)

والعارض الخد يقال أخذ من عارضيه من الشعر (البحر الرائق، ج ۲ ص ۳۰۲، فصل في عوارض الفطر في رمضان)

العارِضُ " :النَّاحِيَةُ . "يُقَال :إِنَّهُ لَشَدِيدُ العَارِضِ أَىْ شَدِيدُ النَّاحِيَةِ ذُو جَلَدٍ وكَذٰلِكَ العَارِضَة (تاج العروس، ج۱۸، ص ۳۹۰، مادة" عرض "فصل العين مع الضاد)

(العارض) ما اعترض في الأفق فسده من جراد أو نحل والسحاب المطل وفي التنزيل العزيز) قالوا هذا عارض ممطرنا (والجبل وجانب الوجه وصفحة الخد وهما عارضان يقال هو خفيف العارضين شعر العارضين وصفحة العنق والآفة تعرض في الشيء والحائل و المانع يقال عرض له عارض والثنية من الأسنان وهي الثنايا (ج) عوارض ويقال امرأة نقية العوارض

(العارضة) صفحة الخد والثنية من الأسنان والخشبة العليا التي يدور فيها الباب ويقال هو قوي العارضة ذو جلد وصرامة وقدرة على الكلام وذو بديهة ورأى جيد (ج) عوارض والعوارض (المعجم الوسيط ، ج۲، ۵۹۴، باب العين)

اورامت کا تعامل بھی اسی کے مطابق ہے۔ [1]

جبڑے یا ٹھوڑی سے نیچے گلے یا حلق میں جو ابھری ہوئی ہڈی ہے، اس سے نیچے کا حصہ ڈاڑھی سے خارج ہے۔ [2]

---

[1] اوپر جو تفصیل ذکر کی گئی، اس کا خلاصہ یہ ہوا کہ نیچے والے جبڑے کے پورے حصہ پر اُگنے والے بال تو ڈاڑھی میں داخل ہیں، جن کو ایک مٹھی کی مقدار سے پہلے کاٹنا جائز نہیں، اور راوپر والے جبڑے یا اس کی حدود میں اُگنے والے بال ڈاڑھی میں داخل نہیں، لہٰذا ان کو کاٹنا جائز ہے، اگر چہ ضروری نہ ہو، البتہ اوپر والے ہونٹ اور ناک کے درمیان والے مخصوص حصہ میں اُگنے والے بال مونچھوں میں داخل ہیں، ان کو کاٹنے کا حکم ہے، جس کی تفصیل آگے آتی ہے، اور آنکھوں کے اوپر کے بال بھنوؤں میں داخل ہیں، جن کو نوچنے اور اکھاڑنے کی ممانعت ہے۔

فتاویٰ محمودیہ میں ہے کہ:

رخسار کے بال کا مونڈنا، یعنی خط بنوانا شرعاً درست ہے (فتاویٰ محمودیہ ج۱۹ ص۴۲۱، کتاب الحظر والاباحۃ، باب خصال الفطرۃ)

قيل والعارض من اللحية ما نبت على عرض اللحى فوق الذقن وقيل عارضا الإنسان صفحتا خده كذا في الفائق قال ابن الكمال :وقول ابن المعتز : كأن خط عذار شق عارضه . . .عيدان آس على ورد ونسرين ،يدل على صحة الثاني وفساد الأول وكأنه قائله لم يفرق بين العذار والعارض(فيض القدير، تحت رقم الحديث ٦٢٢٦)

عذار اللحية جانباها استعيرا من عذارى الدابة وهما على خديها من اللجام(درر الحكام ،ج ١، ص٨، فرائض الوضوء)

واللحية التي على اللحيين، وأما الذي على العذار والحلقوم فيجوز أخذه لكن في الطب المنع عن نتف ما على العذارين(العرف الشذى، ج٤، ص ١٦٢ ،باب ما جاء في تقليم الأظفار)

قوله :(واعفوا اللحى) واللحية ما على اللحيين، وكذلك في الهندية دار هي مشتق من داره لكونها نابتة على الأضراس .أما الأشعار التي على الخدين فليست من اللحية لغةً، وإن كره الفقهاءُ أخذَها، لأنه إن كان بالحديد، فذلك يوجبُ الخشونة في الخدين، وإن كان بالنتف، فإنَّه يُضعف البصرَ(فيض الباري شرح البخاري، ج٧ص ١٢٥ ، كتاب اللباس)

ولا يكره أخذ ما زاد على القبضة ولا أخذ ما تحت حلقه وأخذ أحمد من حاجبيه وعارضيه ويسن حف الشارب أو قص طرفه وحفه أولى نصا(الاقناع في فقه الامام احمد بن حنبل، ج ١ ص ٢٠ ،فصل ويسن الإمتشاط والأدهان في بدن وشعر غبا يوما ويوما)

[2] جب چہرہ کو بالکل سیدھا رکھا جائے، تو حلق کی یہ ابھری ہوئی ہڈی نیچے والے جبڑے کی آخری حد میں آجاتی ہے، اس سے نیچے کے بال ڈاڑھی سے خارج ہیں، لیکن اگر چہرہ کو آگے سے اوپر کی طرف اٹھایا جائے، یا پیچھے کی طرف کو کیا جائے، تو گلے کی کھال کھنچنے سے گلے کی ابھری ہوئی ہڈی کافی نیچے اور نیچے کے جبڑے سے جدا محسوس ہوتی ہے، حالانکہ اس کا اصل مقام نیچے کے جبڑے کے متصل ہے، جو چہرہ کا رخ اعتدال کی حالت میں رکھنے کی صورت میں معلوم ومحسوس ہوتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ کھانا کھانے کے دوران منہ کو چلاتے اور کھانے کو چباتے وقت اس اُبھری ہوئی ہڈی تک تو نیچے والے جبڑے کی حرکت ہوتی ہے، مگر اس سے نیچے کے حصہ میں اس جبڑے کی اپنی حرکت نہیں ہوتی۔ [1]

عنفقہ یعنی ریش بچہ کا حکم

احادیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ڈاڑھی کے ساتھ عنفقہ یا ریش بچہ (یعنی جو بال نیچے والے ہونٹ کے نیچے ٹھوڑی کے تھوڑے سے حصہ پر ڈاڑھی کے بالوں کے ساتھ اُگتے ہیں) کا رکھنا ثابت ہے۔

چنانچہ حضرت ابوجحیفہ وہب بن عبداللہ سوائی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ:

رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلّٰى بِالْأَبْطَحِ الْعَصْرَ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ قَدَّمَ بَيْنَ يَدَيْهِ عَنَزَةً بَيْنَهٗ وَبَيْنَ مَارَّةِ الطَّرِيْقِ وَرَأَيْتُ

---

[1] گلے کی طرف نیچے کے جبڑے کے درمیان یا ٹھوڑی کے نیچے گلے کی اُبھری ہوئی ہڈی تک والا کھال کا وہ حصہ جس پر ہڈی نہیں ہے، وہ نیچے والے جبڑے یا ٹھوڑی کے تابع ہے، کیونکہ سر کے سیدھا اور اعتدال کی حالت میں ہونے کے وقت اُبھری ہوئی ہڈی سے اوپر تک کی کھال نیچے کے جبڑے کی حدود میں ہوتی ہے، لہٰذا اس پورے حصہ پر اُگنے والے بال ڈاڑھی میں داخل ہیں۔

البتہ بعض حضرات نے حلق کے بال کاٹنے سے منع فرمایا ہے، مگر ہمارے نزدیک جواز راجح ہے، کیونکہ جو مقام ڈاڑھی کی شرعی حد سے خارج ہو، اس کی اباحت اپنی جگہ برقرار ہے، اس کے عدمِ جواز کی کوئی معقول دلیل نہیں، امام ابو یوسف اور حنابلہ کا قول بھی یہی ہے۔

واللحية التي على اللحيين، وأما الذي على العذار و الحلقوم فيجوز اخذه لكن في الطب المنع عن نتف ما على العذارين(العرف الشذي، ج۴، ص ۱۶۲ ،باب ما جاء في تقليم الأظفار)

ولا يحلق شعر حلقه وعن أبي يوسف -رحمه الله تعالى -لا بأس بذلك ولا باس بأخذ الحاجبين وشعر وجهه ما لم يتشبه بالمخنث كذا في الينابيع(الفتاوىٰ الهندية، ج۵ص ۳۵۸، كتاب الكراهية، الباب التاسع)

ويحرم حلقها ولا يكره أخذ ما زاد على القبضة ولا أخذ ما تحت حلقه وأخذ أحمد من حاجبيه وعارضيه ويسن حف الشارب أو قص طرفه وحفه أولى نصا(الاقناع في فقه الامام احمد بن حنبل، ج۱ص ۲۰ ،فصل ويسن الإمتشاط والأدهان في بدن وشعر غبا يوما ويوما)

الشَّيْبَ بِعَنْفَقَتِهِ أَسْفَلَ مِنْ شَفَتِهِ السُّفْلَى (مسند احمد، رقم الحديث ۱۸۷۵۲)[1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی، آپ نے ابطح مقام پر عصر کی نماز دو رکعت (قصر) ادا فرمائیں، اور آپ نے اپنے سامنے نیزہ رکھ لیا، جو آپ کے اور سامنے سے گزرنے والوں کے درمیان (بطور سترہ اور آڑ کے) تھا، اور میں نے آپ کے نیچے کے ہونٹ مبارک کے نیچے عنفقہ (یعنی ریش بچہ) میں سفیدی دیکھی (یعنی آپ کے اس حصہ کے کچھ بال سفید تھے) (مسند احمد)

اور حضرت حریز رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ:

قُلْتُ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ بُسْرٍ وَنَحْنُ غِلْمَانٌ لَا نَعْقِلُ الْعِلْمَ: أَشَيْخًا كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ؟ قَالَ: كَانَ بِعَنْفَقَتِهِ شَعَرَاتٌ بِيْضٌ

(مسند أحمد رقم الحديث ۱۷۶۸۲)[2]

ترجمہ: میں نے حضرت عبداللہ بن بسر سے عرض کیا جبکہ ہم بچے تھے، اور ہمیں علم نہیں تھا، کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بزرگ صورت تھے (یعنی آپ پر بالوں کی سفیدی کی صورت میں بڑھاپے کے آثار تھے) تو حضرت عبداللہ بن بسر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عنفقہ (یعنی ریش بچہ) میں کچھ سفید بال تھے (مسند احمد)

اس قسم کی احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ڈاڑھی مبارک کے ساتھ ریش بچہ کے بال بھی تھے، اور آپ انہیں کاٹتے نہیں تھے۔

---

[1] فی حاشية مسند احمد: حديث صحيح، يونس :وهو ابن أبي إسحاق -وإن كان في حديثه عن أبيه ضعف -قد توبع، وبقية رجاله ثقات رجال الشيخين غير إسماعيل بن عمر -وهو الواسطي- فمن رجال مسلم، وهو ثقة.

[2] في حاشية مسند احمد: إسناده صحيح على شرط الشيخين.

www.idaraghufran.org

عنفقہ یا ریش بچہ کیونکہ نیچے والے جبڑے کی حد میں واقع ہے، اس لئے وہ ڈاڑھی کا حصہ ہے، اور اسی لئے اس کو کاٹنا فقہائے کرام نے ممنوع وبدعت قرار دیا ہے، اور اس ریش بچہ کے ساتھ دائیں بائیں (یعنی نیچے والے ہونٹ کی سرخی کے نیچے والے) حصہ پر اُگنے والے بالوں کا کاٹنا بھی منع ہے، کیونکہ یہ بھی نیچے والے جبڑے میں داخل ہو کر ڈاڑھی کا حصہ ہیں۔ [1]

ڈاڑھی کے بالوں کی لمبائی میں شرعی مقدار

کئی صحیح اور صریح احادیث میں مرد حضرات کو ڈاڑھی بڑھانے، لٹکانے اور چھوڑنے کا حکم آیا ہے۔ [2]

---

[1] اور ہماری طرف سے پہلے ایک اردو کتاب سے دیکھ کر ان کے کاٹنے کو جائز لکھا گیا تھا، اب دلائل سے ان کے کاٹنے کا ناجائز اور ڈاڑھی کا حصہ ہونا ثابت ہوا، اس لئے اس پہلے موقف سے بندہ رجوع کرتا ہے۔ محمد رضوان۔

فإنّ قطعَ الأشعار التی علی وسط الشّفة السُّفلی، ای العَنفقة، بدعة، ویقال لها :ریش بجه(فیض الباری شرح البخاری، ج۷ص ۱۴۶ ، کتاب اللباس، باب الخضاب)

ما بین الشفة السفلی والذقن قال ابن منظور :سمیت بذلک لخفة شعرها، والعنفق :قلة الشیء وخفته .وقیل :العنفقة ما نبت علی الشفة السفلی من الشعر . ویجاوز العنفقة یمینا وشمالا الفنیکان، وهما :الموضعان الخفیفا الشعر بین العنفقة والعارضین وقیل :هما جانبا العنفقة(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۵، ص ۲۲۳ ،ماده لحیة، العنفقة)

وأما شعر العنفقة فیحرم إزالته کحرمة إزالة شعر اللحیة(الفواکه الدوانی علی رسالة ابی زید القیروانی، ج۲ ص۳۰۷، باب فی الفطرة والختان وحلق الشعر واللباس وستر العورة)

ویحرم إزالة شعر العنفقة کما یحرم إزالة شعر اللحیة(حاشیة العدوی علی کفایة الطالب الربانی، ج۲ ص۴۴۲، باب فی بیان الفطرة)

ونتف الفنیکین بدعة وهما جانبا العنفقة وهی شعر الشفة السفلی کذا فی الغرائب(الفتاویٰ الهندیة، ج۵ص۳۵۸، کتاب الکراهیة، الباب التاسع)

وفی الفتاوی الهندیة عن الغرائب نتف الفنیکین بدعة وهما جانبا العنفقة اهـ قال فی الصحاح والقاموس الفنیک بالفاء والنون کامیر والمثنی فنیکان وهما مجمع اللحیین أوطرفاهما عند العنفقة (حاشیة الطحاوی علی المراقی، ص۵۲۶، باب الجمعة)

ف ن ک الفَنَک الذی یُتّخذ منه الفَرْو .والفَنِیک طَرَف اللَّحْیَیْن عندَ العَنْفَقَة .وفی الحدیث (إذا تَوَضّأت فلاتَنْسَ الفَنِیکَیْن) یعنی جَانِبَی العَنْفَقَة عن یَمِینٍ وشِمالٍ وهما المَفْقَلَةُ(مختار الصحاح، ج۱ ،ص ۲۴۳ ،مادة "ف ن ک")

[2] إعفاء اللحیة :إعفاء اللحیة مطلوب شرعا اتفاقا، للأحادیث الواردة بذلک، منها حدیث ابن عمر رضی الله تعالی عنهما عن النبی صلی الله علیه وسلم : ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

جن کے پیشِ نظر بعض اہلِ علم حضرات نے کسی بھی مقدار پر ڈاڑھی کاٹنے کو پسند نہیں کیا، لیکن اس سلسلہ میں راجح یہ ہے کہ ایک مٹھی کے بقدر ڈاڑھی ہوجانے کے بعد زائد مقدار کے بالوں کو کاٹنا صحابۂ کرام اور تابعینِ عظام سے ثابت ہونے کی وجہ سے نہ صرف یہ کہ جائز ہے، بلکہ بہتر اور بعض کے نزدیک سنت ہے، اور زائد بالوں کو اپنے حال پر چھوڑے رکھ کر ڈاڑھی کا غیر معمولی لمبا کرلینا پسندیدہ نہیں۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

خالفوا المشركين وفروا اللحى وأحفوا الشوارب ، ومثله حديث أبي هريرة رضي الله تعالى عنه بلفظ :جزوا الشوارب، وأرخوا اللحى، خالفوا المجوس ، ومنها حديث عائشة رضي الله عنها عنه صلى الله عليه وسلم :عشر من الفطرة ، فعد منها "إعفاء اللحية ."

قال ابن حجر :المراد بقوله صلى الله عليه وسلم :خالفوا المشركين مخالفة المجوس فإنهم كانوا يقصون لحاهم، ومنهم من كان يحلقها، وقال :ذهب الأكثرون إلى أن "أعفوا "بمعنى كثروا، أو وفروا، ونقل عن ابن دقيق العيد :تفسير الإعفاء بالتكثير من إقامة السبب مقام المسبب لأن حقيقة الإعفاء الترك، وترك التعرض للحية يستلزم تكثيرها.

وقال ابن عابدين من الحنفية :إعفاء اللحية تركها حتى تكث وتكثر(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۵،ص ۲۲۲،مادة" لحية")

[1] الأخذ من اللحية:

ذهب بعض الفقهاء ، منهم النووي إلى أن لا يتعرض للحية، فلا يؤخذ من طولها أو عرضها لظاهر الخبر في الأمر بتوفيرها، قال :المختار تركها على حالها، وأن لا يتعرض لها بتقصير ولا غيره.

وذهب آخرون منهم الحنفية والحنابلة إلى أنه إذا زاد طول اللحية عن القبضة يجوز أخذ الزائد، لما ثبت أن ابن عمر رضي الله عنهما كان إذا حلق رأسه في حج أو عمرة أخذ من لحيته وشاربه ، وفي رواية "كان إذا حج أو اعتمر قبض على لحيته، فما فضل أخذه ."قال ابن حجر :الذي يظهر أن ابن عمر كان لا يخص هذا بالنسك بل كان يحمل الأمر بالإعفاء على غير الحالة التي تتشوه فيها الصورة بإفراط طول شعر اللحية أو عرضه .

قال الحنفية :إن أخذ ما زاد عن القبضة سنة، جاء في الفتاوى الهندية :القص سنة فيها، وهو أن يقبض الرجل على لحيته، فإن زاد منها عن قبضته شيء قطعه، كذا ذكره محمد رحمه الله عن أبي حنيفة، قال :وبه نأخذ .

وفي قول للحنفية :يجب قطع ما زاد عن القبضة ومقتضاه كما نقله الحصكفي ، الإثم بتركه.

وقال الحنابلة :لا يكره أخذ ما زاد عن القبضة منها، ونص عليه أحمد، ونقلوا عنه أنه أخذ من عارضيه . وذهب آخرون من الفقهاء إلى أنه لا يأخذ من اللحية شيئا إلا إذا تشوهت بإفراط طولها أو عرضها، نقله الطبري عن الحسن وعطاء ، واختاره ابن حجر وحمل عليه فعل ابن عمر، وقال :إن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

پس اکثر فقہائے کرام کے نزدیک کم از کم ایک مٹھی کے برابر ڈاڑھی بڑھانا واجب ہے، اور ایک مٹھی سے کم کرا دینا (مثلاً خشخشی یا فرنچ کٹ ڈاڑھی رکھنا) گناہ ہے۔

اور ایک مٹھی کی مقدار سے مراد ہاتھ کی چار انگلیوں کو ملا کر ان کی چوڑائی کی مقدار ہے، یعنی اس میں انگوٹھا شامل نہیں۔ [1]

اور ایک مٹھی یا چار انگل کی اس مقدار کا اعتبار بالوں کی جڑ سے ہوگا، پس جو بال چہرہ کی جلد پر جہاں سے اُگ رہے ہوں گے، ان کو وہاں سے ہی ناپا جائے گا، ٹھوڑی کی طرف سے ٹھوڑی کے بالوں کو، اور دائیں بائیں طرف سے ادھر کے بالوں کو، تاکہ دائیں بائیں اور نیچے، ہر طرف سے بال اپنی اپنی اُگنے والی جگہ یا جڑ سے ایک ایک مٹھی (یا چار انگل) کے برابر ہو کر ڈاڑھی ہر طرف سے یکساں اور گول ہو جائے۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الرجل لو ترک لحيته لا يتعرض لها حتى أفحش طولها أو عرضها لعرض نفسه لمن يسخر به، وقال عياض :الأخذ من طول اللحية وعرضها إذا عظمت حسن، بل تكره الشهرة في تعظيمها كما تكره في تقصيرها ، ومن الحجة لهذا القول ما ورد أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يأخذ من لحيته من طولها وعرضها ، أما الأخذ من اللحية وهي دون القبضة لغير تشوه ففي حاشية ابن عابدين :لم يبحه احد(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۵،ص ۲۲۵ ،مادة "لحية")

[1] أن القبضة أربع أصابع(ردالمحتار، ج ۱ ص۱۹۷ ،كتاب الطهارة، باب المياه)

القبضة في اللغة :ما أخذت بجمع كفك كله، فإذا كان بأصابعك فهي القبصة، بالصاد المهملة والقبضة اربع أصابع. وفي اصطلاح الفقهاء :القبضة أربع أصابع من أصابع يد الإنسان المعتدلة، وهي من أجزاء الذراع، ومن أضعاف الإصبع، قال ابن عابدين نقلا عن نوح أفندي :والمراد بالقبضة اربع أصابع مضمومة، قال ابن عابدين :وهو -أي الذراع -قريب من ذراع اليد لأنه ست قبضات وشيء ، وذلك شبران (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۸ص ۳۲۱، القبضة،مادة" مقادير")

والقبضة اربع أصابع(المغرب،ص۷۸، باب الجيم مع الراء)

والقبضة اربع أصابع(المصباح المنير في غريب الشرح الكبير، ج ۱ ص ۹۴، باب الجيم مع الراء)

فإذا ضم أصابعه وجعل إبهامه على السبابة وأدخل رؤوس الأصابع في جوف الكف كما يعقد حسابه على ثلاثة وأربعين، فهي القبضة فإذا ضم أطراف الأصابع فهي القبصة(فقه اللغة،ص ۱۳۴، الباب التاسع عشر)

[2] وكذا يأخذ من عرضها ما طال وخرج عن السمت التقرب من التدوير من جميع الجوانب(حاشية الطحطاوي على المراقي،ص ۵۲۶، باب الجمعة)

ڈاڑھی منڈانے کی حرمت

جمہور فقہائے کرام کے نزدیک ڈاڑھی منڈانا حرام اور کئی گناہوں کا مجموعہ ہے۔ [1]

ڈاڑھی کو اکھاڑنا یا بال صفا کریم، پاؤڈر وغیرہ سے صاف کرنا

جس طرح ڈاڑھی مونڈنا یا کاٹنا گناہ ہے، اسی طرح جب شروع میں ڈاڑھی آرہی ہو یا اس کے بعد کسی وقت پر اپنے آپ کو کم عمر یا خوبصورت ظاہر کرنے کے لئے ڈاڑھی کے بالوں کو اکھیڑنا یا کسی کریم، پاؤڈر وغیرہ سے بال دور کرنا بھی جائز نہیں، کیونکہ جس طرح ڈاڑھی کاٹنے

---

[1] اور شافعیہ کا ایک قول کراہت کا ہے، جس کو بعض حضرات نے اصح قرار دیا ہے، اور یہ بھی کہ کراہت سے ان کے نزدیک تنزیہی مراد ہوا کرتا ہے، مگر اس سلسلہ میں جمہور کا قول دلائل کے لحاظ سے راجح ہے، اور اس کی تفصیل پیچھے گزر چکی ہے۔

ذهب جمهور الفقهاء :الحنفية والمالكية والحنابلة، وهو قول عند الشافعية، إلى أنه يحرم حلق اللحية لأنه مناقض للأمر النبوي بإعفائها وتوفيرها، وتقدم قول ابن عابدين في الأخذ منها وهي دون القبضة :لم يبحه أحد، فالحلق أشد من ذلك.

وفي حاشية الدسوقي المالكي :يحرم على الرجل حلق لحيته، ويؤدب فاعل ذلك، وقال أبو شامة من الشافعية :قد حدث قوم يحلقون لحاهم، وهو أشد مما نقل عن المجوس أنهم كانوا يقصونها.

ثم قد جاء في الفتاوى الهندية :ولا يحلق شعر حلقه، ونص الحنابلة كما في شرح المنتهى على أنه لا يكره أخذ الرجل ما تحت حلقه من الشعر أي لأنه ليس من اللحية

والأصح عند الشافعية :أن حلق اللحية مكروه (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۵، ص۲۲۵، مادة لحية، حلق اللحية)

حلق اللحية لا شك أنه من المعاصي؛ لأن النبي صلى الله عليه وسلم أمر بإعفاء اللحى وأمر بتوفيرها، ونهى عن تشبه الرجال بالنساء، وكل ذلك موجود في حلق اللحى، والنبي صلى الله عليه وسلم كان كث اللحية، وكان لا يأخذ من لحيته، وكذلك أصحابه الكرام رضي الله عنهم وأرضاهم كانوا يعفون لحاهم، وقد اجتمع في إعفاء اللحى أوجه ثبوت السنة الثلاثة التي هي: القول والفعل والتقرير، فإن النبي صلى الله عليه وسلم أمر الناس بإعفاء اللحى وهذا قول، وكان معفياً للحيته وهذا فعل، وكان يرى أصحابه وهم ذوو لحى موفرة ويقرهم على ذلك، وهذه أوجه ثبوت السنة عن النبي صلى الله عليه وسلم :القول والفعل والتقرير، وكلها مجتمعة في مسألة اللحية وإعفائها، فلا يجوز حلقها، وحلقها لا شك أن فيه إثماً، وهو معصية لله عز وجل (شرح سنن أبي داود، لعبد المحسن العباد، حكم حلق اللحية وشرب الدخان)

میں ڈاڑھی بڑھانے کے شریعت کے حکم کی مخالفت پائی جاتی ہے، اسی طرح اکھیڑنے اور کسی چیز سے بال اڑا کر دور کرنے میں بھی پائی جاتی ہے۔ [1]

ڈاڑھی چڑھانا یا چپکانا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈاڑھی بڑھانے اور لٹکانے کا حکم فرمایا ہے، اس لیے مرد حضرات کو ڈاڑھی چڑھانا یعنی اوپر کی طرف چپکا کر چھوٹی یا ایک مٹھی سے کم ظاہر کرنا بھی گناہ ہے، کیونکہ اس میں بھی ڈاڑھی لٹکانے کے حکم کی خلاف ورزی اور چھوٹی ڈاڑھی والوں کے ساتھ مشابہت پائی جاتی ہے۔

اور بعض احادیث میں ڈاڑھی میں گرہ لگانے کی ممانعت بھی آئی ہے۔

چنانچہ حضرت رویفع بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

إِنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَا رُوَيْفِعُ لَعَلَّ الْحَيَاةَ سَتَطُوْلُ بِكَ بَعْدِيْ فَأَخْبِرِ النَّاسَ أَنَّهُ مَنْ عَقَدَ لِحْيَتَهُ أَوْ تَقَلَّدَ وَتَرًا أَوْ اِسْتَنْجٰى بِرَجِيْعِ دَابَّةٍ أَوْ عَظْمٍ فَإِنَّ مُحَمَّدًا بَرِيْءٌ مِنْهُ (سنن النسائی) [2]

---

[1] وقد ذكر العلماء فى اللحية اثنى عشر خصلة مكروهة، بعضها أشد قبحاً من بعض... (الى قوله)..... الرابعة: نتفها أول طلوعها، إيثاراً للمروءة وحسن الصورة (شرح ابى داود للعينى، ج ١، ص ١٦٣، باب: السواک من الفطرة)

[2] رقم الحديث ٥٠٦٧، كتاب الزينة، باب عقد اللحية، واللفظ له، ابوداؤد، رقم الحديث ٣٦، كتاب الطهارة، باب ما ينهى عنه أن يستنجى به.

قال الالبانى:

(قلت: حديث صحيح، وقال النووى: إسناده جيد).

إسناده: ثنا يزيد بن خالد بن عبد الله بن موهَب الهمدانى: ثنا المفَضلُ -يعنى: ابن فَضَالة المصرى- عن عياش بن عباس القِتْبَانى أن شِيَيْم بن بَيْتان أخبره عن شيبان القتبانى.

وهذا سند رجاله كلهم ثقات؛ غير شيبان القتبانى؛ فهو مجهول، كما فى "التقريب."

لكن قد سمع الحديث شييم بن بيتان من رويفع بن ثابت مباشرة أيضا، كمايأتى؛ كما أن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (مجھے) فرمایا کہ اے رویفع میرے بعد قریب ہے کہ تمہاری زندگی لمبی ہو؛ تو تم لوگوں کو بتلا دینا کہ جس شخص نے اپنی ڈاڑھی میں گرہ لگائی (یا اسے اوپر چڑھایا) یا تانت کا قلادہ ڈالا یا جانور کے گوبر یا ہڈی سے استنجا کیا تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس سے بری ہیں (نسائی)

گرہ لگانے سے مراد اس کو کسی بھی طرح سے اوپر چڑھانا ہے، خواہ گرہ لگا کر چڑھائے، یا کوئی چیز چپکا کر، یا بالوں کو پیچ دار بنا کر (جیسا کہ آج کل سکھوں میں رواج پایا جاتا ہے)

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ڈاڑھی کو بڑھانے اور لٹکانے کا حکم دیا ہے، اور ڈاڑھی میں گرہ باندھنے اور اس کو اوپر چڑھانے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مذکورہ حکم کی مخالفت لازم آتی ہے، اور اس میں ڈاڑھی کو چھپانا اور غیر قوموں وغیر مسلموں کے ساتھ مشابہت پائی جاتی ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

له فيه إسناداً آخر. والحديث أخرجه البيهقي(۱/۱۱۰)من طريق المؤلف بهذا الإسناد، وكذلك أخرجه أحمد(۴/۱۰۹)قال :ثنا يحيى بن غيلان قال :ثنا المفضل ... به.وتابعه ابن لهيعة فقال :ثنا عياش بن عباس عن شييم بن بيتان قال :ثنا رويفع بن ثابت قال: كان أحدنا في زمان رسول الله صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ...الحديث.أخرجه احمد (۴/۱۰۸)وابن لهيعة ثقة يخشى من سوء حفظه .لكن تابعه على روايته هكذا حيوة بن شريح؛ وهو ثقة حجة من رجال الشيخين :أخرجه النسائي (۲/۲۷۷)أخبرنا محمد بن سلمة قال :ثنا ابن وهب عن حيوة بن شريح -وذكر آخر قبله -عن عياش.فهذا إسناد صحيح متصل بسماع شِييم من رويفع، وليس عند النسائي إلا المرفوع من قوله عليه الصلاة والسلام ":يا رويفع! لعل الحياة " ...إلخ.والحديث سكت عليه الحافظ في "التلخيص(۱/۴۹۹-۵۰۰)وقال النووي (۲/۱۱۶) "رواه أبو داود والنسائي بإسناد جيد ."وقد رواه الطحاوي في "شرح المعاني(۱/۱۷۴) "من طريق أصبغ بن الفرج قال: ثنا ابن وهب ...به.وسكت عليه المنذري أيضا (صحيح ابي داوٗد الام، تحت رقم الحديث ۲۷، باب ما يُنهى عنه أن يُستنجى به)

[1] وفيه إظهار للمعجزة بإخبار عن الغيب من تغيير يحصل في الدين بعد القرن الأول، وإن هذه الأمور المذكورة مهتم بشأنها (أن من عقد لحيته) : قال الأكثرون :هو معالجتها حتى تنعقد وتتجعد، وهذا مخالف للسنة التي هي تسريح اللحية، وقيل :كانوا يعقدونها في الحرب زمن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ڈاڑھی منڈانے والے کی گواہی کا حکم

جو شخص بلا عذر ڈاڑھی منڈائے، خاص کر جبکہ اس کی عادت بنالے، تو بہت سے اہلِ علم حضرات کے نزدیک عام حالات میں اس کی گواہی بھی معتبر نہیں، کیونکہ بلا عذر ڈاڑھی

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

الجاهلية، فأمرهم عليه الصلاة والسلام بإرسالها لما في عقدها من التأنيث أي التشبه بالنساء وقيل: كان ذلك من دأب العجم أيضا فنهوا عنه لأنه تغيير خلق الله، وقيل :كان من عادة العرب أن من له زوجة واحدة عقد في لحيته عقدة صغيرة، ومن كان له زوجتان عقد عقدتين، كذا ذكره الأبهري (أو تقلد وترا) : بفتحتين أي :خيطا فيه تعويذ أو خرزات لدفع العين أو الحفظ عن الآفات كانوا يعلقون على رقاب الولد والفرس، وقيل :إنهم كانوا يعلقون عليها الأجراس، والمعنى أو تقلد الفرس وتر القوس، قيل النهي عن العقد والتقليد لما فيهما من التشبه بأهل الجاهلية لأن ذلك من صنيعهم، وقيل :كان عادة أهل الجاهلية أنهم يجعلون في رقاب دوابهم الوتر ويزعمون دفع العين. قال أبو عبيدة :الأشبه أنه نهى عن تقليد الخيل أوتار القسي لئلا يصيبها العين مخافة اختناقها به لا سيما عند شدة الركض وروى أنه عليه الصلاة والسلام أمر بقطع الأوتار من أعناق الخيل تنبيها على أنها لا ترد شيئا من قدر الله تعالى .قال الطيبي :يعني وأما الاختناق به فهو سبب عادي فيحترز عنه (أو استنجى برجيع دابة) : أي :روثها (أو عظم) : مطلقا (فإن محمدا منه بريء) وهذا من باب الوعيد والمبالغة في الزجر الشديد قال ابن حجر :عدل إليه عن "فأنا "أو "فإني "اهتماما بشأن تلك الأمور، وتأكيدا أو مبالغة في النهي عنها اهـ .(مرقاة المفاتيح،ج ا ص ۳۸۲، كتاب الطهارة، باب آداب الخلاء)

اصلاح الرسوم میں ہے کہ:

> منجملہ ان رسوم کے ڈاڑھی چڑھانا ہے، یہ بھی حرام ہے، بخاری و مسلم کی حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "اعفوا اللحیٰ" وارد ہے، چونکہ امر حقیقۃً وجوب کے لئے آتا ہے، پس نیچے کو چھوڑنا ڈاڑھی کا واجب ہوا، اور اس واجب کا ترک کرنا حرام ہوا، ظاہر ہے کہ ڈاڑھی چڑھانے میں اس واجب کا ترک لازم آتا ہے، اس لئے وہ بھی حرام ہوا (پھر حضرت رویفع کی مندرجہ بالا حدیث ذکر کرنے کے بعد ہے کہ) گرہ لگانے میں ڈاڑھی اپنی اصلی ہیئت سے بدلتی ہے، اور اس میں بل پڑتا ہے، جہاں یہ امر پایا جائے گا وعید مطلق ہوگی، ڈاڑھی چڑھانے میں ہیئت کا بدلنا اور اس میں بل پڑنا ظاہر ہے، عقلاً بھی غور کیا جائے تو وہ ہیئت تکبر کی ہے، تکبر اور اس کی ہیئتوں کا حرام ہونا قرآن وحدیث میں منصوص ہے، بہر حال عقلاً و نقلاً یہ عادت مذموم ہے، اس سے توبہ کرنا واجب ہے (اصلاح الرسوم ص ۲۵، باب اول، فصل ششم)

ومما يكره في اللحية عقدها ففي سنن أبي داود وغيره عن رويفع رضي الله عنه بإسناد جيد قال قال

﴿ بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں ﴾

www.idaraghufran.org

منڈانے کا عمل باعثِ فسق ہے (کذافی امداد المفتین ص۹۰۰، واحسن الفتاویٰ ج ۷ ص ۲۰۴) ۱ؔ

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

لی رسول الله صلی الله علیه وسلم یا رویفع لعل الحیاة ستطول بک فاخبر الناس أنه من عقد لحیته أو تقلد وترا أو استنجی برجیع دابة أو عظم فإن محمدا منه برء قال الخطابی فی عقدها تفسیران أحدها أنهم کانوا یعقدون لحاهم فی الحرب وذلک من زی العجم :والثانی معالجة الشعر لیتعقد ویتجعد وذلک من فعل أهل التأنیث والتوضیع (المجموع شرح المهذب، ج ۱ ص ۲۹۲، باب السواک)

۱ؔ فقہائے کرام کے نزدیک شہادت کے اعتبار سے عدالت سے مراد کبائر سے اجتناب اور صغائر پر عدمِ اصرار، اور مروءۃ کا ہونا ہے، اور مروءت سے مراد ایسی خصلتوں سے بچنا ہے جو عرف میں سنجیدگی، وقار، حیاء وغیرت اور شرافت کے خلاف اور رذیل اور اور کمینی وچھچھورپن کی علامت سمجھی جاتی ہوں۔

جن حضرات کے نزدیک ڈاڑھی رکھنا واجب اور اس کی خلاف ورزی تغییر خلق الله، اور تشبه بالنساء والمخنثین وغیرہ کی وجہ سے گناہ ہے، ان کے نزدیک تو ڈاڑھی منڈانا کبیرہ گناہ میں داخل ہے، اور جن حضرات کے نزدیک کبیرہ گناہ میں داخل نہیں، ان کے نزدیک اس پر اصرار کی وجہ سے کبیرہ میں داخل ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

البتہ علامہ شامی رحمہ اللہ نے تنقیح میں ڈاڑھی منڈانے میں عرف کے مختلف ہونے کے اعتبار سے خلافِ مروءت ہونے نہ ہونے پر کلام کرتے ہوئے اس پر اصرار کو باعثِ فسق قرار دیا ہے۔

وحالق اللحیة ــ مثلاً ــ لیس بعدل إذا استمر علی ذلک (الشرح الممتع علی زاد المستقنع، ج ۱۱ ص ۱۰۷، کتاب الوقف، باب الهبة والعطیة)

المروءة فی اللغة :آداب نفسانیة تحمل مراعاتها الإنسان علی الوقوف عند محاسن الأخلاق وجمیل العادات.

یقال :مرؤ الرجل فهو مریء :أی ذو مروءة.

وفی الاصطلاح عرفها الفقهاء بتعاریف متقاربة ضابطها :الاستقامة، قال القلیوبی :إنها صفة تمنع صاحبها عن ارتکاب الخصال الرذیلة.

وقال الشربینی الخطیب :وأحسن ما قیل فی تفسیر المروءة أنها تخلق المرء بخلق أمثاله من أبناء عصره ممن یراعی مناهج الشرع وآدابه فی زمانه ومکانه.

الألفاظ ذات الصلة:

العدالة :العدالة فی اللغة :صفة توجب مراعاتها الاحتراز عما یخل بالمروءة عادة ظاهرا

وفی الاصطلاح :اجتناب الکبائر وعدم الإصرار علی صغیرة من نوع واحد أو أنواع الأحکام المتعلقة بالمروءة:

المروءة فی الشهادة:المروءة من لوازم قبول الشهادة، فیشترط فی الشاهد فوق اجتناب الکبائر وعدم الإصرار علی الصغائر :الترفع عن ارتکاب الأمور الدنیئة المزریة بالمرء وإن لم تکن حراما، وهی کل ما یذم فاعله عرفا من أمثاله فی زمانه ومکانه، لأن الأمور العرفیة قلما تنضبط، بل تختلف

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

البتہ اگر قاضی و حاکم ایسے شخص کی گواہی پر فیصلہ کردے، تو وہ بہر حال معتبر ہوجاتا ہے۔ ل

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

باختلاف الأشخاص و الأزمنة و البلدان (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۷، ص۳۳، مادة: مروءة)

(و) من (مرتكب صغيرة) بلا إصرار (إن اجتنب الكبائر) كلها وغلب صوابه على صغائره درر وغيرها قال :وهو معنى العدالة .وفي الخلاصة :كل فعل يرفض المروءة و الكرم كبيرة، وأقره ابن الكمال .قال :ومتى ارتكب كبيرة سقطت عدالته(در مختار مع رد المحتار، ج۵، ص۴۷۳،باب من يجب قبول شهادته على القاضي)

(قوله :خبر عدل) العدالة ملكة تحمل على ملازمة التقوى، والمروءة .الشرط أدناها وهو ترك الكبائر والإصرار على الصغائر وما يخل بالمروءة ويلزم أن يكون مسلما عاقلا بالغا(رد المحتار، ج۲، ص۳۸۵، سبب صوم رمضان)

ولا شك أن حلق اللحية كبيرة من كبائر الذنوب، ونقل الاتفاق على ذلك ابن حزم وغيره، على أنها من الكبائر، وعند من يقول :إنها من الصغائر بالإصرار تكون كبيرة، بالإصرار عليها والمجاهرة بها تكون كبيرة(شرح سنن الترمذي. لعبد الكريم بن عبد الله بن عبد الرحمن بن حمد الخضير، كتاب الصلاة)

(سئل) في شهادة محلوق اللحية هل تقبل أم لا؟

(الجواب) : لم أجد نقلا صريحا في المسألة مع ضيق الوقت وكثرة الأشغال فإن كان حلق اللحية يخل بالمروءة يمنع القبول وإلا فلا قال في المنح ما يخل بالمروءة يمنع قبولها والمروءة أن لا يأتي الإنسان بما يعتذر منه مما يبخسه عن مرتبته عند أهل الفضل اهـ ومثله في البحر قال في غاية البيان قال محمد وعندي المروءة الدين والصلاح اهـ.

أقول ظاهر كلام المؤلف يفيد عدم جزمه بكون ذلك الفعل مخلا بالمروءة وفي البحر عن ابن وهبان في مسألة الخروج إلى قدوم الأمير أنه ينبغي أن يكون ذلك على ما اعتاده أهل البلد فإن كان من عادة أهل البلد أنهم يفعلون ذلك ولا ينكرونه ولا يستخفونه فينبغي أن لا يقدح اهـ فعلى هذا فإن كان ممن يعتادون الحلق ولا يعدونه رذيلة بينهم لا يخل بمروءته فتقبل شهادته لكن قد يقال إن الإدمان على الصغيرة مفسق كما في البحر وقد ذكر العلائي في الدر المختار من الحظر والإباحة عن المجتبى والبزازية إذا قطعت شعر رأسها أثمت ولعنت وإن بإذن الزوج؛ لأنه لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق ولذا يحرم للرجل قطع لحيته والمعنى المؤثر التشبه بالرجال اهـ وقال العلائي في كتاب الصوم قبيل فصل العوارض إن الأخذ من اللحية وهي دون القبضة كما يفعله بعض المغاربة ومخنثة الرجال لم يبحه أحد وأخذ كلها فعل يهود والهنود ومجوس الأعاجم اهـ فحيث أدمن على فعل هذا المحرم يفسق وإن لم يكن ممن يستخفونه ولا يعدونه قادحا للعدالة والمروءة فكلام المؤلف غير محرر فتدبر(العقود الدرية في تنقيح الفتاوى الحامدية، ج۱،ص۳۲۹، كتاب الشهادة)

ل اس بارے میں فقہائے کرام کا اختلاف ہے کہ عدالت، صحتِ شہادت کے لیے شرط ہے، یا قبولیتِ شہادت کے لئے شرط ہے؟

حنفیہ کے نزدیک راجح قبولیتِ شہادت کے لیے شرط ہونا ہے۔ ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ڈاڑھی منڈانے والے کی امامت اور اذان واقامت

جو شخص ڈاڑھی منڈاتا ہو یا ایک مٹھی سے کم کراتا ہو، خاص کر جبکہ یہ عمل بار بار کرے، تو بہت سے اہلِ علم حضرات کے نزدیک ایسے شخص کی امامت مکروہ تحریمی ہے۔

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

بعض متاخرین نے فرمایا کہ جب عادل گواہوں کا ملنا دشوار ہو، اور فاسق کی گواہی رد کرنے سے دوسرے کی حق تلفی لازم آتی ہو، اور قاضی کو گواہ کے سچا ہونے کا غالب گمان ہو، تو پھر فاسق کی گواہی پر فیصلہ کرنے میں گناہ بھی نہیں۔

قلت :قدمنا آنفا عن البحر أن ظاهر النص أنه لا يحل قبول شهادة الفاسق قبل تعرف حاله فإذا ظهر للقاضي من حاله الصدق، وقبله يكون موافقا للنص إلا أن يريد بالنص قوله تعالى (وأشهدوا ذوى عدل منكم) لكن فيه أن دلالته على عدم قبول العدل .إنما هي بالمفهوم وهو غير معتبر عندنا ولا سيما هو مفهوم لقب مع أن الآية الأولى تدل على قبول قوله عند التبين عن حاله كما قلنا تأمل (رد المحتار، ج۵، ص ۳۵۶، كتاب القضاء)

(قوله بشهادة فاسق نفذ) قال في جامع الفتاوى :وأما شهادة الفاسق، فإن تحرى القاضي الصدق في شهادته تقبل وإلا فلا اهـ فتال :وفي الفتاوى القاعدية :هذا إذا غلب على ظنه صدقه وهو مما يحفظ درر أول كتاب القضاء، وظاهر قوله وهو مما يحفظ اعتماده اهـ .(رد المحتار، ج۵، ص ۴۶۲، كتاب الشهادات)

(قوله :ولو قضى القاضي بها لا ينفذ) دفع به ما يتوهم أنها مثل شهادة الفاسق فإنه تقدم أنه يصح قبولها، وإن أثم القاضي فشهادة العدو ليست كذلك بل هي كما لو قبل شهادة العبد والصبي .(رد المحتار، ج۵، ص۳۵۷، كتاب القضاء)

وعلى ظاهر رواية أصحابنا العدالة شرط الأولوية، وهو اختيار عامة مشايخنا رحمهم الله، حتى أن الأولى أن لا يقلد الفاسق، ومع هذا لو قلد يصر قاضياً، اعتباراً للقضاء بالشهادة، فإن الأولى أن لا تقبل شهادة الفاسق، ومع هذا لو قبلت وقضى بها نفذ القضاء (المحيط البرهاني، ج۸، ص ۵، كتاب القضاء،الفصل الأول)

(مسألة):

قال القرافي في باب السياسة :نص بعض العلماء على أنا إذا لم نجد في جهة إلا غير العدول أقمنا أصلحهم وأقلهم فجورا للشهادة عليهم، ويلزم ذلك في القضاة وغيرهم لئلا تضيع المصالح.

قال :وما أظن أحدا يخالف في هذا، فإن التكليف شرط في الإمكان، وهذا كله للضرورة لئلا تهدر الأموال وتضيع الحقوق.

قال بعضهم :وإذا كان الناس فساقا إلا القليل النادر قبلت شهادة بعضهم على بعض، ويحكم بشهادة الأمثل فالأمثل من الفساق، هذا هو الصواب الذي عليه العمل وإن أنكره كثير من الفقهاء

﴿ بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں ﴾

البتہ اگر کوئی اس کی اقتداء میں نماز پڑھ لے، تو نماز کا فریضہ ذمہ سے ادا ہو جاتا ہے۔

اگر اس سے بہتر امام میسر ہو تو اس کی اقتداء میں نماز پڑھنی چاہئے، اور اگر اس سے بہتر امام میسر نہیں، یا اگر اس کی اقتداء میں نماز نہ پڑھی جائے، تو تنہا نماز پڑھنی پڑتی ہو، تو پھر ایسی صورت میں اس کی اقتداء میں نماز پڑھ لینے کی گنجائش ہے۔

ایسی صورت میں نماز کے مکروہ ہونے کا وبال انہی لوگوں کو ہوگا، جنہوں نے ایسے شخص کو امامت کے لئے مقرر کیا ہے، اور وہ اس کو امامت سے ہٹانے پر کسی فتنہ کے لازم آئے بغیر قادر ہیں۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بألسنتهم، كما أن العمل على صحة ولاية الفاسق ونفوذ أحكامه وإن أنكروه بألسنتهم، وكذلك العمل على صحة كون الفاسق وليا في النكاح ووصيا في المال، وهذا يزيد ما نقله القرافي، وإذا غلب على الظن صدق الفاسق قبلت شهادته وحكم بها، والله تعالى لم يأمر برد خبر الفاسق فلا يجوز رده مطلقا بل يتثبت فيه حتى يتبين صدقه من كذبه فيعمل على ما تبين وفسقه عليه.

واعلم أن لرد شهادة الفاسق مأخذين :أحدهما عدم الوثوق به وأنه يحمله قلة مبالاته بدينه ونقصان وقار الله تعالى في قلبه على تعمد الكذب.

الثاني هجره على إعلانه بفسقه ومجاهرته به، فقبول شهادته فيها إبطال لهذا الغرض المطلوب شرعا، فإذا علم صدق لهجته وأنه من أصدق الناس وأن فسقه بغير الكذب، فلا وجه لرد شهادته. وقد استأجر رسول الله صلى الله عليه وسلم هاديا يدله على طريق المدينة وهو مشرك على دين قومه، ولكن لما وثق بقوله أمنه ودفع إليه راحلته وقبل دلالته.

وقال أصبغ بن الفرج من أئمة المالكية :إذا شهد الفاسق عند الحاكم وجب عليه التوقف في القضية، وقد يحتج له بقوله تعالى (يا أيها الذين آمنوا إن جاء كم فاسق بنبإ)الآية.

وقال ابن قيم الجوزية الحنبلي :وسر المسألة أن مدار قبول الشهادة وردها على غلبة الصدق وعدمه قال :والصواب المقطوع به أن العدالة تتبعض، فيكون الرجل عدلا في شيء فاسقا في شيء، فإذا تبين للحاكم أنه عدل فيما شهد به قبلت شهادته ولم يضره فسقه في غيره، وأصل هذا ما وقع في المحيط والقنية :إذا كان الرجل يشرب سرا وهو ذو مروء ة فللقاضي أن يقبل شهادته(معين الحكام، ج ۱، ص ۱۱۷، ۱۱۸، الباب الثاني و العشرون القضاء بشهادة غير العدول للضرورة)

[1] ملاحظہ ہو: امداد الفتاویٰ ج ۱ ص ۲۷۰، امداد المفتیین ص ۳۳۱، عزیز الفتاویٰ ص ۲۰۲، کفایت المفتی ج ۳ ص ۷۹، وص ۹۷، وص ۹۹، وص ۱۲۸، واحسن الفتاویٰ ج ۳ ص ۲۶۰ تا ۲۶۳، فتاویٰ محمودیہ ج ۵ ص ۲۳۸، وج ۶ ص ۱۲۵، فتاویٰ عثمانی ج ۱ ص ۴۲۸۔

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ایسا شخص اگر اذان دے یا نماز کے لئے اقامت کہے تو اداء ہونے نہ ہونے میں اختلاف ہے، بعض حضرات کے نزدیک ادا تو ہو جاتی ہے، لیکن ایسے شخص کا اذان دینا اور اقامت کہنا مکروہ

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

كره إمامة "الفاسق" العالم لعدم اهتمامه بالدين فتجب إهانته شرعا فلا يعظم بتقديمه للإمامة وإذا تعذر منعه ينتقل عنه إلى غير مسجده للجمعة وغيرها وإن لم يقم الجمعة إلا هو تصلى معه(مراقی الفلاح مع حاشية الطحطاوی، ج ۱، ص ۳۰۲، كتاب الصلاة، باب الامامة، فصل في بيان الأحق بالإمامة)

إمامة الفاسق مكروهة تحريما(حاشية الطحطاوی على مراقی الفلاح ج ۱، ص ۳۰۲، كتاب الصلاة، باب الامامة، فصل في بيان الأحق بالإمامة)

الصلاة خلف المجاهر بالفسق:يرى الحنفية والشافعية أنه تصح الصلاة مع الكراهة خلف الفاسق بالجارحة، وقالوا :من صلى خلف فاسق يكون محرزا ثواب الجماعة، لكن لا ينال ثواب من يصلی خلف إمام تقى ، ولم يفرقوا بين ما إذا كان الفاسق مجاهرا بفسقه أو لم يكن كذلك(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۶، ص ۱۱۹ ، مادة: مجاهرة)

اختلف الفقهاء في الصلاة خلف الفاسق:

فيرى الحنفية أنه يصلح للإمامة في الجملة كل عاقل مسلم، حتى تجوز إمامة العبد والأعرابی والأعمى وولد الزنا والفاسق، وإن كانت مكروهة

وقال المالكية :تصح الصلاة -على المعتمد -مع الكراهة خلف الفاسق بجارحة، كزان وشارب خمر، فإن تعلق فسقه بالصلاة، كقصده الكبر بإمامته، فلا تصح.

ومقابل المعتمد أنها لا تصح خلف الفاسق بجارحة.

والمعتمد أنها تصح خلف المبتدع المختلف في تكفيره ببدعته، كالحروری والقدری

وأما الشافعية فإنهم يجيزون الصلاة وراء الإمام الفاسق، وإنما يكره ذلك خلفه، ومحل كراهة إمامة الفاسق لغير الفاسق، أما لمثله فلا تكره ما لم يكن فسق الإمام أفحش.

وقال الحنابلة :لا تصح إمامة فاسق مطلقا، أی سواء كان فسقه بالاعتقاد أو بأفعال محرمة، وسواء أعلن فسقه أو أخفاه، لقوله تعالى :(أفمن كان مؤمنا كمن كان فاسقا لا يستوون) وقول النبی صلى الله عليه وسلم :لا تؤمن امرأة رجلا، ولا يؤم أعرابی مهاجرا، ولا يؤم فاجر مؤمنا، إلا أن يقهره بسلطان يخاف سيفه وسوطه ويعيد من صلى خلف فاسق مطلقا(الموسوعة الفقية الكويتية، ج۳۲، ص ۱۴۲ ،مادة: فسق، إمامة الفاسق في الصلاة)

أما حالق اللحية لا يجوز لأنه معصية للرسول صلى الله عليه وسلم فيما صح عنه بقوله صلى الله عليه وسلم (خالفوا المشركين وفروا اللحى واحفوا الشوارب) . وإذا كان حلق اللحية معصية فإن المصر عليها يكون من الفاسقين ,والفاسق لا تصح صلاته عند كثير من أهل العلم ,و لكن الصواب صحة إمامته إلا لا ينبغی أن يكون إماماً راتباً,فإذا وجدت إماماً حالقاً لحيته يصلی بالناس فصل معهم

﴿ بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں ﴾

www.idaraghufran.org

ہے، اور بعض حضرات کے نزدیک ایسے شخص کی دی گئی اذان کا اعادہ مستحب ہے، بشرطیکہ کوئی فتنہ لازم نہ آئے۔ وفیہ اقوال اُخر۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

والإثم عليه(مجموع فتاوئ ورسائل العثيمين، ج۱۵ ص ۱۳۲، تحت رقم السؤال ۱۰۰۲)

س :رجل حالق لحيته خطيب في الجامع هل ترون أن تصلي وراء ه؟ أبينوا تؤجروا.

ج :حلق اللحية حرام؛ لما رواه أحمد والبخاري ومسلم عن ابن عمر رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال :خالفوا المشركين وفروا اللحى وأحفوا الشوارب.ولما رواه أحمد ومسلم عن أبي هريرة رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال جزوا الشوارب وأرخوا اللحى خالفوا المجوس.والإصرار على حلقها من الكبائر، فيجب نصح حالقها والإنكار عليه، ويتأكد ذلك إذا كان في مركز قيادي ديني وعلى هذا إن كان إماما لمسجد ولم ينتصح وجب عزله إن تيسر ذلك ولم تحدث فتنة، وإلا وجب الصلاة وراء غيره من أهل الصلاح على من تيسر له ذلك، زجرا له وإنكارا عليه، إن لم يترتب على ذلك فتنة، وإن لم تتيسر الصلاة وراء غيره شرعت الصلاة وراء ه؛ تحقيقا لمصلحة الجماعة، وإن خيف من الصلاة وراء غيره حدوث فتنة صلى وراء ه؛ درء ا للفتنة، وارتكابا لأخف الضررين.

وبالله التوفيق وصلى الله على نبينا محمد وآله وصحبه وسلم.

اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء

(فتاوى اللجنة الدائمة -المجموعة الأولى، ج۷ص ۳۷۳، باب الامامة، إمامة الفاسق:الفتوى رقم ۱۶۴۰، الناشر :رئاسة إدارة البحوث العلمية والإفتاء -الإدارة العامة للطبع -الرياض)

[1] يكره أذان الفاسق؛ لأنه أمانة شرعية فلا يؤمن الفاسق عليه، ولا يعاد أذانه، لحصول المقصود به (المحيط البرهاني ج ۱، ص ۳۴۵، الفصل السادس عشر في التغني والألحان)

و(يكره) "أذان "فاسق "لأن خبره لا يقبل في الديانات(مراقي الفلاح ، ص ۲۰۰، كتاب الصلاة، باب الاذان)

وصرحوا بكراهة أذان الفاسق من غير تقييد بكونه عالما أو غيره (فتح القدير، ج ۱، ص۲۴۷، باب الاذان)

وصرح بكراهة أذان الفاسق ولا يعاد فالإعادة فيه ليقع على وجه السنة (فتح القدير ج ۱، ص ۲۵۳، باب الاذان)

(وكره أذان الفاسق) لعدم الاعتماد ولكن لا يعاد(مجمع الانهر، ج ۱، ص۷۸، باب صفة الاذان)

(قوله :وينبغي أن لا يصح أذان الفاسق إلخ) كذا في النهر أيضا وظاهره أنه يعاد، وقد صرح في معراج الدراية عن المجتبى أنه يكره ولا يعاد وكذا نقله بعض الأفاضل عن الفتاوى الهندية عن الذخيرة لكن في القهستاني اعلم أن إعادة أذان الجنب والمرأة والمجنون والسكران والصبي والفاجر والراكب والقاعد والماشي والمنحرف عن القبلة واجبة؛ لأنه غير معتد به وقيل مستحبة

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ڈاڑھی مونڈنے کا پیشہ اختیار کرنے کا حکم

جو نائی ڈاڑھی مونڈتا ہو یا کاٹ کر ایک مٹھی سے کم کرتا ہو، وہ بھی گناہ میں تعاون کرنے کی وجہ سے گنہگار ہے، اور اس کی امامت اور اذان واقامت کا بھی وہی حکم ہے، جو پہلے گزرا، اور ڈاڑھی مونڈنے کی اجرت اور کمائی بھی ناجائز ہے (کذافی فتاویٰ رحیمیہ، جلد۱۰ صفحہ۱۱۹) ل

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

فإنه معتد به إلا أنه ناقص وهو الأصح كما في التمرتاشي .اهـ.

فقد صرح بإعادة أذان الفاجر أي الفاسق لكن في كون أذانه معتدا به نظر لما ذكره الشارح من عدم قبول قوله فحينئذ لا يفيد العلم بدخول الأوقات ومثله المجنون والسكران والصبي فالمناسب أن لا يعتد بأذانهم أصلا ولا يصح تقريرهم في وظيفة الأذان لعدم حصول فائدته، وقد يقال مراده بالاعتداد به من جهة قيام الشعائر وعدم وجوب المقاتلة بتركه وعدم الإثم به(منحة الخالق على البحر الرائق، ج ا ، ص ۲۷۸، أذان الجنب وإقامته وأذان المرأة والفاسق والقاعد والسكران)

هـ -العدالة :في إقامة الفاسق ثلاثة أقوال

الأول :لا يعتد بها، وهو رأى للحنفية، ورأى للحنابلة.

الثاني :الكراهة :وهو رأى للحنفية، والشافعية، والمالكية.

الثالث :يصح ويستحب إعادته .وهو رأى للحنفية والحنابلة.

(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۶، ص ۹ ، مادة: اقامة)

ولو أذن المعلن بفسقه كحالق اللحية ومن يشرب الدخان جهرا، فإنه لا يصح أذانه على كلام المؤلف.

والرواية الثانية عن الإمام أحمد صحة أذان الفاسق ؛ لأن الأذان ذكر؛ والذكر مقبول من الفاسق؛ لكن لا ينبغي أن يتولى الأذان والإقامة إلا من كان عدلا(الشرح الممتع على زاد المستقنع للعثيمين، ج۲ص ۶۹، كتاب الصلاة، باب الاذان والاقامة)

ل قال البهوتي :ومثله حلق اللحية؛ فلا يصح الاستئجار له(مطالب اولى النهى، ج۳ص ۶۲۹، كتاب البيوع، باب الاجارة)

س :أنا مسلم ملتزم مطلق لحيتي أملك صالون حلاقة للرجال وهذه مهنتي منذ صغرى وليس لي اى مهنة أخرى استطيع أن أعيش منها، ثم إنني في هذه المهنة أحلق اللحية للزبائن، فهل أنا أرتكب وزرا، وما حكم الدين في ذلك؟ وفي هذه المهنة أعمل بالاستشوار لكي أفرد شعر الزبائن فما حكم الدين في ذلك؟

جـ :الحمد لله وحده والصلاة والسلام على رسوله وآله وصحبه . .وبعد:

أولا :يحرم على المسلم أن يحلق لحيته؛ للأدلة الصحيحة على تحريم حلقها، ويحرم على غيره أن

﴿ بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں ﴾

www.idaraghufran.org

ڈاڑھی کی تکریم وتزئین

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

مَنْ كَانَ لَهُ شَعْرٌ فَلْيُكْرِمْهُ (سنن ابی داؤد) [1]

ترجمہ: جس کے بال ہوں، تو اسے چاہئے کہ ان کا اکرام کرے (ابوداؤد)

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: مَنِ اتَّخَذَ شَعْرًا فَلْيُكْرِمْهُ (الفوائد الشهير بالغيلانيات لابی بكر الشافعی) [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

يحلقها له؛ لما في ذلك من التعاون على الإثم، وقد نهى الله عن ذلك بقوله: (وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ)

ثانيا: يجوز لك أن تمشط شعر الرجل وتبسطه وتدهنه وتعطره، ولا يجوز لك ذلك بالنسبة للنساء غير محارمك.

وبالله التوفيق، وصلى الله على نبينا محمد وآله وصحبه وسلم.

اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء

(فتاوى اللجنة الدائمة -المجموعة الأولى، ج۵ص۱۶۵، ۱۶۶، باب سنن الفطر، حكم حلق اللحية، الفتوى رقم: ۳۰۲۱، الناشر: رئاسة إدارة البحوث العلمية والإفتاء الإدارة العامة للطبع الرياض)

[1] رقم الحديث ۴۱۶۳، كتاب الترجل، باب في إصلاح الشعر، المكتبة العصرية، بيروت، واللفظ له، المعجم الأوسط للطبراني، رقم الحديث ۸۴۸۵، شعب الإيمان للبيهقي، رقم الحديث ۶۰۳۶، مشكل الآثار للطحاوي، رقم الحديث ۳۳۶۵.

قال ابن حجر:

وقد أخرج أبو داود بسند حسن عن أبي هريرة رفعه من كان له شعر فليكرمه وله شاهد من حديث عائشة في الغيلانيات وسنده حسن أيضا (فتح الباري لابن حجر، ج۱۰ ص۳۶۸، باب الترجيل والتيمن فيه)

[2] ج۱ ص۵۹۱، دار ابن الجوزي -السعودية / الرياض، واللفظ له، الكامل في ضعفاء الرجال، ج۳ص۲۱۴، الترغيب والترهيب لقوام السنة، رقم الحديث ۲۰۳، اخبار اصبهان، رقم الحديث ۱۷۳۹.

قال ابن حجر: وله شاهد من حديث عائشة في الغيلانيات وسنده حسن أيضا (فتح الباري لابن حجر، ج۱۰ ص۳۶۸، باب الترجيل والتيمن فيه)

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو بال رکھے، تو اسے چاہئے کہ اُن کا اکرام کرے (الفوائد الشہیر)

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: مَنْ رَبّٰى مِنْكُمْ شَعْرًا فَلْيُكْرِمْهُ ،قِيْلَ:يَا رَسُوْلَ اللهِ ، وَمَا كَرَامَتُهُ ؟ قَالَ: يُدَهِّنُهُ ، وَيُمَشِّطُهُ كُلَّ يَوْمٍ (اخبار أصبهان لابى نعيم الأصبهانى) [1]

ترجمہ: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ تم میں سے جو بال رکھے، تو اسے چاہئے کہ ان کا اکرام کرے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کہ بالوں کا اکرام کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ ان کو تیل لگائے، اور ہر دن ان میں کنگھا کرے (اخبارِ اصبہان)

ڈاڑھی کے بال رکھنے کا شریعت کی طرف سے حکم ہے، لہٰذا ان میں تیل لگا کر اور کنگھا کر کے اکرام کرنا بھی اس میں داخل ہے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ:

كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ دُهْنَ رَأْسِهٖ وَتَسْرِيْحَ لِحْيَتِهٖ (شمائلِ ترمذی) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سر مبارک پر کثرت سے تیل لگایا کرتے تھے، اور ڈاڑھی مبارک میں کثرت سے کنگھا کیا کرتے تھے (شمائلِ ترمذی)

حضرت منصور، حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ:

كَانُوْا يُطَيِّبُوْنَ لُحَاهُمْ (مصنف ابنِ ابی شیبہ) [3]

---

[1] ج ا ص ۲۶۲، دار الكتب العلمية، بيروت.

[2] رقم الحديث ۳۲، باب ما جاء فی ترجل رسول الله صلى الله عليه وسلم، دار احياء التراث العربی، بيروت.

[3] رقم الحديث ۲۶۰۰۱، كتاب الادب، باب ماقالو فی الاخذ من اللحية .

ترجمہ: صحابۂ کرام اور جلیل القدر تابعین اپنی ڈاڑھیوں کو خوشبو لگایا کرتے تھے

(ابن ابی شیبہ)

ڈاڑھی کے انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کا طریقہ اور فطرت ہونے کی وجہ سے شریعت کی نظر میں ڈاڑھی کا اکرام کرنا اور اس کو مزیّن کرنا پسندیدہ عمل ہے، اور اسی وجہ سے ایک مٹھی سے زائد ڈاڑھی کو کاٹ کر ہر طرف سے ایک مٹھی برابر کر کے رکھنا، اور اوپر کے جبڑے کی طرف نکلے ہوئے فاضل بالوں کی حجامت بنوا کر چہرہ کے بھدے پن کو دور کرنا، اور ڈاڑھی کو دھو کر اور تیل لگا کر اور کنگھا کر کے رکھنا اور گاہے بہ گاہے اس کو خوشبو سے معطر کرنا بہتر ہے۔ اس سے امید ہے کہ ڈاڑھی کی کامل خوبصورتی اور زینت ظاہر ہوگی، اور دوسروں کے لیے بھی رغبت وترغیب کا باعث ہوگی۔ [1]

---

[1] ڈاڑھی کے بالوں کو صفائی کے بغیر ویسے ہی چھوڑ دینا جس کی وجہ سے ان میں جوئیں پڑ جائیں اور میلے کچیلے ہو جائیں اور پراگندہ ہو کر آپس میں چپک جائیں جیسا کہ بعض ملنگوں کا طریقہ ہے یہ شرعاً ناپسندیدہ ہے۔

افسوس ہے کہ آج کل عام طور پر ڈاڑھی رکھنے میں ان درج بالا اُمور کا لحاظ نہیں رکھا جاتا، جس کی وجہ سے ڈاڑھی کی حقیقی زینت ظاہر نہیں ہوتی، اور انگشت نمائی کا باعث ہوتی ہے۔

العناية باللحية بأخذ ما طال منها وتشوه أمر مشروع على ما تقدم تفصيله.

ويسن إكرامها لقول النبي صلى الله عليه وسلم :من كان له شعر فليكرمه ، قال الغزالي والنووي: ويكره للرجل ترك لحيته شعثة إيهاما للزهد . لما روى عن جابر بن عبد الله رضي الله عنهما قال :أتانا رسول الله صلى الله عليه وسلم فرأى رجلا شعثا قد تفرق شعره، فقال :أما كان يجد هذا ما يسكن به شعره.

ويسن ترجيلها، قال ابن بطال :الترجيل تسريح شعر الرأس واللحية ودهنه، وهو من النظافة وقد ندب الشرع إليه ، وقال الله تعالى :(يا بني آدم خذوا زينتكم عند كل مسجد) ، وفي حديث عائشة رضي الله عنها كان لا يفارق النبي صلى الله عليه وسلم سواكه ومشطه، وكان ينظر في المرآة إذا سرح لحيته

ويسن تطييبها لقول عائشة رضي الله عنها :كنت أطيب النبي صلى الله عليه وسلم بأطيب ما يجد، حتى أجد وبيص الطيب في رأسه ولحيته

وفي الفتاوى الهندية :لا بأس بغالية الرأس واللحية ، والغالية :طيب يجمع طيوبا

وانظر (ترجيل ف وما بعدها، شعر ف)(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۵،ص۲۲۷،ماده لحية، العناية باللحية)

مونچھوں کا حکم

جو بال اوپر والے جبڑے پر ناک کے نیچے اور اوپر والے ہونٹ کے درمیان اُگتے ہیں، وہ مونچھوں کے بال کہلاتے ہیں۔ [1]

جس طرح ڈاڑھی کا بڑھانا فطرت میں داخل اور شریعت کا حکم ہے، اسی طرح مونچھوں کا کاٹنا فطرت میں داخل اور شریعت کا حکم ہے۔

لہٰذا مونچھوں کو وقتاً فوقتاً کاٹنا چاہیے، اور ان کو بڑا نہیں کرنا چاہیے۔

البتہ فقہائے حنفیہ کے نزدیک غازیوں اور مجاہدوں کو کافروں سے جہاد کرنے کے موقعہ پر دشمنوں پر رعب ڈالنے کے لیے مونچھیں بڑی رکھنا جائز ہے۔

پھر عام حالات میں چالیس دن میں ایک مرتبہ مونچھوں کو ضرور کاٹ لینا چاہئے، اور ہفتہ میں ایک مرتبہ جمعہ کے دن اور بطور خاص جمعہ پڑھنے والے شخص کے لیے مونچھیں کاٹنا مستحب ہے۔

اور اگر کوئی مونچھیں اہتمام کے ساتھ نہ کاٹے، اور نہ مونڈے، بلکہ ہلکی ہلکی مونچھیں کاٹ لیا کرے، تو اسے کم از کم اتنی مونچھیں ضرور کاٹ لینا چاہئے کہ اس کے ہونٹوں کی سرخی مونچھوں کے بالوں سے خالی ہو جائے، اور مونچھوں کے بال اس کے ہونٹوں کی سرخی پر نہ آئیں۔ [2]

---

[1] الشارب : اسم فاعل شرب، يقال :شرب الماء أو غيره شربا فهو شارب، ومنه قول الله تعالى : (فشاربون عليه من الحميم فشاربون شرب الهيم)

ورجل شارب وشروب وشراب وشريب :مولع بالشراب، كخمير، والشرب والشروب :القوم يشربون ويجتمعون على الشراب، قال ابن سيده :الشرب اسم جمع لشارب، كركب ورجل، وقيل :هو جمع، والشروب جمع شارب، كشاهد وشهود.

والشارب -أيضا -اسم للشعر الذى يسيل على الفم، قال أبو حاتم :ولا يكاد يثنى، وقال أبو عبيدة: قال الكلابيون :شاربان، باعتبار الطرفين، والجمع شوارب ولا يخرج المعنى الاصطلاحى عن المعنى اللغوى (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۵، ص۳۱۶، مادة شارب)

[2] اتفق الفقهاء على أن الأخذ من الشارب من الفطرة؛ لما ورد عن أبي هريرة -رضي الله عنه - عن النبي صلى الله عليه وسلم قال :الفطرة خمس -أو :خمس من الفطرة -الختان والاستحداد وتقليم الأظفار ونتف الإبط وقص الشارب

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

خلاصہ یہ کہ مونچھیں چالیس دن کے اندر اندر ایک مرتبہ ضرور کاٹ لینی چاہئیں، اور لمبی لمبی مونچھیں نہیں رکھنی چاہئیں۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

قال النووی :وتفسير الفطرة بالسنة هنا هو الصواب؛ لما ورد فی صحيح البخاری عن عبد الله بن عمر -رضی الله تعالى عنهما -عن النبی صلى الله عليه وسلم قال :من السنة قص الشوارب ونتف الإبط وتقليم الأظفار

واتفق الفقهاء على أن الأخذ من الشارب من السنة ، للحديثين السابقين، ولما ورد عن زيد بن أرقم -رضی الله عنه

قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :من لم يأخذ من شاربه فليس منا .

لكن الفقهاء اختلفوا في ضابط الأخذ من الشارب، هل يكون بالقص أم بالحلق أم بالإحفاء ؟

فأما الحنفية فقد اختلفوا فيما يسن فی الشارب، ونقل ابن عابدين الخلاف فقال :المذهب عند بعض المتأخرين من مشايخنا أنه القص، قال فی البدائع :وهو الصحيح، وقال الطحاوی :القص حسن والحلق أحسن، وهو قول علمائنا الثلاثة.

وأما طرفا الشارب، وهما السبالان، فقيل :هما منه، وقيل :من اللحية، وعليه فلا بأس بتركهما، وقيل :يكره لما فيه من التشبه بالأعاجم وأهل الكتاب، وهذا أولى بالصواب .ونص الحنفية على أن توفير الشارب فی دار الحرب للغازی مندوب؛ ليكون أهيب فی عين العدو .

ويستحب عندهم قص الشارب كل أسبوع، والأفضل يوم الجمعة، ويكره تركه وراء الأربعين لما رواه أنس بن مالك -رضی الله عنه -قال :وقت لنا فی قص الشارب وتقليم الأظفار ونتف الإبط وحلق العانة أن لا نترك أكثر من أربعين ليلة . وهو من المقدرات التی ليس للرأی فيها مدخل فيكون كالمرفوع .

وقال المالكية :قص الشارب من الفطرة لقول النبی صلى الله عليه وسلم :قصوا الشوارب وهو سنة خفيفة، فليس الأمر فی الحديث للوجوب، والسنة :القص لا الإحفاء ، والشارب لا يحلق بل يقص، قال يحيى :سمعت مالكا يقول :يؤخذ من الشارب حتى يبدو طرف الشفة وهو الإطار، ولا يجزه فيمثل بنفسه

وفی قص السبالتين عندهم قولان.

والمعتمد عند المالكية أنه يجب على المرأة حلق ما خلق لها من شارب .

وقال الشافعية :قص الشارب سنة للأحاديث الواردة فی ذلك، ويستحب فی قص الشارب أن يبدأ بالجانب الأيمن، لأن النبی صلى الله عليه وسلم كان يحب التيامن فی كل شیء . وهو مخير بين أن يقص شاربه بنفسه أو يقصه له غيره لأن المقصود يحصل من غير هتك مروءة.

وأما حد ما يقصه :فالمختار أن يقص حتى يبدو طرف الشفة، ولا يحفه من أصله، قالوا :وحديث: أحفوا الشوارب) محمول على ما طال على الشفتين، وعلى الحف من طرف الشفة لا من أصل

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اور ہفتے میں ایک مرتبہ کاٹ لینا بہتر ہے، جس میں جمعہ کے دن کی رعایت مستحب ہے۔
مونچھوں کا مقام چہرے پر ایسی جگہ ہے کہ اُس کے اوپر ناک واقع ہے، اور نیچے منہ۔

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

الشعر، وقد روى الترمذي عن عبد الله بن عباس -رضي الله تعالى عنهما- قال :كان النبي صلى الله عليه وسلم يقص أو يأخذ من شاربه ، وكان إبراهيم خليل الرحمن يفعله، وروى البيهقي في سننه عن شرحبيل بن مسلم الخولاني قال :رأيت خمسة من أصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم يقصون شواربهم ويعفون لحاهم ويصفرونها :أبو أمامة الباهلي، وعبد الله بن بسر، وعتبة بن عبد السلمي، والحجاج بن عامر الثمالي، والمقدام بن معدي كرب الكندي، كانوا يقصون شواربهم مع طرف الشفة .

وقال المحاطي وغيره :يكره حلق الشارب.

وقال الباجوري :إحفاء الشارب بالحلق أو القص مكروه، والسنة أن يحلق منه شيئا حتى تظهر الشفة، وأن يقص منه شيئا ويبقي منه شيئا.

ونقل الزركشي عن أبي حامد والصيمري؛ استحباب الإحفاء ، ثم قال :ولم تجد عن الشافعي فيه نصا، وأصحابه الذين رأيناهم كالمزني والربيع كانا يحفيان شواربهما، فدل ذلک على أنهما أخذا ذلک عنه، وقال الزركشي :وزعم الغزالي في الإحياء أنه بدعة، وليس كذلک فقد رواه النسائي في سننه.

ولا بأس عند الشافعية بترک السبالتين، وهما طرفا الشارب، لفعل عمر -رضي الله عنه- وغيره؛ ولأنهما لا يستران الفم، ولا يبقى فيهما غمر الطعام إذ لا يصل إليهما.

ويكره عند الشافعية تأخير قص الشارب عن وقت الحاجة، والتأخير إلى ما بعد الأربعين أشد كراهة لخبر مسلم المتقدم .قال في المجموع :ومعنى الخبر أنهم لا يؤخرون هذه الأشياء فإن أخروها فلا يؤخرونها أكثر من أربعين، لا أن المعنى أنهم يؤخرونها إلى الأربعين، وقد نص الشافعي والأصحاب على أنه يستحب تقليم الأظفار والأخذ من هذه الشعور يوم الجمعة

وقال الحنابلة :يسن قص الشارب -أي قص الشعر المستدير على الشفة- أو قص طرفه، وحفه أولى نصا، قال في النهاية :إحفاء الشوارب أن تبالغ في قصها، ومن الشارب السبالان وهما طرفاه، لحديث أحمد :قصوا سبالكم ووفروا عثانينكم وخالفوا أهل الكتاب

وقالوا :يسن الأخذ من الشارب كل جمعة لما روي :أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يأخذ أظفاره وشاربه كل جمعة فإن تركه فوق أربعين يوما كره لحديث أنس السابق :وقت لنا في قص الشارب . . .إلخ؛ وعللوا الأخذ من الشارب كل جمعة بأنه إذا ترک يصير وحشا(الموسوعة الفقهية الكويتية،ج۲۵،ص۳۱۹،الی ص ۳۲۱،مادة شارب، الأخذ من الشارب)

(قوله فيستحب توفير شاربه وأظفاره) الأنسب في التعبير :فيوفر أظفاره، وكذا شاربه .وفي المنح ذكر أن عمر بن الخطاب -رضي الله عنه- كتب إلينا :وفروا الأظافير في أرض العدو فإنها سلاح

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

ناک سے آنے والی رطوبت اور سانس سے اور منہ کے ذریعے کھانے پینے والی چیزوں سے مونچھوں کے بال ملوّث ہونے کا امکان ہوتا ہے، اور جب ہر ہفتہ میں ایک مرتبہ یا کم از کم چالیس دن میں ایک مرتبہ مونچھوں کو صاف کرلیا جائے گا، تو صفائی ستھرائی کا عمدہ طریقہ پر لحاظ ہوجاتا ہے، اور زینت بھی حاصل ہوجاتی ہے۔

مونچھیں تراشنے یا مونڈنے کا حکم

مرد حضرات کو مونچھیں اہتمام کے ساتھ قینچی وغیرہ سے تراشنا بہتر ہے، اور استرے وغیرہ سے مونڈنے میں اختلاف ہے، بعض اہلِ علم حضرات نے جائز جبکہ بعض نے مستحب قرار دیا ہے، اس لئے مونڈنے میں بھی حرج نہیں۔ [1]

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

لأنه إذا سقط السلاح من يده وقرب العدو منه ربما يتمكن من دفعه بأظافيره وهو نظير قص الشارب، فإنه سنة وتوفيره في دار الحرب للغازي مندوب، ليكون أهيب في عين العدو اهـ ملخصا (رد المحتار، ج٦، ص٤٠٥، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع)

ذهب الفقهاء إلى أنه يستحب لمن يريد حضور الجمعة تحسين هيئته بقص الشارب وغير ذلك من الأمور المندوبة في ذلك اليوم لحديث عبد الله بن عمرو بن العاص -رضي الله تعالى عنهما- الذي رواه البغوي، وقد سبق؛ ولأن الجمعة من أعظم شعائر الإسلام فاستحب أن يكون المقيم لها على أحسن وصف، وإظهارا لفضيلة يوم الجمعة فإنه كما جاء في الحديث سيد الأيام وذهب جمهور الفقهاء إلى أن الأخذ من الشارب يكون قبل حضور صلاة الجمعة، ولكن الحنفية قالوا :إن حلق الشعر يوم الجمعة بعد الصلاة أفضل لتناله بركة الصلاة (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٥،ص ٣٢٣،مادة شارب، الأخذ من الشارب يوم الجمعة)

[1] اکثر فقہائے کرام کے نزدیک مونچھوں کے بالوں کو خوب مبالغہ کر کے قینچی وغیرہ سے تراشنا بہتر ہے، اور بعض حنفیہ کا بھی یہی قول ہے، کیونکہ بہت سی احادیث میں مونچھوں کے بارے میں نیچا کرنے اور اہتمام و مبالغہ سے کاٹنے کے الفاظ آئے ہیں، اور جن الفاظ سے مونڈنا ظاہر ہوتا ہے، ان سے تراشنے میں مبالغہ کرنا مراد ہے، جس سے دونوں قسم کی احادیث میں جمع ہوجاتا ہے، جبکہ بعض حنفیہ نے مونڈنے کو افضل و احسن قرار دیا ہے۔

ذهب الحنفية إلى أن حلق الشارب سنة وقصه أحسن، وقال الطحاوي :حلقه أحسن من القص، لقوله صلى الله عليه وسلم :أحفوا الشوارب، وأعفوا اللحى . والإحفاء :الاستئصال، وهو قول لدى الشافعية.

﴿ بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں ﴾

احادیث میں مونچھوں کو کاٹنے، تراشنے اور نیچا کرنے کا حکم آیا ہے، اس لئے خوب مبالغہ کر کے کاٹ لینا مناسب ہے، اور اگر کوئی استرے وغیرہ سے منڈائے، تو اگر چہ بعض حضرات نے اس کو ناپسند کیا ہے، جبکہ بعض نے پسندیدہ قرار دیا ہے، بہر حال اس کی بھی گنجائش موجود ہے، اس لئے وہ بھی قابلِ ملامت نہیں، کیونکہ دونوں صورتوں میں شریعت کا مقصود یعنی مونچھوں کو پست کرنا اور لمبا نہ کرنا حاصل ہو جاتا ہے۔ [۱]

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

ويرى الغزالى من الشافعية أنه بدعة .وهو رواية عند الحنفية أيضا

ويرى المالكية أن الشارب لا يحلق، بل يقص.

وذهب الشافعية إلى كراهة حلق الشارب واستحباب قصه عند الحاجة حتى يبين طرف الشفة بيانا ظاهرا.

وعند الحنابلة يسن حف الشارب أو قص طرفه، والحف أولى نصا، (وفسروا الحف بالاستقصاء أى المبالغة فى القص(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج١٨ ،ص٩٧ ،ماده حلق، حلق الشارب)

وقد ظن صاحب الهداية من تعبير محمد فى الجامع الصغير هنا بالأخذ أن السنة قص الشارب لا حلقه ردا على الطحاوى القائل بسنية الحلق، وليس كما ظن؛ لأن محمدا لم يقصد هنا بيان السنة، وإنما قصد بيان حكم هذه الجناية بإزالة الشعر بأى طريق كان؛ ولهذا ذكر الحلق فى الإبط واختار فى الهداية سنية النتف لا الحلق؛ ولأن الأخذ أعم من الحلق؛ لأن الحلق أخذ، وليس القص متبادرا من الأخذ والوارد فى الصحيحين أحفوا الشوارب وأعفوا اللحى ، وهو المبالغة فى القطع فبأى شىء حصل حصل المقصود غير أنه بالحلق بالموسى أيسر منه بالقص فلذا قال الطحاوى :الحلق احسن من القص، وقد يكون مثله بسبب بعض الآلات الخاصة بقص الشارب، وأما ذكر القص فى بعض الأحاديث فالمراد منه المبالغة فى الاستئصال(البحر الرائق، ج٣، ص١٢، كتاب الحج، باب الجنايات فى الحج)

[۱] وأما القص فهو الذى فى أكثر الأحاديث كما هنا وفى حديث عائشة وحديث أنس كذلك كلاهما عند مسلم وكذا حديث حنظلة عن ابن عمر فى أول الباب وورد الخبر بلفظ الحلق وهى رواية النسائى عن محمد بن عبد الله بن يزيد عن سفيان بن عيينة بسند هذا الباب ورواه جمهور أصحاب ابن عيينة بلفظ القص وكذا سائر الروايات عن شيخه الزهرى ووقع عند النسائى من طريق سعيد المقبرى عن أبى هريرة بلفظ تقصير الشارب نعم وقع الأمر بما يشعر بأن رواية الحلق محفوظة كحديث العلاء بن عبد الرحمن عن أبيه عن أبى هريرة عند مسلم بلفظ جزوا الشوارب وحديث ابن عمر المذكور فى الباب الذى يليه بلفظ أحفوا الشوارب وفى الباب الذى يليه بلفظ انهكوا الشوارب فكل هذه الألفاظ تدل على أن المطلوب المبالغة فى الإزالة لأن الجز وهو بالجيم والزاى الثقيلة قص الشعر والصوف إلى أن يبلغ الجلد والإحفاء بالمهملة والفاء الاستقصاء ومنه

﴿ بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں ﴾

مونچھیں کاٹتے وقت دائیں طرف سے ابتداء

مونچھوں کو کاٹتے وقت دائیں طرف سے ابتدا کرنا مستحب ہے کہ پہلے دائیں طرف کے حصہ سے کاٹی جائیں، اور اس کے بعد بائیں طرف سے، اور اگر کوئی بائیں طرف سے پہلے کاٹے،

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

حتى احفوه بالمسألة قال أبو عبيد الهروى معناه الزقوا الجز بالبشرة وقال الخطابى هو بمعنى الاستقصاء والنهک بالنون والكاف المبالغة فى الإزالة ومنه ما تقدم فى الكلام على الختان قوله صلى الله عليه وسلم للخافضة أشمى ولا تنهكى أى لا تبالغى فى ختان المرأة وجرى على ذلک أهل اللغة وقال ابن بطال النهک التأثير فى الشىء وهو غير الاستئصال قال النووى المختار فى قص الشارب أنه يقصه حتى يبدو طرف الشفة ولا يحفه من أصله وأما رواية أحفوا فمعناها أزيلوا ما طال على الشفتين قال ابن دقيق العيد ما أدرى هل نقله عن المذهب أو قاله اختيارا منه لمذهب مالک قلت صرح فى شرح المهذب بأن هذا مذهبنا وقال الطحاوى لم أر عن الشافعى فى ذلک شيئا منصوصا وأصحابه الذين رأيناهم كالمزنى والربيع كانوا يحفون وما أظنهم أخذوا ذلک إلا عنه وكان أبو حنيفة وأصحابه يقولون الاحفاء أفضل من التقصير وقال ابن القاسم عن مالک إحفاء الشارب عندى مثلة والمراد بالحديث المبالغة فى أخذ الشارب حتى يبدو حرف الشفتين وقال أشهب سألت مالكا عمن يحفى شاربه فقال أرى أن يوجع ضربا وقال لمن يحلق شاربه هذه بدعة ظهرت فى الناس اهـ وأغرب ابن العربى فنقل عن الشافعى أنه يستحب حلق الشارب وليس ذلک معروفا عند أصحابه قال الطحاوى الحلق هو مذهب أبى حنيفة وأبى يوسف ومحمد اه وقال الأثرم كان أحمد يحفى شاربه إحفاء شديدا ونص على أنه أولى من القص وقال القرطبى وقص الشارب أن يأخذ ما طال على الشفة بحيث لا يؤذى الأكل ولا يجتمع فيه الوسخ قال والجز والإحفاء هو القص المذكور وليس بالاستئصال عند مالک قال وذهب الكوفيون إلى أنه الاستئصال وبعض العلماء إلى التخيير فى ذلک قلت هو الطبرى فإنه حكى قول مالک وقول الكوفيين ونقل عن أهل اللغة أن الإحفاء الاستئصال ثم قال دلت السنة على الأمرين ولا تعارض فإن القص يدل على أخذ البعض والإحفاء يدل على أخذ الكل وكلاهما ثابت فيتخير فيما شاء وقال ابن عبد البر الإحفاء محتمل لأخذ الكل والقص مفسر للمراد والمفسر مقدم على المجمل اهـ ويرجح قول الطبرى ثبوت الأمرين معا فى الأحاديث المرفوعة فأما الاقتصار على القص ففى حديث المغيرة بن شعبة ضفت النبى صلى الله عليه وسلم وكان شاربى وفى فقصه على سواک أخرجه أبو داود واختلف فى المراد بقوله على سواک فالراجح أنه وضع سواكا عند الشفة تحت الشعر وأخذ الشعر بالمقص وقيل المعنى قصه على أثر سواک أى بعد ما تسوک ويؤيد الأول ما أخرجه البيهقى فى هذا الحديث قال فيه فوضع السواک تحت الشارب وقص عليه وأخرج البزار من حديث عائشة أن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اوراس کے بعد دائیں طرف سے کاٹے،تو بھی گناہ نہیں۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

النبی صلی الله علیه وسلم أبصر رجلا وشاربه طویل فقال ائتونی بمقص وسواک فجعل السواک علی طرفه ثم أخذ ما جاوزه وأخرج الترمذی من حدیث ابن عباس وحسنه کان النبی صلی الله علیه وسلم یقص شاربه وأخرج البیهقی والطبرانی من طریق شرحبیل بن مسلم الخولانی قال رأیت خمسة من أصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم یقصون شواربهم أبو أمامة الباهلی والمقدام بن معدی کرب الکندی وعتبة بن عوف السلمی والحجاج بن عامر الثمالی وعبد الله بن بسر وأما الإحفاء ففی روایة میمون بن مهران عن عبد الله بن عمر قال ذکر رسول الله صلی الله علیه وسلم المجوس فقال إنهم یوفون سبالهم ویحلقون لحاهم فخالفوهم قال فکان ابن عمر یستقرض سبلته فیجزها کما یجز الشاة أو البعیر أخرجه الطبری والبیهقی وأخرجا من طریق عبد الله بن أبی رافع قال رأیت أبا سعید الخدری وجابر بن عبد الله وابن عمر ورافع بن خدیج وأبا أسید الأنصاری وسلمة بن الأکوع وأبا رافع ینهکون شواربهم کالحلق لفظ الطبری وفی روایة البیهقی یقصون شواربهم مع طرف الشفة وأخرج الطبری من طرق عن عروة وسالم والقاسم وأبی سلمة أنهم کانوا یحلقون شواربهم وقد تقدم فی أول الباب أثر ابن عمر أنه کان یحفی شاربه حتی ینظر إلی بیاض الجلد لکن کل ذلک محتمل لأن یراد استئصال جمیع الشعر النابت علی الشفة العلیا ومحتمل لأن یراد استئصال ما یلاقی حمرة الشفة من أعلاها ولا یستوعب بقیتها نظرا إلی المعنی فی مشروعیة ذلک وهو مخالفة المجوس والأمن من التشویش علی الأکل وبقاء زهومة المأکول فیه وکل ذلک یحصل بما ذکرنا وهو الذی یجمع مفترق الأخبار الواردة فی ذلک وبذلک جزم الداودی فی شرح أثر ابن عمر المذکور وهو مقتضی تصرف البخاری لأنه أورد أثر ابن عمر وأورد بعده حدیثه وحدیث أبی هریرة فی قص الشارب فکأنه أشار إلی أن ذلک هو المراد من الحدیث وعن الشعبی أنه کان یقص شاربه حتی یظهر حرف الشفة العلیاء وما قاربه من أعلاه ویأخذ ما یزید مما فوق ذلک وینزع ما قارب الشفة من جانبی الفم ولا یزید علی ذلک وهذا أعدل ما وقفت علیه من الآثار وقد أبدی ابن العربی لتخفیف شعر الشارب معنی لطیفا فقال إن الماء النازل من الأنف یتلبد به الشعر لما فیه من اللزوجة ویعسر تنقیته عند غسله وهو بإزاء حاسة شریفة وهی الشم فشرع تخفیفه لیتم الجمال والمنفعة به قلت وذلک یحصل بتخفیفه ولا یستلزم إحفافه وإن کان أبلغ وقد رجح الطحاوی الحلق علی القص بتفضیله صلی الله علیه وسلم الحلق علی التقصیر فی النسک وهی ابن التین الحلق بقوله صلی الله علیه وسلم لیس منا من حلق وکلاهما احتجاج بالخبر فی غیر ما ورد فیه ولا سیما الثانی ویؤخذ مما أشار إلیه ابن العربی مشروعیة تنظیف داخل الأنف وأخذ شعره إذا طال والله أعلم (فتح الباری، ج۱۰، ۳۴۷ الی ۳۴۸، باب قص الشارب)

[1] ویستحب الابتداء بقص الجهة الیمنی من الشارب (منحة الخالق علی البحر الرائق، ج۳، ص۱۲، کتاب الحج، باب الجنایات فی الحج)

وأما قص الشارب فسنة أیضا ویستحب أن یبدأ بالجانب الأیمن وهو مخیر بین القص بنفسه وبین

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

مونچھوں کے دائیں بائیں کناروں کا حکم

مونچھوں کے دائیں بائیں ڈاڑھی کے ساتھ متصل کناروں کے بالوں کے بارے میں فقہائے کرام کا اختلاف ہے کہ یہ ڈاڑھی کا حصہ ہیں یا مونچھوں کا، اگر ڈاڑھی کا حصہ قرار دیا جائے، تو ان کا کاٹنا منع ہوگا، اور مونچھوں کا حصہ قرار دیا جائے، تو کاٹنے کا حکم ہوگا۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

أن يولي ذلك غيره لحصول المقصود من غير هتك مرؤة ولا حرمة بخلاف الإبط والعانة وأما حد ما يقصه فالمختار أنه يقص حتى يبدو طرف الشفة ولا يحفه من أصله وأما روايات أحفوا الشوارب فمعناها أحفوا ما طال على الشفتين والله أعلم(شرح النووي على مسلم، ج۳ص۱۴۹، كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة)

[1] السبال لغة :جمع السبلة، وسبلة الرجل :الدائرة التي في وسط شفته العليا، وقيل :السبلة ما على الشارب من الشعر، وقيل :طرفه، وقيل :هي مقدم اللحية، وقيل :هي اللحية ، وعلى كونه بمعنى ما على الشارب من الشعر ورد الحديث :قصوا سبالكم، ووفروا عثانينكم، وخالفوا أهل الكتاب ، وعلى كونه بمعنى اللحية ورد قول جابر " :كنا نعفي السبال إلا في حج أو عمرة ."

أما الفقهاء فقد جعلوا السبال مفردا، وهو عندهم :طرف الشارب .قال ابن عابدين :السبالان طرفا الشارب، قال :قيل :وهما من الشارب،

وقيل من اللحية .وقال ابن حجر مثل ذلك(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۵،ص ۲۲۳،مادة لحية،السبال)

تقدم أن السبالين قد اختلف فيهما هل هما من الشاربين أم من اللحية، وعليه ينبني الخلاف فيهما، قال ابن عابدين :أما طرفا الشارب وهما السبالان، فقيل :هما من الشارب وقيل :من اللحية، وعليه فقد قيل :لا بأس بتركهما، وقيل :يكره لما فيه من التشبه بالأعاجم وأهل الكتاب، قال :وهذا أولى بالصواب .

وقال ابن حجر :اختلف في السبالين فقيل :هما من الشارب ويشرع قصهما معه، وقيل :هما من جملة شعر اللحية، وأما القص فهو الذي في أكثر الأحاديث . وذهب الحنابلة إلى أن السبالين من الشارب فيشرع قصهما معه .

قال ابن عمر رضي الله تعالى عنهما :ذكر رسول الله صلى الله عليه وسلم المجوس فقال :إنهم يوفون سبالهم ويحلقون لحاهم فخالفوهم قال :فكان ابن عمر يستعرض سبلته فجزها(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۵،ص ۲۲۶،مادة لحية،قص السبالين)

وأما طرفا الشارب وهما السبالان، فقيل هما منه، وقيل من اللحية، وعليه فقيل لا بأس بتركهما، وقيل يكره لما فيه من التشبه بالأعاجم وأهل الكتاب، وهذا أولى بالصواب، وتمامه في حاشية نوح (ردالمحتار، ج۲ص۵۵۰، كتاب الحج، باب الجنايات في الحج) ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ہمارے نزدیک راجح یہ ہے کہ منہ بند کرنے کے بعد جو بال اوپر والے ہونٹ کے کناروں (یعنی دونوں ہونٹوں کے جوڑوں) سے اوپر ناک کی طرف ہوں، ان کو کاٹ دینا چاہئے، کیونکہ ان کے مونچھوں میں داخل ہونے کا امکان غالب ہے، اور جو اس سے نیچے ٹھوڑی کی طرف ہوں، ان کو نہیں کاٹنا چاہئے، کیونکہ ان کے ڈاڑھی میں داخل ہونے کا امکان غالب ہے۔

اور جو بال ان کناروں کے بالکل سامنے اور محاذات میں ہوں، ان کو کاٹنے اور چھوڑنے کا اختیار ہے، کیونکہ ان کا ڈاڑھی یا مونچھوں دونوں بلکہ رخسار میں ہونے کا احتمال برابر ہے۔

ڈاڑھی میں خضاب لگانے کا حکم

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد مروی ہے کہ:

قَوْمٌ يَخْضِبُوْنَ بِهٰذَا السَّوَادِ آخِرَ الزَّمَانِ كَحَوَاصِلِ الْحَمَامِ، لَا يَرِيْحُوْنَ رَائِحَةَ الْجَنَّةِ (نسائی) [1]

ترجمہ: آخری زمانہ میں کبوتروں کے پوٹوں کی طرح سیاہ خضاب کرنے والی ایک قوم آئے گی، جو کہ جنت کی خوشبو نہیں پاسکے گی (نسائی)

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

(قوله :وهو المبالغة في القطع) قال نوح أفندي والمراد بالإحفاء هنا قطع ما طال على الشفتين حتى تبدو الشفة العليا لا القص من أصله فالمعنى بالغوا في قص ما طال من الشوارب حتى يبين طرف الشفة العليا بيانا ظاهرا ويستحب الابتداء بقص الجهة اليمنى من الشارب واختلفوا هل يقص طرفاه أيضا، وهما المسميان بالسبالين أم يتركهما كما يفعله كثير من الناس قيل لا بأس بترك سباليه فعل ذلك عمر وغيره، وقيل كره بقاء السبال لما فيه من التشبه بالأعاجم بل بالمجوس، وأهل الكتاب، وهذا أولى بالصواب لما رواه ابن حبان في صحيحه من حديث ابن عمر قال ذكر لرسول الله -صلى الله عليه وسلم -المجوس فقال :إنهم يوفرون سبالهم ويحلقون لحاهم فخالفوهم فكان ابن عمر يجز كما تجز الشاة أو البعير(منحة الخالق علىٰ هامش البحر الرائق ج۳ص۱۲ ، كتاب الحج، باب الجنايات في الحج)

[1] رقم الحديث ۵۰۷۵، كتاب الزينة، باب النهي عن الخضاب بالسواد

www.idaraghufran.org

اور حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ سے ہی ایک روایت میں یہ الفاظ مروی ہیں کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: يَكُوْنُ فِيْ آخِرِ الزَّمَانِ قَوْمٌ يُسَوِّدُوْنَ أَشْعَارَهُمْ، لَا يَنْظُرُ اللّٰهُ إِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (المعجم الأوسط للطبراني، رقم الحديث ۳۸۰۳) [1]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آخری زمانہ میں ایک قوم آئے گی، جو اپنے بالوں کو سیاہ کرے گی، جن کی طرف قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نظرِ رحمت نہیں فرمائیں گے (طبرانی)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: غَيِّرُوْا الشَّيْبَ ، وَلَا تُقَرِّبُوْهُ السَّوَادَ (مسند احمد، رقم الحديث ۱۳۵۸۸) [2]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم (بالوں کی) سفیدی کو (خضاب کے ذریعے سے) تبدیل کردو، مگر سیاہ (خضاب) کو اس کے قریب نہ کرو (مسند احمد)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أُتِيَ بِأَبِيْ قُحَافَةَ يَوْمَ فَتْحِ مَكَّةَ وَرَأْسُهُ وَلِحْيَتُهُ كَالثَّغَامَةِ بَيَاضًا، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: غَيِّرُوْا هٰذَا بِشَيْءٍ، وَاجْتَنِبُوْا السَّوَادَ (مسلم) [3]

ترجمہ: ابو قحافہ کو فتح مکہ کے دن (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں) لایا گیا، اور ان کا سر اور ان کی ڈاڑھی ثغامہ (یعنی ایک مخصوص درخت جس کے پھل، پھول

---

[1] قال الهيثمي: رواه الطبراني في الأوسط، وإسناده جيد (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ۸۷۹۳، باب ما جاء في الشيب والخضاب)

[2] في حاشية مسند احمد: حديث صحيح.

[3] رقم الحديث ۲۱۰۲ "۷۹" كتاب اللباس والزينة، باب في صبغ الشعر وتغيير الشيب.

سفید ہوتے ہیں) کی طرح سفید تھے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس سفیدی کو کسی چیز (مہندی وغیرہ کے خضاب) سے تبدیل کردو، اور سیاہ (خضاب) سے پرہیز کرو (مسلم)

اس قسم کی حدیث اور سندوں سے بھی مروی ہے۔ [1]

جس کے پیشِ نظر فقہائے کرام نے فرمایا کہ ڈاڑھی کے سفید بالوں میں مہندی کا سرخ خضاب سنت ہے۔ [2]

اور عام حالات میں سفید بالوں میں خالص سیاہ خضاب لگانا منع ہے۔

---

[1] سئل أنس بن مالک عن خضاب رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقال :إن رسول الله صلى الله عليه وسلم لم يكن شاب إلا يسيرا، ولكن ابا بكر وعمر بعده خضبا بالحناء والكتم .قال :وجاء أبو بكر بأبيه أبي قحافة إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم يوم فتح مكة يحمله حتى وضعه بين يدي رسول الله صلى الله عليه وسلم، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم لأبي بكر " :لو أقررت الشيخ في بيته، لأتيناه تكرمة لأبي بكر . "فأسلم ولحيته ورأسه كالثغامة بياضا، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم " : غيروهما، وجنبوه السواد "(مسند احمد ، رقم الحديث ١٢٦٣٥)

في حاشية مسند احمد: إسناده صحيح على شرط مسلم.

[2] اگر یہ شبہ کیا جائے کہ احادیث میں سفید بالوں کو مسلم کا نور قرار دیا گیا ہے، اور ان کو اکھاڑنے سے منع کیا گیا ہے، پھر سرخ خضاب یا مہندی کا خضاب سنت ومستحب کیسے ہوسکتا ہے؟

اس کے جواب میں عرض ہے کہ احادیث میں سفید بال اکھاڑنے کی ممانعت آئی ہے، جس میں ان بالوں کا زائل کرنا اور ایک طرح سے ''تغییرِ خلق اللہ'' پایا جاتا ہے، اور سرخ خضاب ومہندی کے خضاب میں ان کو باقی رکھا جاتا ہے، اور سرخ وزرد خضاب سے اگرچہ سفید بالوں کا رنگ تو تبدیل ہوجاتا ہے، مگر اس میں ''تغییرِ خلق اللہ'' نہیں ہوتی، دوسرا رنگ ہونے کی وجہ سے ان کے سفید ہونے کی حیثیت ختم نہیں ہوتی، مخاطب بھی یہی سمجھتا ہے کہ اس کے بال درحقیقت سفید ہیں، جن پر خضاب کیا گیا ہے، برخلاف سیاہ خضاب کے کہ اس میں سفیدی کا زوال پایا جاتا ہے، اسی وجہ سے مخاطب کو بھی بالوں کے اصل سیاہ اور جوان ہونے کا دھوکہ ہوتا ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

يسن صبغ اللحية بغير السواد إذا ظهر فيها الشيب، أما بالسواد فذهب جمهور الفقهاء إلى أنه يكره صبغها بالسواد في غير الحرب، وقال الشافعية :تحرم لغير المجاهدين (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٥،ص ٢٢٧ ،مادة لحية،صبغ اللحية)

قال ابن العربي :وإنما نهى عن النتف دون الخضب ;لأن فيه تغيير الخلقة من أصلها بخلاف الخضب، فإنه لا يغير الخلقة على الناظر إليه، والله الموفق(مرقاة المفاتيح، ج٧ص ٢٨٣٠، كتاب اللباس، باب الترجل)

البتہ بعض فقہائے کرام کے نزدیک غازی ومجاہد کو عملاً جہاد کرنے کے موقع پر دشمنوں پر رعب ڈالنے کے لیے سیاہ خضاب کرنا جائز ہے۔ [1]

---

[1] التسويد بالخضاب:

ذهب الحنفية والمالكية والحنابلة إلى أن خضاب الرجل بالسواد مكروه في غير الجهاد في الجملة.

وللحنفية والمالكية في ذلك تفصيل: قال ابن عابدين: يكره الخضاب بالسواد أي لغير الحرب، قال في الذخيرة: أما الخضاب بالسواد للغزو - ليكون أهيب في عين العدو - فهو محمود بالاتفاق. وإن كان ليزين نفسه للنساء فمكروه، وعليه عامة المشايخ. وبعضهم جوزه بلا كراهة. روي عن أبي يوسف أنه قال: كما يعجبني أن تتزين لي يعجبها أن أتزين لها.

وقال المالكية: الخضاب بالسواد إذا كان للتغرير فهو حرام. كمن أراد نكاح امرأة فصبغ شعر لحيته الأبيض، بالسواد. وإن كان للجهاد حتى يوهم العدو الشباب ندب. وإن كان للتشاب كره. وإن كان مطلقا فقولان: بالكراهة والجواز.

وقال الشافعية: إن الخضاب بالسواد حرام في الجملة، ولهم في ذلك تفصيل وخلاف. قال النووي في المجموع: اتفقوا على ذم خضاب الرأس واللحية بالسواد، ثم قال: قال: الغزالي في الإحياء، والبغوي في التهذيب، وآخرون من الأصحاب: هو مكروه. وظاهر عبارتهم أنه مكروه كراهة تنزيه، والصحيح - بل الصواب - أنه حرام. وممن صرح بتحريمه صاحب الحاوي في باب الصلاة بالنجاسة، قال: إلا أن يكون في الجهاد، وقال في آخر كتاب الأحكام السلطانية يمنع المحتسب الناس من خضاب الشيب بالسواد إلا المجاهد، ودليل تحريمه حديث جابر رضي الله عنه قال: أتي بأبي قحافة والد أبي بكر الصديق رضي الله عنهما يوم فتح مكة ورأسه ولحيته كالثغامة بياضا. فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: غيروا هذا، واجتنبوا السواد، وعن ابن عباس رضي الله عنهما قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: يكون قوم يخضبون في آخر الزمان بالسواد كحواصل الحمام، لا يريحون رائحة الجنة، (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۱۱، ص ۲۵۵، مادہ تزویر) ولا فرق في المنع من الخضاب بالسواد بين الرجل والمرأة. هذا مذهبنا، وحكي عن إسحاق بن راهويه أنه رخص فيه للمرأة تتزين به لزوجها.

وقال النووي في روضة الطالبين: خضاب المرأة بالسواد إن كانت خلية من الزوج وفعلته فهو حرام، وإن كانت زوجة وفعلته بإذنه فجائز على المذهب، وقيل: وجهان كوصل الشعر.

وقال الرملي: يحرم على المرأة الخضاب بالسواد، فإن أذن لها زوجها في ذلك جاز؛ لأن له غرضا في تزينها له، كما في الروضة وأصلها، وهو الأوجه.

هذا في خضب الرجل والمرأة الشعر بالسواد، أما خضبهما الشعر بغير السواد، كالحمرة والصفرة مثلا، وخضبهما غير الشعر كاليدين والرجلين ففيه تفصيل يذكر في موطنه.

وقال الحافظ في الفتح: إن من العلماء من رخص في الاختضاب بالسواد مطلقا، ومنهم من رخص فيه للرجال دون النساء. وتفصيل ذلك في مصطلح: (اختضاب)(الموسوعة الفقهية الكويتية، ۱۱، ص ۳۵۱، مادہ تسوید)

اور یہ حکم اس خضاب کے بارے میں ہے، جس میں دھوکہ دہی اور عمر کو چھپانا لازم آتا ہے، اور یہ بات خالص سیاہ خضاب میں پائی جاتی ہے، جس میں بالوں کی سفیدی چھپ کر حقیقی سیاہی کے مشابہ ہو جاتی ہے۔

اور کیونکہ سیاہ خضاب کے ممنوع ہونے کی اصل وجہ عمر کو چھپانا اور دوسرے کو دھوکہ میں مبتلا کرنا ہے، لہٰذا اگر کسی جوان آدمی کے بال قبل از وقت کسی بیماری وغیرہ کی وجہ سے سفید ہو جائیں، تو اسے سیاہ خضاب استعمال کرنے کی گنجائش ہے۔ [1]

جو خضاب خالص سیاہ نہ ہو، بلکہ کسی اور رنگ کا ہو، مثلاً مہندی کے رنگ کا، تو اس کی ممانعت نہیں، کیونکہ اس میں جھوٹ اور دھوکہ دہی لازم نہیں آتی، اور اگر کوئی خضاب خالص اور بالکل سیاہ تو نہ ہو، البتہ اُس میں کچھ سیاہی شامل ہو (جس سے بالوں کی سفیدی چھپ کر مکمل سیاہی میں تبدیل نہ ہو) تو اس کی بھی گنجائش ہے۔ [2]

---

[1] کیونکہ اس صورت میں عمر کو چھپانا اور دوسرے کے سامنے اپنے آپ کو جوان ظاہر کرنے کا گناہ نہیں پایا جاتا، بلکہ ایک طرح کا اظہارِ حقیقت ہے، کیونکہ سیاہ بال اس کی طبعی عمر کا تقاضا ہے، نیز قبل از وقت یعنی جوانی میں بالوں کا سفید ہونا ایک عیب ہے، اور ازالۂ عیب شرعاً جائز ہے (کذا فی امداد الفتاویٰ ج ۴ ص ۲۱۴، احسن الفتاویٰ ج ۸ ص ۱۸۳)

اب رہا یہ کہ بڑھاپا کس عمر سے شروع ہوتا ہے، تو اس سلسلہ میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ چالیس سال پورے ہونے کے بعد انحطاط اور کمزوری شروع ہو جاتی ہے (ملاحظہ ہو: معارف القرآن ج ۶ ص ۴۲۲)

جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قمری یعنی چاند کے اعتبار سے چالیس سال سے پہلے بال سفید ہو جانے کی صورت میں سیاہ خضاب کی گنجائش ہے، لیکن اگر پرہیز کیا جائے اور کچھ سیاہی کی آمیزش والے خضاب (جیسے بھورے رنگ) سے تقاضا پورا کرنے پر اکتفاء کیا جائے تو زیادہ احتیاط معلوم ہوتی ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

[2] وقال بعض علمائنا من الشراح :یعني خضاب الشيب بحيث يبلغ به إلى السواد فيتشبه بالشباب إخفاء لشيبه وتعمية على أعين الناظرين دون الخضاب بالحناء ، فإنه تغيير لا يلعبس معه حقيقة الشيب اهـ(مرقاة المفاتيح، ج۷ص ۲۸۰۳، كتاب اللباس، باب الخاتم)

الخضاب في اللغة اللون ولا يجب أن يكون سواداً، وفي الحديث النهي الشديد عن الخضاب الأسود الذي لا يميز به بين الشيخ والشاب، وأما اختلاط الحناء والكتم فجائز، وزعم الناس أن الكتم الوسمة المتخذة من النيل، وهكذا قال المحشي، والحق أن الكتم تجلب من اليمن وتشدد الأحمرية، لا السواد والوسمة إذا لم تكن أسوداً شد السواد ويميز بين الشيخ والشاب فجائزة، كما في موطأ محمد(العرف الشذي للكشميري، ج۳ص ۲۵۸، باب ما جاء في الخضاب)

ڈاڑھی کے سفید بالوں کو اکھاڑنا

عمر کے تقاضے کی وجہ سے ڈاڑھی کے جو بال سفید ہو جائیں، اُن کو اُکھاڑنا منع ہے۔ [1]

حضرت عمرو بن عبداللہ بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهٰى عَنْ نَتْفِ الشَّيْبِ، وَقَالَ: إِنَّهُ نُوْرُ الْمُسْلِمِ (ترمذی) [2]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سفید بال اُکھاڑنے سے منع فرمایا، اور فرمایا کہ یہ مسلمان کا نور ہے (ترمذی)

اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَنْتِفُوا الشَّيْبَ، فَإِنَّهُ نُوْرُ الْمُسْلِمِ، مَا مِنْ مُسْلِمٍ يَشِيْبُ شَيْبَةً فِي الْإِسْلَامِ إِلَّا كُتِبَ لَهُ بِهَا حَسَنَةٌ، وَرُفِعَ بِهَا دَرَجَةً، أَوْ حُطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيْئَةٌ (مسند احمد) [3]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سفید بالوں کو مت اکھاڑو، کیونکہ یہ مسلم کا نور ہے، جس مسلم کا بھی اسلام کی حالت میں کوئی بال سفید ہو، تو اس کے بدلہ میں ایک نیکی لکھی جاتی ہے، اور اس کے ذریعے سے ایک درجہ بلند کیا جاتا ہے،

---

[1] یکرہ نتف الشیب لحدیث عمرو بن شعیب عن أبیه عن جده عن النبی صلی اللہ علیه وسلم قال لا تنتفوا الشیب فإنه نور المسلم یوم القیامة حدیث حسن رواہ أبو داود والترمذی والنسائی وغیرهم بأسانید حسنة قال الترمذی حدیث حسن هکذا :قال أصحابنا یکرہ صرح به الغزالی کما سبق والبغوی وآخرون :ولو قیل یحرم للنهی الصریح الصحیح لم یبعد :ولا فرق بین نتفه من اللحیة والرأس (المجموع شرح المهذب، ج ۱ ص ۲۹۲، ۲۹۳، کتاب الطهارة، باب السواک)

[2] رقم الحدیث ۲۸۲۱، کتاب الادب، باب ما جاء فی النهی عن نتف الشیب.

قال الترمذی: هذا حدیث حسن "قد روی عن عبد الرحمن بن الحارث، وغیر واحد عن عمرو بن شعیب.

[3] رقم الحدیث ۶۶۷۲، ابوداؤد، کتاب الترجل، باب فی نتف الشیب.

فی حاشیة مسند احمد: صحیح لغیرہ.

یا اس کی وجہ سے ایک گناہ معاف کیا جاتا ہے (مسند احمد، ابوداؤد)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: لَا تَنْتِفُوْا الشَّيْبَ فَإِنَّهُ نُوْرٌ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَمَنْ شَابَ شَيْبَةً فِي الْإِسْلَامِ كُتِبَ لَهُ بِهَا حَسَنَةٌ وَحُطَّ عَنْهُ بِهَا خَطِيْئَةٌ وَرُفِعَ لَهُ بِهَا دَرَجَةٌ (صحیح ابن حبان) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سفید بالوں کو مت اکھاڑو، کیونکہ یہ قیامت کے دن نور کا باعث ہوں گے، اور اسلام کی حالت میں جو بال سفید ہو تو اس کے بدلہ میں ایک نیکی لکھی جاتی ہے، اور اس کا ایک گناہ معاف کیا جاتا ہے، اور اس کے ذریعہ سے ایک درجہ بلند کیا جاتا ہے (ابن حبان)

یعنی ایک سفید بال ہونے پر ایک نیکی لکھی جاتی، اور ایک گناہ معاف کیا جاتا ہے، اور ایک درجہ بلند کیا جاتا ہے، اور اس طرح سے جتنے بال سفید ہوتے جاتے ہیں، اتنا ہی گناہ معاف ہونے اور نیکی حاصل ہونے اور درجہ بلند ہونے کا سلسلہ آگے بڑھتا جاتا ہے۔ [2]

---

[1] رقم الحديث ۲۹۸۵، كتاب الجنائز، ذكر كتبة الله جل وعلا الحسنات وحط السيئات ورفع الدرجات للمسلم بالشيب في الدنيا.

في حاشية ابن حبان: إسناده حسن.

[2] اور بالوں میں مسنون و مستحب خضاب لگانا اس کے خلاف نہیں، جیسا کہ پہلے گزرا۔

(وعن عمرو بن شعيب، عن أبيه، عن جده قال :قال رسول الله -صلى الله عليه وسلم :لا تنتفوا) : بكسر التاء الثانية (الشيب) : أى الشعر الأبيض (فإنه نور المسلم) : الإضافة للاختصاص، أى وقاره المانع من الغرور بسبب انكسار النفس عن الشهوات والفتور، وهو المؤدى إلى نور الأعمال الصالحة فيصير نورا فى قبره، ويسعى بين يديه فى ظلمات حشره، ولا ينافيه التعبير السابق لإرغام الأعداء وإظهار الجلادة لهم كيلا يظنوا بهم الضعف فى سنهم، والقدح فى شجاعتهم وطعنهم (من شاب شيبة) : أى شعرة واحدة بيضاء (فى الإسلام كتب الله له بها حسنة، وكفر عنه بها خطيئة، ورفعه بها درجة .رواه أبو داود).

وروى مالک عن سعيد بن المسيب :أن أول من شاب من بنى آدم إبراهيم -عليه الصلاة والسلام -فلما رأى الشيب فى لحيته قال :ما هذا يا رب؟ قال :هذا وقار .قال :رب زدنى وقارا .فإن قلت :

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

يُكْرَهُ أَنْ يَنْتِفَ الرَّجُلُ الشَّعْرَةَ الْبَيْضَاءَ مِنْ رَأْسِهِ وَلِحْيَتِهِ (مسلم) ۱

ترجمہ: آدمی کا اپنے سر اور ڈاڑھی کے سفید بالوں کو اُکھاڑنا مکروہ ہے (مسلم)

جوان آدمی کا سیاہ بالوں کو سفید کرنے کا حکم

کسی جوان مرد یا عورت کا اپنے آپ کو عمر رسیدہ ظاہر کرنے اور اپنے ہم عمر جوانوں پر برتری پیدا کرنے اور اُن کی طرف سے احترام حاصل کرنے کے لئے اپنے سیاہ بالوں میں سفید خضاب لگانا منع ہے۔

جیسا کہ آج کل بعض نوجوان مرد اور عورتیں فیشن کے طور پر ایسا کرتے ہیں۔ ۲

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

لم قل هذا الوقار الصورى فى الشعر المصطفوى؟ قلت :لأنه كان مولعا بحب النساء ، وهن يكرهن الشيب بالصبغ، فحفظن بهذا عن الكراهة الطبيعية .والله أعلم بأسرار النبوة.

وأخرج الحاكم وابن سعد من حديث عائشة قالت :ما شانه الله ببيضاء ، وفيه إشكال ;لما سبق أنه شاب بعض الشيب، فيحمل على أن تلك الشعرات البيض لم تغير شيئا من حسنه، بل زادت جمالا وكمالا لحصول الوقار مع نور الأنوار، فصار نورا على نور، وسرورا على سرور .قال ميرك :نتف الشيب يكره عند أكثر العلماء ، لحديث عمرو بن شعيب، عن أبيه، عن جده مرفوعا "لا تنتفوا الشيب ;فإنه نور المسلم "رواه الأربعة .وقال الترمذى :حسن .وروى مسلم من طريق قتادة عن أنس قال :كان يكره نتف الرجل الشعرة البيضاء من رأسه ولحيته .قال بعض العلماء :لا يكره نتف الشيب إلا على وجه التزين .وقال ابن العربى :وإنما نهى عن النتف دون الخضب ;لأن فيه تغيير الخلقة من أصلها بخلاف الخضب، فإنه لا يغير الخلقة على الناظر إليه، والله الموفق(مرقاة المفاتيح، ج۷ص ۲۸۳۰، كتاب اللباس، باب الترجل)

۱ رقم الحديث ۲۳۴۱ "۱۰۴" كتاب الفضائل، باب شيبه صلى الله عليه وسلم.

۲ وقد ذكر العلماء فى اللحية اثنى عشر خصلة مكروهة، بعضها أشد قبحاً من بعض......(الى قوله).....الثالثة :تبييضها بالكبريت أو غيره، استعجالاً للشيخوخة، لأصل الرياسة والتعظيم(شرح ابى داود للعينى، ج ۱، ص ۱۶۳، باب :السواك من الفطرة)

يكره خضب اللحية السوداء بالبياض كالكبريت ونحوه إظهارا لكبر السن ترفعا على الشباب من أقرانه، وتوصلا إلى التوقير والاحترام من إخوانه، وأمثال ذلك من الأغراض الفاسدة ويفهم من

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اگر عورت کے ڈاڑھی یا مونچھ نکل آئے تو اس کا حکم

اگر کسی عورت کے مرد کی طرح ڈاڑھی یا مونچھ کے کچھ بال اُگ آئیں تو ان کو (قینچی، استرے یا کریم پاؤڈر وغیرہ سے) دور کرنا جائز بلکہ مستحب ہے۔ [1]

ڈاڑھی کو برا سمجھنا یا اس کا استہزاء کرنا

ڈاڑھی شریعت کا واجب حکم اور انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کا طریقہ ہے، اور اس کا رکھنا

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

هذا أنه إذا كان لغرض صحيح فهو جائز (الموسوعة الفقهية الكويتية، الاختضاب بالبياض)

قال ابن حجر : ذكر النووي مما يكره : تبييض اللحية استعجالا للشيخوخة لقصد التعاظم على الأقران، ونتفها إبقاء للمرودة وكذا تحذيفها ونتف الشيب، ورجح النووي تحريمه لثبوت الزجر عنه، وتصفيفها طاقة فوق طاقة تصنعا ومخيلة، وعقدها لحديث رويفع بن ثابت رضي الله عنه مرفوعا : من عقد لحيته فإن محمدا منه بريء ، قال الخطابي : قيل : المراد عقدها في الحرب، وهو من زي الأعاجم، وقيل : المراد معالجة الشعر حتى ينعقد وذلك من فعل أهل التأنيث (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۵، ص۲۲۷، ماده لحية، أمور تكره في اللحية)

[1] البتہ ابن بطال نے مکروہ قرار دیا ہے۔

مگر دلائل کے لحاظ سے جواز بلکہ استحباب راجح ہے، اور اس کو نمص کی مخالفت کے مصداق میں داخل سمجھنا راجح معلوم نہیں ہوتا، کیونکہ نمص تغییر خلق اللہ کی وجہ سے ممنوع ہے، اور یہ بات ظاہر ہے کہ عورت کے خلقی طور پر ڈاڑھی و مونچھوں کا نہ اُگنا ہے، لہٰذا اس کا ازالہ تغییر خلق اللہ میں داخل نہیں، بلکہ ازالۂ عیب ہے، البتہ جو رویں کی شکل میں بال اگتے ہیں ان کا اکھاڑنا بوجہ ممنوع نمص کے ممنوع ہے۔

وقال النووي : يستثنى من الأمر بإعفاء اللحى ما لو نبتت للمرأة لحية فإنه يستحب لها حلقها، وكذا لو نبت لها شارب أو عنفقة. (عمدة القاري، ج۲۲ ص۴۷، كتاب اللباس، باب تقليم الاظفار)

إذا نبتت اللحية للمرأة فيستحب لها حلقها (مرقاة المفاتيح، ج ۱، ص ۳۹۶، باب السواك)

وقيدنا ذلك بالرجل لما مر من أن المرأة يجب عليها إزالة ما عدا شعر رأسها (الفواكه الدواني على رسالة ابى زيد القيرواني، ج۲ ص۳۰۷، باب في الفطرة والختان وحلق الشعر واللباس وستر العورة)

أما المرأة إذا نبتت لها لحية فيستحب حلقها صرح به القاضي حسين وغيره وكذا الشارب والعنفقة لها هذا مذهبنا وقال محمد بن جرير لا يجوز لها حلق شيء من ذلك : ولا تغيير شيء من خلقتها بزيادة ولا نقص (المجموع شرح المهذب، ج ۱ ص ۲۹۰، باب السواك)

اللحية من تمام خلقة الرجل وهي في المرأة عيب (الأم للشافعي، ج۶ ص ۸۹، كتاب جراح العمد)

اللحية زين للرجل، وعيب فيها (المغني لابن قدامة، ج۸ ص ۴۸۴، باب ديات الجراح)

واجب ہے، اور اس کی خلاف ورزی گناہ ہے، اگر کوئی ڈاڑھی کو نعوذ باللہ عقیدے کی وجہ سے برا سمجھے، یا ڈاڑھی منڈانے کو اپنے عقیدے کے ساتھ اچھا اور باعثِ فخر سمجھے، یا ڈاڑھی کا استہزاء کرے اور مذاق اڑائے، تو اس سے ایمان چلے جانے کا اندیشہ ہے۔

(کذا فی اصلاح الرسوم، صفحہ ۲۱، باب اول، فصلِ چہارم وکفایت المفتی مدلل ومکمل ج ۹ ص ۱۷۶ و ص ۱۷۹، فتاویٰ محمودیہ ج ۲ ص ۵۳۷، ۵۳۸، واحسن الفتاویٰ ج ۱ ص ۴۲، وفتاویٰ رحیمیہ ج ۱ ص ۴۹، وخیر الفتاویٰ ج ۱ ص ۱۳۹، ص ۲۱۰) [1]

نکاح کی خاطر یا بیوی یا والدین وغیرہ کے کہنے پر ڈاڑھی منڈانا

نکاح وشادی کی غرض سے یا بیوی کو خوش کرنے کے لئے یا والدین وغیرہ کے کہنے پر یا ملازمت وغیرہ حاصل کرنے کی خاطر ڈاڑھی منڈوانا یا ایک مٹھی سے کم کرنا جائز نہیں، کیونکہ گناہ کے کام میں کسی کی اطاعت جائز نہیں ہے، اور دنیاوی مفادات کی خاطر آخرت کا

---

[1] حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

جب اس کا گناہ ہونا ثابت ہوگیا، تو جو لوگ اس پر اصرار کرتے ہیں اور اس کو پسند کرتے ہیں، اور ڈاڑھی بڑھانے کو عیب جانتے ہیں، بلکہ ڈاڑھی والوں پر ہنستے ہیں، اور ان کی ہجو کرتے ہیں، ان سب مجموعہ امور سے ایمان کا سالم رہنا ازبس دشوار ہے، ان لوگوں کو واجب ہے کہ اپنی اس حرکت سے توبہ کریں، اور ایمان ونکاح کی تجدید کریں، اور اپنی صورت موافق حکم اللہ ورسول بنائیں (اصلاح الرسوم، صفحہ ۲۱، باب اول، فصلِ چہارم)

(قوله : كما في الخانية) حيث قال بعد ذكره الخلاف في مسألة الصلاة بلا طهارة وأن الإكفار رواية النوادر . وفي ظاهر الرواية لا يكون كفرا، وإنما اختلفوا إذا صلى لا على وجه الاستخفاف بالدين، فإن كان وجه الاستخفاف ينبغي أن يكون كفرا عند الكل .اهـ.

أقول :وهذا مؤيد لما بحثه في الحلية لكن بعد اعتبار كونه مستخفا ومستهينا بالدين كما علمت من كلام الخانية، وهو بمعنى الاستهزاء والسخرية به، أما لو كان بمعنى عد ذلك الفعل خفيفا وهينا من غير استهزاء ولا سخرية، بل لمجرد الكسل أو الجهل فينبغي أن لا يكون كفرا عند الكل تأمل(ردالمحتار، ج ۱ ص ۸۱، كتاب الطهارة)

وسئل فضيلة الشيخ :عن حكم من سخر بصاحب اللحية ورافع ثوبه عن كعبيه؟

فأجاب قائلا :من سخر بصاحب اللحية ورافع ثوبه عن كعبيه فإن قصد السخرية بعمله وهو يعلم أنه من شريعة الله -تعالى -، فقد سخر من شريعة الله -تعالى -، وإن قصد السخرية بالشخص نفسه لدوافع شخصية فإنه لا يكفر بذلك(مجموع فتاوى ورسائل فضيلة الشيخ محمد بن صالح العثيمين، ج ۲ ص ۱۵۹ ،باب الكفر والتكفير)

نقصان کرنا عظیم خسارہ کی بات ہے، جیسا کہ تفصیلاً اعتراضات کے جوابات کے ذیل میں گزرا (کذا فی امداد الاحکام ج ۴ ص ۳۴۶ و فتاویٰ رحیمیہ، جلد ۱۰، صفحہ ۱۰۵) [1]

ڈاڑھی نہ آنے کی صورت میں علاج معالجہ کرنا

اگر جوان ہونے کے باوجود کسی کی ڈاڑھی نہیں نکلی یا نکل تو چکی ہے، لیکن بڑی اور لمبی نہیں ہوتی، تو اسے بڑا اور لمبا کرنے کے لیے کوئی علاج و معالجہ کرنا شرعاً ضروری نہیں ہے۔ [2]

البتہ اگر کسی جوان آدمی کے ڈاڑھی نہ نکل رہی ہو، اور معلوم ہو کہ اس پر اُسترا وغیرہ پھیرنے سے ڈاڑھی نکل آئے گی، تو علاجاً ایسا کرنے کی گنجائش ہے۔

اسی طرح اگر کچھ حصے پر ڈاڑھی نکل رہی ہو، اور کچھ حصے پر بالکل نہ نکل رہی ہو، تو جس حصے پر ڈاڑھی کے بال بالکل نہ ہوں، اس حصے میں بھی بال نکل آنے کی غرض سے بطورِ علاج اُسترا وغیرہ پھیرنے کی گنجائش ہے؛ لیکن اگر ڈاڑھی کے بال چھوٹے ہوں، یا کم مقدار میں ہوں تو انہیں لمبا کرنے یا زیادہ گھنے بال نکل آنے کی غرض سے اُسترا وغیرہ پھیرنا جائز نہیں، کیونکہ اس میں ڈاڑھی کے بالوں کو مونڈنا پایا جاتا ہے، جس کی احادیث میں ممانعت آئی ہے (ماخوذ بتغیر و اضافہ، فتاویٰ رحیمیہ، جلد ۱۰ صفحہ ۱۱۷)

---

[1] حلق اللحية استجابة لأمر الوالدين بحجة أن طاعة الوالدين فرض وإعفاء اللحية سنة :من تلبيس إبليس، وقد تقدم قول النبي -صلى الله عليه وسلم) : -(لا طاعة لأحد في معصية الله .
حلق اللحية رضوخًا لطلب الزوجة بيان عظيم لقول الله عز وجل :يا أيها الذين آمنوا إن من أزواجكم وأولادكم عدوا لكم فاحذروهم(ففروا إلى الله :لأبي ذر القلموني، ص ۳۲۸، الباب الثالث عشر :الدين النصيحة، القرآن واللحية)

[2] کیونکہ کئی احادیث میں ڈاڑھی کو چھوڑنے کا حکم آیا ہے، اور جب ڈاڑھی کو اپنے حال پر چھوڑ دیا اور وہ خود سے بڑی نہیں ہوتی، تو اس نے شریعت کا حکم پورا کر دیا۔

قال ابن دقيق العيد :لا أعلم أحدا فهم من الأمر في قوله صلى الله عليه وسلم أعفوا اللحى تجويز معالجتها بما يغزرها، كما يفعله بعض الناس، قال :وكأن الصارف عن ذلك قرينة السياق في قوله في بقية الخبر وأحفوا الشوارب قال ابن حجر :ويمكن أن يؤخذ ذلك من بقية طرق الحديث الدالة على مجرد الترك (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۵، ص ۲۲۴ بمادة لحية، تكثير اللحية بالمعالجة)

وضو کے دوران ڈاڑھی اور اس کے نیچے جلد کے دھونے کا حکم

وضو میں پورے چہرے کا دھونا فرض ہے، اور چہرے کی حد ایک کان کے چہرہ کی طرف والے کنارے سے دوسرے کان کے چہرہ کی طرف والے کنارے تک اور سر پر عادتاً بال اُگنے کی جگہ سے لے کر ٹھوڑی کے نیچے تک ہے۔

اگر کسی کی ڈاڑھی گھنی نہ ہو اور نیچے کی کھال نظر آتی ہو، تو وضو کے دوران ڈاڑھی کے سب بالوں اور ڈاڑھی کے بالوں کی جڑوں میں کھال تک بھی پانی پہنچانا ضروری ہے۔

البتہ اگر کسی کی ڈاڑھی اس قدر گھنی ہو کہ دیکھنے والے مخاطب کو اس کے نیچے کی کھال نظر نہ آتی ہو تو بالوں کے نیچے چھپی ہوئی چہرے کی کھال کو دھونا اور بالوں کی جڑوں تک پانی پہنچانا ضروری نہیں ہے، بلکہ بالوں کو اوپر کی سطح سے دھو لینا ہی نیچے کی کھال اور اس کے ساتھ ملی ہوئی بالوں کی جڑوں کے دھونے کے قائم مقام ہے۔

اور یہ حکم ان بالوں کا ہے جو چہرے کی حد کے اندر ہوں، اور جو چہرے کی حد سے باہر مثلاً ٹھوڑی سے نیچے گلے کی طرف ہوں، ان کا دھونا ضروری نہیں، کیونکہ وہ چہرے کی حد سے باہر ہیں۔ البتہ اگر کوئی دھوئے تو افضل ہے۔ [1]

---

[1] وضو کے دوران لحیہ کے غسل و مسح وغیرہ کے بارے میں فقہاء کی مختلف روایات ہیں، لیکن حنفیہ کے نزدیک راجح یہ ہے کہ جمیع لحیۂ خفیفہ غیر مسترسلہ کا مع منابتِ شعر و بشرہ غسل واجب ہے، اور لحیۂ کثہ غیر مسترسلہ کے شعر کا بغیر منابتِ شعر و بشرہ غسل واجب ہے، اور حکماً کثہ و خفیفہ میں فرق منابتِ شعر و بشرہ کے غسل کے وجوب و عدمِ وجوب کا ہے، اور فقہائے کرام نے لحیۂ کثہ کے شعر کو بشرہ کے قائم مقام فرمایا ہے۔

لہٰذا جو حکم لحیۂ خفیفہ و عدمِ لحیہ کی صورت میں بشرہ کو حاصل ہے، وہ لحیۂ کثہ کی صورت میں شعرِ لحیہ کے ظاہر کو حاصل ہے۔

علاوہ ازیں احادیثِ صحیحہ سے داخلِ شعرِ لحیہ کا خلال ثابت ہے، اور اصح قول کی رُو سے خلالِ لحیہ سنت ہے (کما سیجیئ) اور سنت اکمالِ فریضہ کے لیے ہوتی ہے، اور اسی لیے اس کا محل اور فرض کا محل ایک ہوتا ہے۔

اس کا تقاضا بھی یہ ہے کہ لحیۂ کثہ کے جمیع شعرِ غیر مسترسلہ ظاہرہ کا غسل واجب ہو۔

ثم لا خلاف أن المسترسل لا يجب غسله ولا مسحه بل يسن، وأن الخفيفة التي ترى بشرتها يجب غسل ما تحتها كذا في النهر (الدر المختار مع رد المحتار، ج ا ص ۱۰۰، ۱۰۱، كتاب الطهارة، اركان الوضوء)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ڈاڑھی کے جو بال چہرہ کی حد سے باہر اُگے ہوئے ہوں (مثلاً ٹھوڑی کے نیچے حلق کی طرف، اور چہرے کی چوڑائی کی طرف سے کانوں کی حد سے پیچھے یا اوپر سر کی طرف) تو حنفیہ کے نزدیک وضو کے دوران نہ تو ان بالوں کا دھونا فرض ہے، اور نہ ان کا مسح کرنا فرض ہے، اور نہ

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

غسل اللحية في الوضوء :

تتفق المذاهب الأربعة على أنه يجب في الوضوء غسل بشرة الوجه من شعر اللحية إن كان خفيفا تظهر البشرة من تحته، فيغسل البشرة ويغسل اللحية ظاهرا وباطنا، والمراد بظهور البشرة ظهورها في مجلس المخاطبة، ووجه الوجوب أن الله تعالى فرض في الوضوء غسل الوجه، والوجه من المواجهة، والمواجهة تحصل في اللحية ذات الشعر الخفيف ببشرة الوجه وبالشعر الذي عليها.

وهذا الاتفاق إنما هو فيما كان من الشعر في حيز دائرة الوجه، دون المسترسل من اللحية تحت الذقن طولا، ودون الخارج عن حد الوجه عرضا، فإن في هذا خلافا يأتي بيانه .

أما اللحية الكثيفة فتتفق الأقوال المعتمدة في المذاهب الأربعة على أنه لا يجب في الوضوء غسل باطنها ولا إيصال الماء إلى البشرة ومنابت الشعر، لعدم حصول المواجهة به لأنه لا يرى في مجلس المخاطبة، فلا يكون من الوجه المأمور بغسله، وفي نيل المآرب :لو اجتزأ بغسل باطنها عن غسل ظاهرها لم يجزئه، ولأن النبي صلى الله عليه وسلم أخذ غرفة من ماء فغسل بها وجهه قالوا: والغرفة لا تكفي لغسل الوجه وظاهر اللحية الكثيفة وباطنها، وفي هذه الحال ينتقل حكم ما تحت اللحية إليها عند الجمهور، فيجب غسل ظاهر ما في حد الوجه منها.

ولا يسن غسل باطن اللحية الكثيفة على ما صرح به الحنفية والحنابلة لما فيه من العسر، على ما قال ابن قدامة من الحنابلة، ورجح صاحب الإنصاف من الحنابلة أن غسل باطنها مكروه وتبعه صاحب الإقناع.

وفي رواية عن أبي حنيفة ورواية عن أحمد :لا يغسل اللحية الكثيفة في الوضوء ولا يغسل ما تحتها أيضا، لأن الله تعالى إنما أمر بغسل الوجه، والوجه اسم للبشرة التي تحصل بها المواجهة، والشعر ليس ببشرة، وما تحته من البشرة لا تحصل به المواجهة.

وقد نقل ابن عابدين أن الرواية الأولى هي المذهب الصحيح المفتى به، وما عداها مرجوع عنه، كما أن ابن قدامة ضعف رواية عدم الغسل عن أحمد وأولها .ونقل ابن قدامة عن عطاء وأبي ثور أنه يجب غسل البشرة وباطن اللحية الكثيفة -كغير الكثيفة -في الوضوء كما في الغسل، لأن الله تعالى أمر بغسل الوجه، وهو حقيقة في البشرة، وتدخل اللحية تبعا، ونقل القرافي قولا مثل هذا للمالكية .قال :لأن الخطاب متناول له بالأصالة، ولغيره بالرخصة، والأصل عدمها.

وعلى القول الأول، وهو قول الأكثرين، يكون غسل ظاهر اللحية -على ما نص عليه الحنفية على الأصح عندهم -بإمرار الماء على ظاهرها، وقال المالكية :المراد بغسل ظاهرها إمرار اليد عليها بالماء وتحريكها به لأن الشعر يدفع بعضه عن بعض، فإذا حركه حصل الاستيعاب، قالوا :وهذا التحريك خلاف التخليل(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٥،ص ٢٢٨،مادة" لحية")

ہی ان کا خلال کرنا فرض ہے، البتہ ٹھوڑی کے نیچے بالوں کا دھونا بہتر و باعثِ اجر ہے۔ [1]

---

[1] ما استرسل من اللحية أو خرج عن حد الوجه:
اختلف الفقهاء في غسل ما خرج عن حد الفرض من اللحية في الوضوء فذهب الحنفية والمالكية في قول والشافعية في قول، وهو رواية عن أحمد، إلى أنه لا يجب غسله ولا مسحه ولا تخليله، لأنه ليس من الوجه، لأنه شعر خارج عن محل الفرض، فأشبه ما نزل من شعر الرأس عن الرأس، لا يجب مسحه مع مسح الرأس.
ثم قد قال الحنفية :إن غسل هذا الشعر المسترسل من اللحية مسنون.
وذهب المالكية في قول ذكره القرافي والشافعية في المعتمد، وهو ظاهر مذهب أحمد الذي عليه أصحابه، إلى وجوب غسل ظاهر اللحية الكثيفة كلها مما هو نابت في محل الفرض سواء حاذى محل الفرض أو جاوزه، قال الشافعية :وإنما يجب غسل ما جاوز محل الفرض بالتبع، وقال الحنابلة :لأن اللحية تشارك الوجه في معنى التوجه والمواجهة، بخلاف ما نزل من شعر الرأس عنه، فإنه لا يشارك الرأس في الترؤس(الموسوعة الفقهية الكويتية،ج٣٥،ص ٢٢٩،مادة" لحية")
قال الفقهاء :إن ما في الوجه من شعر،إن كان لحية رجل فيغسل الخفيف من هذا الشعر ظاهرا وباطنا حتى الجلدة التي نبت عليها الشعر، وإن كان كثيفا بحيث لا ترى هذه الجلدة أثناء المخاطبة سقط غسل الباطن؛ للحرج.
وإن كان ما في الوجه من شعر هدبا، أو حاجبا، أو شاربا، أو عنفقة -وهي الشعر النابت على الشفة السفلى -أو لحية امرأة أو خنثى . .فقد اختلفوا في حكم غسل هذا الشعر -خفيفا أو كثيفا -على النحو التالي:
فقال الحنفية :لا يجب غسل أصول شعر الحاجبين والشارب واللحية والعنفقة إذا كان هذا الشعر كثيفا؛ للحرج في إيصال الماء إلى أصول الشعر ويسن تخليل لحية غير المحرم، أما إذا كان الشعر خفيفا تبدو البشرة من خلاله فيجب غسله ظاهرا وباطنا إلى الجلدة التي نبت عليها.
ولا يجب غسل المسترسل من الشعر؛ لخروجه من دائرة الوجه كما لا يجب مسحه .
وقال المالكية :يجب غسل الوجه مع تخليل شعر من لحية أو حاجب أو شارب أو عنفقة أو هدب تظهر البشرة تحته في مجلس المخاطبة، والتخليل :إيصال الماء إلى البشرة أي الجلدة النابت فيها الشعر . .وهذا في الشعر الخفيف، أما الكثيف فلا يخلله، بل يكره؛ لما فيه من التعمق، ويكفي إمرار الماء على ظاهر الشعر دون إيصال الماء إلى البشرة.
قال الدردير :ولا ينافي أنه يجب تحريكه ليدخل الماء بين ظاهره وإن لم يصل إلى البشرة .قال الدسوقي :وهو الراجح، خلافا لمن قال بندبه، ولمن قال بوجوب تخليله، وقال :والمرأة كالرجل في وجوب تخليل الخفيف، وفي الأقوال الثلاثة في الكثيف.
وقال الشافعية :شعور الهدب والحاجب والشارب والعذار والعنفقة تغسل شعرا وبشرا ظاهرا وباطنا وإن كثفت؛ لأن كثافتها نادرة، وقيل :لا يجب غسل باطن عنفقة كثيفة ولا بشرتها كاللحية، وفي ثالث :يجب إن لم تتصل باللحية.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

وضو کے دوران ڈاڑھی کے خلال کا حکم

وضو کے دوران ڈاڑھی کے بالوں میں خلال کا حکم صحیح احادیث سے ثابت ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ وقالوا :لحية المرأة كهذه الشعور تغسل ظاهرا وباطنا لندرة كثافتها؛ ولأنه يسن لها إزالتها؛ لأنها مثلة في حقها، ومثلها الخنثى في غسل ما ذكر إن لم يجعل ذلك علامة على ذكورته، وهو المعتمد.

ولحية الرجل إن خفت -بحيث ترى بشرة الوجه تحت الشعر -يجب غسل ظاهرها وباطنها، وإن كثفت فيغسل ظاهرها ولا يجب غسل باطنها؛ لعسر إيصال الماء إليه مع الكثافة غير النادرة، لما روى أن النبي صلى الله عليه وسلم توضأ فغرف غرفة غسل بها وجهه . ، وكانت لحيته الكريمة كثيفة، وبالغرفة الواحدة لا يصل الماء إلى ذلك غالبا . .ويسن تخليلها.

فإن خف بعض لحية الرجل وكثف بعضها وتميز فلكل حكمه، وإن لم يتميز بأن كان الكثيف متفرقا بين أثناء الخفيف وجب غسل الكل؛ لأن إفراد الكثيف بالغسل يشق، وإمرار الماء على الخفيف لا يجزء . .وهذا هو المعتمد.

وفي رأي يجب غسل البشرة، حكاه الرافعي قولا ووجها عند الشافعية، وهو مذهب المزني وأبي ثور، وإسحاق بن راهويه، واحتج لهم بحديث أنس رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان إذا توضأ أخذ كفا من ماء ، فأدخله تحت حنكه، فخلل بها لحيته، وقال :هكذا أمرني ربي .

واحتجوا أيضا بالقياس على غسل الجنابة وعلى الشارب والحاجب .

وقال الحنابلة في الصحيح من المذهب أنه يجب غسل اللحية وما خرج عن حد الوجه من الشعر المسترسل، لأن اللحية تشارك الوجه في معنى التوجه والمواجهة.

وكذا يجب غسل عنفقة وشارب وحاجبي ولحية امرأة وخنثى إذا كان كثيفا، ويجزء غسل ظاهره كلحية الذكر، ويسن غسل باطنه خروجا من خلاف من أوجبه . .كالشافعي أي في غير لحية الرجل.

والخفيف من شعور الوجه كلها -وهو الذي يصف البشرة -يجب غسله وغسل ما تحته؛ لأن الذي لا يستره شعره يشبه ما لا شعر عليه، ويجب غسل الشعر تبعا للمحل، فإن كان في شعره كثيف وخفيف فلكل حكمه .وقالوا يسن تخليل اللحية عند غسلها لحديث عثمان رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يخلل لحيته .

وعن الإمام أحمد لا يجب غسل ما خرج عن محاذاة البشرة طولا وعرضا وهو ظاهر كلام الخرقي في المسترسل .قال أحمد :ويسن أن يزيد في ماء الوجه لأساريره ودواخله وخوارجه وشعوره(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۴۳،ص ۳۳۵ و ۳۳۶ ،مادة "وضوء"، غسل الشعر الذي على الوجه)

[1] حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان إذا توضأ، أخذ كفا من ماء فأدخله تحت حنكه فخلل به لحيته، وقال :هكذا أمرني ربي عز وجل (ابوداؤد، رقم الحديث ۱۴۵ ،كتاب الطهارة، باب تخليل اللحية) ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اور ڈاڑھی کا خلال اگرچہ بعض حضرات کے نزدیک مستحب ہے، مگر اس کا سنت ہونا راجح ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ:

رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم توضأ وخلل لحیتہ بأصابعہ من تحتھا ، وقال :بھذا أمرنی ربی (مستدرک حاکم، رقم الحدیث ۵۲۹، ج ۱ ص ۲۵۰، کتاب الطھارۃ)

قال ابن القطان: ھذا الإسناد صحیح ، ولا یضرہ روایۃ من رواہ عن محمد (بن حرب عن الزبیدی انہ بلغہ عن أنس) فقد یراجع کتابہ ، فیعرف منہ أن الذی حدثہ بہ ھو الزھری ، فیحدث بہ ، فیأخذہ عنہ الصفار وغیرہ ، وھذا الذی أشرت إلیہ ھو الذی اعتل بہ علیہ محمد بن یحیی الذھلی حین ذکرہ .ونص کلامہ ھو أن قال :حدثنا یزید بن عبد ربہ ، قال :حدثنا محمد بن حرب ، عن الزبیدی أنہ بلغہ عن أنس بن مالک أن رسول اللہ -صلی اللہ علیہ وسلم " - توضأ فأدخل أصابعہ تحت لحیتہ "قال محمد بن یحیی :المحفوظ عندنا حدیث یزید بن عبد ربہ ، وحدیث الصفا واہ ، ھذا نص ما قال ، فانظر فیہ ، ویزید بن عبد ربہ وثقہ(بیان الوھم والإیھام فی کتاب الأحکام، ج۵، ص ۲۲۰، ۲۲۱،باب ذکر أحادیث أوردھا علی أنھا صحیحۃ أو حسنۃ ، وھی ضعیفۃ من تلک الطرق ، صحیحۃ أو حسنۃ من غیرھا)

و قال ابن الملقن: وأما حدیث أنس فرواہ الزھری عنہ قال :رأیت النبی -صلی اللہ علیہ وسلم - توضأ وخلل لحیتہ بأصابعہ من تحتھا وإسنادہ صحیح کما قالہ ابن القطان فی عللہ (البدر المنیر لابن الملقن، ج۲، ص۱۸۸، الحدیث السابع والثلاثون)

اس طرح کی کئی احادیث پہلے "نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام کی ڈاڑھی کیسی تھی؟" کے ذیل میں گزر چکی ہیں۔

قولہ " :تحت حنکہ "الحنک :ما تحت الذقن من الأسنان وغیرہ .وبھذا استدل أبو یوسف من أصحابنا أن تخلیل اللحیۃ سُنۃ "......... وروی تخلیل اللحیۃ عن النبی -علیہ السلام -من الصحابۃ :عثمان، وأنس، وعمار، وابن عباس، وأبو أیوب، وابن عمر، وأبو أمامۃ، وعبد اللّٰہ بن أبی اوفی، وأبو الدرداء ، وکعب بن عمرو، وأبو بکرۃ، وعائشۃ، وجابر، وام سلمۃ(شرح ابوداؤد للعینی،ج ۱ ص ۳۴۱، ۳۴۲،باب تخلیل اللحیۃ)

ممکن ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو ہتھیلی مبارک میں پانی لے کر ڈاڑھی میں داخل فرماتے تھے، اُس کی غرض غسلِ لحیۃ ہو، اور تخلیلِ لحیۃ اس سے الگ عمل ہو، اگر یہ توجیہ درست مان لی جائے تو اس سے غسلِ لحیۃ کی سابقہ مسئلہ کے تحت ذکر شدہ بحث کو تقویت حاصل ہوتی ہے۔

اور اگر اس سے خلال ہی مراد لیا جائے، تو اس سے غسلِ لحیۃ کا مستقل طور پر فرض ہونا ثابت ہوتا ہے، کما تقدم۔

[1] اور ڈاڑھی کا خلال اس کے لئے سنت ہے، جو احرام کی حالت میں نہ ہو۔

(و) سنتہ أیضا (تخلیل اللحیۃ) وھو أن یدخل أصابع یدیہ فی خلال لحیتہ من الأسفل إلی الأعلی بعد التثلیث(درر الحکام شرح غرر الاحکام ،ج ۱ ص ۱۱ ، کتاب الطھارۃ، سنن الوضوء)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

اورڈاڑھی کے خلال کا مقصد کیونکہ ڈاڑھی کے بالوں میں تری کا داخل کرنا ہے، لہٰذا یہ مقصد

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

(قوله :وتخليل لحيته وأصابعه) أما تخليل اللحية، وهو تفريق الشعر من جهة الأسفل إلى فوق لغير المحرم فسنة على الأصح وقيده في السراج الوهاج بأن يكون بماء متقاطر في تخليل الأصابع ولم يقيده في تخليل اللحية وهل هو قول أبي يوسف وحده أو معه محمد قولان ذكرهما في المعراج وصحح في خير مطلوب أن محمدا مع أبي يوسف وعند أبي حنيفة مستحب لعدم ثبوت المواظبة؛ ولأن السنة إكمال الفرض في محله وداخل اللحية ليس بمحل الفرض لعدم وجوب إيصال الماء إلى باطن الشعر وجه الأصح ما رواه أبو داود عن أنس كان النبي -صلى الله عليه وسلم -إذا توضأ أخذ كفا من ماء تحت حنكه فخلل به لحيته وقال بهذا أمرني ربي وسكت عنه وكذا المنذري بعده، وهو مغن عن نقل صريح المواظبة؛ لأن أمره حامل عليها وقولهم داخل اللحية ليس بمحل الفرض ممنوع بعد ثبوت الحديث الصحيح بخلافه(البحر الرائق ،ج ا ص ۲۲، ۲۳، كتاب الطهارة، سنن الوضوء)

(قوله :ولم يقيده في تخليل اللحية سيأتي) في الحديث أنه -صلى الله عليه وسلم -أخذ كفا من ماء (قوله :وهل هو) أي القول بالسنية الذي هو الأصح (قوله :بعد ثبوت الحديث الصحيح بخلافه) أي بخلاف ما أفاده قولهم داخل اللحية إلخ (قوله :وما أورد عليه) أي على قولهم داخل اللحية ليس بمحل الفرض (منحة الخالق على هامش البحر الرائق ،ج ا ص ۲۲، ۲۳،كتاب الطهارة، سنن الوضوء)

تخليل اللحية الكثيفة في الوضوء :

يسن لغير المحرم تخليل اللحية الكثيفة في الوضوء عند كل من الشافعية والحنابلة، وهو قول أبي يوسف من الحنفية وقول للمالكية، وذلك للحديث الوارد أن النبي صلى الله عليه وسلم :كان إذا توضأ خلل لحيته ، وفعله ابن عمر وابن عباس وأنس والحسن رضي الله عنهم، وقال أبو حنيفة ومحمد :هو فضيلة .قال ابن عابدين :ورجح في المبسوط قول أبي يوسف، والأدلة ترجحه وهو الصواب .اهـ

وقد ورد الترخيص في ترك التخليل عن ابن عمر والحسن بن علي وطاوس والنخعي وغيرهم، وقال من لم يوجبه :إن الله تعالى أمر بغسل الوجه ولم يأمر بالتخليل، وإن أكثر من حكى وضوء النبي صلى الله عليه وسلم لم يحك أنه خلل لحيته مع أنه كان كثيفها، فلو كان واجبا لما أخل به.

وفي قول للمالكية :التخليل مكروه، وهو الراجح عندهم على ظاهر ما في المدونة من قول مالك: تحرك اللحية من غير تخليل.

والقول الثالث للمالكية، وهو قول إسحاق بن راهويه :التخليل واجب، والتخليل عند من قال به يكون مع غسل الوجه، إلا أن الحنابلة نقلوا عن نص أحمد أن التخليل يكون مع غسل الوجه أو إن شاء مع مسح الرأس.

وصفته على ما في شرح منتهى الإرادات أن يأخذ كفا من ماء يضعه من تحتها فيخللها بأصابعه مشتبكة، أو يضعه من جانبيها ويحركها به (الموسوعة الفقهية الكويتية،ج۳۵،ص ۲۳۰ ،مادة لحية)

www.idaraghufran.org

جس طرح بھی خلال کرنے سے حاصل ہو جائے، مثلاً چلو میں پانی لے کر ڈاڑھی کے بالوں کو تر کر کے، یا تر انگلیوں کو اوپر، نیچے، یا دائیں بائیں، کسی بھی طرف سے بالوں میں داخل کر کے، اس طرح جائز ہے، البتہ بعض حضرات کے نزدیک ڈاڑھی کے خلال کرنے کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ تین مرتبہ چہرہ دھونے کے بعد داہنے ہاتھ کی انگلیوں کو پانی میں تر کریں، اور پھر ہاتھ کی پشت گلے کی طرف کر کے انگلیاں ڈاڑھی کے بالوں میں ڈال کر نیچے گلے کی طرف سے اوپر کی طرف کو لائیں۔[1]

---

[1] وكيفية تخليلها من أسفل إلى فوق اللحية(الجوهرة النيرة ،ج ا ص ٦ ، كتاب الطهارة، سنن الطهارة)

(وتخليل اللحية) لغير المحرم بعد التثليث، ويجعل ظهر كفه إلى عنقه (الدر المختار مع ردالمحتار، ج ا ص١١٧ ، كتاب الطهارة، سنن الطهارة)

اور ڈاڑھی کا خلال نیچے یعنی گلے کی طرف سے اوپر کو (یعنی چہرہ کی طرف) کرنے میں یہ حکمت معلوم ہوتی ہے کہ عموماً بالوں کے اوپر والی سطح نیز اوپر کی طرف کے بال چہرہ دھوتے وقت تر ہو جاتے ہیں، اور نیچے کی طرف کے بالوں میں تری کا پہنچنا اوپر کے مقابلہ میں کم ہوتا ہے، نیز چہرہ دھوتے وقت ڈاڑھی کے بال عموماً پیچھے اور نیچے کی طرف ہو جاتے ہیں، اور نیچے سے اوپر کو خلال کرنے سے بال چہرہ کی طرف نمایاں ہو جاتے ہیں، جو کہ شرعاً پسندیدہ عمل ہے۔

اللحية الخفيفة -وهي التي تظهر البشرة تحتها ولا تسترها عن المخاطب -يجب غسل ظاهرها وإيصال الماء إلى ما تحتها في الوضوء والغسل، ولا يكفي مجرد تخليلها بغير خلاف، وذلك لفرضية غسل الوجه بعموم الآية في قوله تعالى :(فاغسلوا وجوهكم) . . الآية

أما اللحية الكثيفة -وهي التي لا تظهر البشرة تحتها -فيجب غسل ظاهرها، ولو كانت مسترسلة عند المالكية، وهو المشهور عند الشافعية، وظاهر مذهب الحنابلة

وعند الحنفية -وهو قول آخر للشافعية، ورواية عند الحنابلة -أنه لا يجب غسل ما استرسل من اللحية، لأنه خارج عن دائرة الوجه، فأشبه ما نزل من شعر الرأس

ولأن الله تعالى أمر بغسل الوجه، وهو ما تحصل به المواجهة، وفي اللحية الكثيفة تحصل المواجهة بالشعر الظاهر.

أما باطنها فلا يجب غسله اتفاقا بين فقهاء المذاهب؛ لما روى البخاري أنه صلى الله عليه وسلم توضأ فغسل وجهه، أخذ غرفة من ماء فمضمض بها واستنشق، ثم أخذ غرفة من ماء فجعل بها هكذا :أضافها إلى يده الأخرى، فغسل بها وجهه وكانت لحيته الكريمة كثيفة، وبالغرفة الواحدة لا يصل الماء إلى باطنها غالبا، ويعسر إيصال الماء إليه.

ويسن تخليل اللحية الكثيفة عند الحنفية، والشافعية والحنابلة؛ لما روى عن أنس رضي الله عنه أن النبي صلى الله عليه وسلم كان إذا توضأ أخذ كفا من ماء تحت حنكه فخلل به لحيته، وقال : هكذا أمرني ربي .

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

وضو کے دوران رِیش بچہ کے دھونے کا حکم

نیچے والے ہونٹ کے زیریں ریش بچہ کو وضو کے دوران دھونا ضروری ہے، البتہ اگر اس کے بال گھنے ہوں کہ ان کے نیچے والی جلد نظر نہ آتی ہو، تو گھنی ڈاڑھی کے مسئلہ کی طرح اوپر کے بالوں کو دھونا کافی ہے، اور نیچے کے بالوں اور جلد تک پانی پہنچانا ضروری نہیں، البتہ اگر اس کے بال گھنے نہ ہوں، بلکہ ہلکے ہوں، کہ اس کے نیچے والی جلد نظر آتی ہو تو پھر اوپر کے بالوں کے ساتھ ساتھ نیچے کے بالوں کو دھونا اور بالوں کی جڑ میں جلد تک پانی پہنچانا ضروری ہے۔ ۱

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وعند المالكية في تخليل شعر اللحية الكثيفة ثلاثة أقوال :الوجوب، والكراهة والاستحباب، أظهرها الكراهة لما في ذلك من التعمق. أما في الغسل فلا يكفي مجرد التخليل، بل يجب إيصال الماء إلى أصول شعر اللحية ولو كثيفة اتفاقا بين المذاهب، لقوله صلى الله عليه وسلم :تحت كل شعرة جنابة، فاغسلوا الشعر وأنقوا البشرة ولكي يتأكد من وصول الماء إلى أصول الشعر ويتجنب الإسراف قالوا :يدخل المغتسل أصابعه العشر يروي بها أصول الشعر، ثم يفيض الماء ليكون أبعد عن الإسراف في الماء .ومن عبر بوجوب تخليل اللحية كالمالكية، أراد بذلك أيضا إيصال الماء إلى أصول الشعر(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۱۱ ،ص ۵۳ ،مادة تخليل، تخليل اللحية)

قال الفقهاء :الوجه هو ما تحصل به المواجهة، فيغسل ظاهره كله.

وقال الفقهاء :حد الوجه عرضا :ما بين الأذنين، وحده طولا :ما بين منابت شعر رأسه غالبا -أي أن ما من شأنه أن ينبت عليه الشعر المذكور -ويعبر عنه بعضهم :من مبدأ أعلى جبهته . .إلى أسفل الذقن.وقال المالكية والحنابلة :ذلك فيمن لا لحية له، وأما من له لحية . .فمنتهى لحيته.

وقال الحنفية :المسترسل أي الخارج عن دائرة الوجه من الشعر لا يجب غسله؛ لأنه إنما يواجه إلى المتصل عادة لا إلى المسترسل فلم يكن وجها، فلا يجب غسله، ولا يجب مسحه كذلك، بل يسن، والسلعة إذا تدلت عن الوجه فالصحيح أنه يجب غسلها.

وقال الشافعية :الشعور الخارجة عن حد الوجه يجب غسل ظاهرها وباطنها مطلقا إن خفت، وظاهرها مطلقا إن كثفت . . .وفي قول :لا يجب غسل خارج عن حد الوجه من لحية وغيرها خفيفا كان أو كثيفا، لا ظاهرا ولا باطنا؛ لخروجه عن محل الفرض . . .وقالوا :يجب غسل سلعة نبتت في الوجه وإن خرجت عن حده؛ لحصول المواجهة بها(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۴۳،ص ۳۴۴ ،مادة وضوء ، الوجه وحده)

۱ يجب في الوضوء غسل العنفقة والبشرة تحتها إن كانت خفيفة، فإن كانت كثيفة فالأكثر من العلماء على أنه يجب غسل ظاهرها فقط، كاللحية، وقيل :يجب غسلها ظاهرا وباطنا بكل حال لأنها لا تستر ما تحتها عادة، وإن وجد ذلك كان نادرا فلا يتعلق به حكم(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج ۳۵،ص ۲۳۰ ،مادة لحية،غسل العنفقة في الوضوء)

غسل کے دوران ڈاڑھی اور اس کے نیچے جلد کے دھونے کا حکم

غسلِ جنابت کرتے وقت ڈاڑھی اور ریش بچہ کے سارے بالوں اور ان کے نیچے جلد تک پانی پہنچانا ضروری ہے، چاہے ڈاڑھی گھنی ہو یا ہلکی۔ [1]

وضو کے دوران مونچھ اور اس کے نیچے جلد کے دھونے کا حکم

وضو میں چہرہ کا دھونا فرض ہے، اور مونچھیں چہرے کی حدود میں واقع ہیں، اس لئے وضو کرتے وقت چہرہ دھونے کے ساتھ ساتھ مونچھوں کے بالوں کا دھونا بھی ضروری ہے۔

اور اگر مونچھوں کے بال ایسے گھنے نہ ہوں، کہ مونچھوں کے بالوں کے نیچے والی کھال کو نہ چھپائیں، تو مونچھوں کے بالوں کے ساتھ ساتھ اُن کے نیچے کی کھال تک پانی پہنچانا بھی ضروری ہے۔

البتہ اگر مونچھوں کے بال ایسے گھنے ہوں کہ مونچھوں کے بالوں کے نیچے والی کھال اُن سے چھپی ہوئی ہو، تو پھر بعض فقہائے کرام کے نزدیک وضو کے دوران مونچھوں کے اوپری حصہ کے بالوں کا دھونا کافی ہے، اندر چھپے ہوئے بالوں اور اُن کی جڑوں اور اسی طرح کھال تک پانی پہنچانا ضروری نہیں۔

تاہم اگر مونچھیں اتنی لمبی ہوں کہ ہونٹوں کی سُرخی اُن میں چھپی ہوئی ہو، تو پھر مونچھوں میں

[1] يجب في الغسل من الجنابة عند جمهور الفقهاء غسل البشرة تحت اللحية سواء كان الشعر كثيفا أو خفيفا، وذلك لما روى عن علي رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: من ترك موضع شعرة من جنابة لم يغسلها فعل به كذا وكذا من النار قال علي: فمن ثم عاديت شعري، وكان يجز شعره، ولحديث أبي هريرة أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: إن تحت كل شعرة جنابة فاغسلوا الشعر، وأنقوا البشر.

والشعر نفسه يجب غسله وإيصال الماء إلى أثنائه حتى ما استرسل منه، وفي وجه عند الحنابلة: لا يجب ذلك، ويجب عند المالكية تخليل شعر اللحية. (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۵، ص ۲۳۱، ماده لحية، غسل اللحية في الغسل من الجنابة)

خلال کرنا ضروری ہوگا، تاکہ ہونٹوں تک پانی پہنچ جائے، کیونکہ ہونٹوں کی سرخی مونچھوں کا مقام نہیں، اس لئے وہ معاف نہیں، مگر یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ اتنی لمبی مونچھیں رکھنا شریعت کی نظر میں پسندیدہ نہیں ہے۔ [1]

غسل کے دوران مونچھ اوراس کے نیچے جلد کے دھونے کا حکم

وضو کے دوران مونچھوں کا حکم تو پہلے گزر چکا ہے، جہاں تک غسل کے دوران مونچھوں کا حکم

[1] مندرجہ بالا تفصیل حنفیہ کے مطابق ہے، جبکہ مالکیہ، شافعیہ اور حنابلہ کے اس سلسلہ میں مختلف اقوال ہیں۔

اتفق الفقهاء على أنه يجب غسل الشارب مع الوجه في الوضوء ، وعلى أنه يجب غسل بشرة الشارب إذا كان خفيفا بحيث لا يستر شعر الشارب البشرة؛ أي الجلد تحته، فإن لم تغسل البشرة -أي لم يصل الماء إليها -فلا يجزء ذلک في الوضوء

ولكن الفقهاء اختلفوا في وجوب إيصال الماء إلى بشرة الشارب في الوضوء إذا كان الشعر كثيفا يستر البشرة :فذهب الحنفية إلى أنه لا يجب في الوضوء غسل باطن شعر الشارب وإيصال الماء إلى البشرة تحته إذا كان كثيفا، لكن الشارب إذا كان طويلا يستر حمرة الشفتين وجب تخليله لأنه يمنع ظاهرا وصول الماء إلى جميع الشفة أو بعضها، ولا سيما إن كان كثيفا، وتخليله محقق لوصول الماء إلى جميعها.

وذهب المالكية إلى أنه يجب في الوضوء مع غسل الوجه غسل ظاهر الشعر إذا كان كثيفا، ويكره تخليل الشعر الكثيف على ظاهر المدونة.

وذهب الشافعية إلى أنه يجب في الوضوء مع غسل الوجه غسل الشارب ظاهرا وباطنا وإيصال الماء إلى البشرة تحته وإن كثف الشعر؛ لأن كثافته نادرة فألحق بالغالب، والمراد بالظاهر :الطبقة العليا مما يلي الوجه، وبالباطن :خلال الشعر والبشرة التي تحته، وقيل :الظاهر ما ظهر من الجهتين، والباطن ما بينهما وأصول الشعر. وذهب الحنابلة إلى أنه يجب غسل الشارب مع الوجه في الوضوء .فإن كان شعر الشارب كثيفا لا يصف البشرة أجزأ غسل ظاهره، ويسن تخليل الشارب إذا كان كثيفا وغسل باطنه خروجا من خلاف من أوجبه، وقال ابن قدامة :ومن أصحابنا من ذكر في الشارب وجها آخر في وجوب غسل باطنه وإن كان كثيفا؛ لأنه يستر ما تحته عادة، وإن وجد ذلک كان نادرا فلا يتعلق به حكم(الموسوعة الفقهية الكويتية،ج۲۵،ص۳۱۸،مادة شارب)

وفي البقالي :لو قص الشارب لا يجب تخليله، وإن طال يجب تخليله وإيصال الماء إلى الشفتين، وكأن وجهه أن قطعه مسنون فلا يعتبر قيامه في سقوط غسل ما تحته، بخلاف اللحية فإن إعفاء ها هو المسنون، بخلاف ما لو نبتت جلدة لا يجب قشرها وإيصال الماء إلى ما تحتها، بل لو أسال عليها أجزأ؛ لأنه مخير في قشرها؛ إذ لم ينقل فيه سنة والأصل العدم فلم يعتبر قيامها مانعا من الغسل(فتح القدير، ج۱، ص۱۶، كتاب الطهارات)

ہے، تو غسل کے دوران مونچھوں کے سارے بالوں کا دھونا اور مونچھوں کے نیچے والی جلد تک پانی پہنچانا ضروری ہے، خواہ مونچھیں گھنی ہوں، یا ہلکی ہوں۔ [1]

تیمّم میں ڈاڑھی پر ہاتھ پھیرنے کا حکم

تیمم میں چہرے پر ہاتھ پھیرتے وقت چہرے کی حدود میں واقع (نہ کہ چہرہ کی حدود سے باہر) ڈاڑھی کے اوپر کی سطح کے تمام بالوں پر ہاتھ پھیرنا ضروری ہے، اور تیمم میں ڈاڑھی کے بالوں پر ہاتھ پھیرنا اس کے نیچے کی جلد اور اندر چھپے ہوئے بالوں پر ہاتھ پھیرنے کی طرح ہے، اور تیمم میں ڈاڑھی کے بالوں میں خلال کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ [2]

وضو یا غسل کے بعد مونچھوں کو مونڈنے یا کاٹنے کا حکم

جس نے وضو یا غسل کرنے کے بعد اپنی مونچھوں کو مونڈا، یا کاٹا تو فقہائے کرام کے نزدیک

---

[1] ذهب الفقهاء إلى أنه يجب في الغسل تعميم الشارب شعرا وبشرة بالماء ، كثيفا كان الشارب أو خفيفا، لقوله صلى الله عليه وسلم :إن تحت كل شعرة جنابة فاغسلوا الشعر وأنقوا البشرة ولما روى علي -رضي الله تعالى عنه -عن رسول الله صلى الله عليه وسلم أنه قال :من ترك موضع شعرة من جنابة لم يغسلها فعل به من النار كذا وكذا قال علي -رضي الله عنه " :-فمن ثم عاديت شعري ثلاثا "وكان يجز شعره . ولأن الحدث في الغسل من الجنابة عم جميع البدن فوجب تعميمه بالغسل، ولأن ما تحت الشعر بشرة أمكن إيصال الماء إليها من غير ضرر، فلزم كسائر بشرته؛ ولأنه شعر نابت في محل الغسل فوجب غسله؛ ولأن من ضرورة غسل البشرة غسله، فوجب غسله لأن الواجب لا يتم إلا به(الموسوعة الفقهية الكويتية،ج٢٥،ص ٣١٩،مادة شارب)

[2] يجب في التيمم مسح اللحية مع مسح الوجه عند جميع الفقهاء ، فيمسح على ظاهر الشعر سواء كان الشعر خفيفا أو كثيفا، فلا يجب ولا يندب إيصال التراب إلى الشعر الباطن ولا إلى البشرة لعسره، ولأن المسح مبني على التخفيف.

واشترط الحنفية على الصحيح عندهم، والمالكية والشافعية والحنابلة استيعاب ظاهر شعر الوجه، قال في الدر المختار :حتى لو ترك شعرة لم يجز، قال المالكية :ويجب مسح ما طال من اللحية، ولا يخللها لأن المسح مبني على التخفيف(الموسوعة الفقهية الكويتية،ج٣٥،ص ٢٣١،مادة لحية، مسح اللحية في التيمم)

اس کو نیچے والے بالوں یا جلد کا دوبارہ دھونا یا وضو کا اعادہ کرنا ضروری نہیں۔ [1]

احرام کی حالت میں ڈاڑھی اور مونچھوں کے بال کاٹنا

احرام کی حالت میں ڈاڑھی اور مونچھوں کے بال کاٹنا جائز نہیں، خواہ ڈاڑھی کی مقدار ایک مٹھی سے زیادہ ہی کیوں نہ ہو۔ [2]

---

[1] البتہ شافعیہ کے نزدیک مونچھیں کاٹنے کے بعد وضو کرنا مسنون ہے۔

إذا توضأ فغسل ظاهر لحيته، أو ظاهرها وباطنها، ثم أزالها بحلق أو غيره لم يلزمه إعادة الوضوء على ما صرح به الحنفية وهو الراجح عند المالكية .(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۵،ص ۲۲۹،مادة لحية،حلق شعر اللحية بعد غسله في الوضوء)

ذهب الفقهاء إلى أن من توضأ أو اغتسل ثم حلق شاربه أو قصه، لا يلزمه إعادة الوضوء والغسل، ولا يلزمه إعادة غسل محل الحلق أو القص، قال ابن قدامة فيما يشمل هذه الحالة :ومتى غسل هذه الشعور ثم زالت عنه لم يؤثر ذلك في طهارته، قال يونس بن عبيد :ما زاده ذلك إلا طهارة، وهذا قول أكثر أهل العلم؛ لأن فرض الغسل انتقل إلى الشعر أصلا، بدليل أنه لو غسل البشرة دون الشعر لم يجزه، بخلاف الخفين فإن مسحهما بدل عن غسل الرجلين فيجزء غسل الرجلين دون مسح الخفين .

وحكي عن ابن جرير أن ظهور بشرة الوجه بعد غسل شعره يوجب غسلها قياسا على ظهور قدم الماسح على الخف (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۵،ص ۳۱۹،مادة شارب، إعادة التطهر بعد حلق الشارب)

نص الشافعية على أنه يسن الوضوء لمن قص شاربه، وكذلك الغسل(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۵،ص ۳۲۵،ماده شارب، الوضوء والغسل بعد قص الشارب)

[2] لا يجوز للمحرم حلق لحيته في الإحرام ولا الأخذ منها كثيرا أو قليلا، إلا لعذر إجماعا، وقياسا على تحريم حلق الرأس المنصوص عليه في قوله تعالى :(ولا تحلقوا رء وسكم حتى يبلغ الهدى محله)

فإن حلق لحيته وهو محرم لعذر أو لغير عذر فعليه دم ، وإن أخذ أقل من ذلك ففيه تفصيل وخلاف يرجع إليه في مصطلح (إحرام ف) . ويحرم على المحرم دهن لحيته ولو بدهن غير مطيب، ويحرم عليه أيضا تطييبها.

وانظر مصطلح (إحرام ف)(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۵،ص ۲۳۱،مادة لحية، ما يتعلق باللحية من الأحكام في الإحرام)

من محظورات الإحرام بحج أو عمرة إزالة الشعر من جميع بدن المحرم ومنه الشارب، لقول الله عز وجل :(ولا تحلقوا رء وسكم) أي :شعورها، نص على حلق شعر الرأس وعدي إلى شعر سائر

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

احرام سے نکلتے وقت ڈاڑھی اور مونچھوں کے بال کاٹنا

احرام سے نکلنے کے وقت مرد کو سر کے بال منڈانے یا کٹانے کے ساتھ ڈاڑھی کے بالوں کا کاٹنا ضروری نہیں، البتہ مونچھوں کا اور اگر ڈاڑھی ایک مٹھی سے زیادہ مقدار ہو، تو بعض فقہاء کے نزدیک مٹھی سے زائد مقدار کو کاٹ دینا مستحب ہے۔ [1]

فوت شدہ شخص کی مونچھوں اور ڈاڑھی کے کاٹنے کا حکم

جب کوئی شخص حج یا عمرہ کے احرام کی حالت میں فوت ہو جائے، تو اس کی مونچھوں یا جسم کے کسی بھی حصہ کے بالوں کو کاٹنا درست نہیں۔ [2]

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

البدن لأنه في معناه، إذ حلقه يؤذن بالرفاهية، وهو ينافي الإحرام، لكون المحرم أشعث أغبر، وقيس على الحلق النتف والقلع ونحوهما لأن ذلك فى معنى الحلق من حيث إزالة الشعر، وإنما عبر بالحلق فى الآية الكريمة لأنه هو الغالب ، أما ما يجب فى ذلك فينظر فى (إحرام) (وحلق)(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٢٥،ص ٣٢٣،مادة شارب،إزالة الشارب فى الإحرام)

[1] ذهب الشافعية إلى أنه يندب للمحرم عند تحلله من الإحرام إذا لم يكن برأسه شعر أن يأخذ من شاربه أو من شعر لحيته.

وروى عن عطاء وطاوس أنه يستحب لو أخذ من لحيته شيئا.

وذهب الحنفية إلى أنه يستحب للمحرم عند تحلله قص أظافره وشاربه واستحداده بعد حلق رأسه ولا يأخذ من لحيته شيئا، ولكن إن أخذ منها لم يجب عليه شىء (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج٣٥،ص ٢٣٢،مادة لحية، الأخذ من اللحية عند التحلل من الإحرام)

[2] إذا مات المحرم بحج أو عمرة فلا يؤخذ من شاربه ولا من شعره شىء ، مراعاة لإحرامه، لأنه يظل عليه، ويبعث يوم القيامة ملبيا كما جاء فى حديث الأعرابى الذى وقصته ناقته فمات وهو محرم، فقال النبى صلى الله عليه وسلم :اغسلوه بماء وسدر، وكفنوه فى ثوبين، ولا تحنطوه ولا تخمروا رأسه، فإنه يبعث يوم القيامة ملبيا .

وأما غير المحرم من الموتى فقد اختلف فى الأخذ من شاربه :وللشافعى فى هذه المسألة قولان: قال النووى :يحصل من كلام الشافعية فى الأخذ من شارب الميت ثلاثة أقوال المختار :أنه يكره، والثانى :لا يكره ولا يستحب، والثالث :يستحب، وهو قول الحنابلة إذا كان الشارب طويلا؛ لقول النبى صلى الله عليه وسلم :اصنعوا بموتاكم ما تصنعون بعرائسكم .ولأن تركه يقبح منظره، ولأنه

﴿ بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں ﴾

اسی طرح کسی شخص کے احرام کے بغیر عام حالت میں فوت ہو جانے کے بعد بھی ڈاڑھی کے بالوں کو، بلکہ جسم کے کسی بھی حصہ کے بالوں کو کاٹنا درست نہیں ہے۔ بخلاف الشافعية. [1]

معتکف کو مسجد میں مونچھیں کاٹنا

معتکف کو مسجد میں اعتکاف کے دوران مونچھوں کو کاٹنا اس شرط کے ساتھ جائز ہے کہ مسجد بالوں سے ملوث نہ ہو، مثلاً کوئی کپڑا وغیرہ بچھا لیا جائے، اور اس میں بال جمع کر کے مسجد سے خارج کر دیئے جائیں۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ فعل مسنون في الحياة لا مضرة فيه فشرع بعد الموت كالغسل، وممن استحبه :سعيد بن المسيب، وابن جبير، والحسن البصري، وأحمد بن حنبل، وإسحاق بن راهويه . وممن كرهه :أبو حنيفة، ومالك، والثوري، والمزني، وابن المنذر، ونقله العبدري عن جمهور العلماء .وصرح المحاملي وغيره من القائلين بأنه لا يكره الأخذ من شارب الميت بأن الأخذ منه يكون قبل الغسل.

وقال النووي :ولم يتعرض الجمهور -يعني جمهور الأصحاب من الشافعية -لدفن هذه الأجزاء مع الميت، وقال صاحب العدة :ما يؤخذ منها يصر في كفنه، ووافقه القاضي حسين وصاحب التهذيب في الشعر المنتتف في تسريح الرأس واللحية، وقال به غيرهم.وقال صاحب الحاوي :الاختيار عندنا أنه لا يدفن معه إذ لا أصل له . وقال الحنابلة :إذا أخذ الشعر جعل معه في أكفانه؛ لأنه من الميت فيستحب جعله في أكفانه كأعضائه، فيغسل ويجعل معه(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۵،ص ۳۲۴،مادة شارب، الأخذ من شارب الميت)

[1] ذهب الحنفية إلى أنه يكره تسريح لحية الميت أو قص شعره أو حلقه لعدم الحاجة إليه. وقال المالكية :يكره حلق شعر الميت الذي لا يحرم حلقه حال الحياة كشعر الرأس، فإن كان يحرم حلقه حال الحياة -وهو شعر اللحية -حرم، قال الدردير :وهو بدعة قبيحة لم تعهد من السلف.وقال الحنابلة :يكره تسريح شعره رأسا كان أو لحية لأنه يقطعه من غير حاجة إليه .قالوا. ويحرم حلق رأسه ولحيته.أما الشافعية فيرون أن تسريح لحية الميت غير المحرم حسن لإزالة ما في أصول الشعر من الوسخ أو بقايا السدر، ويكون ذلك بمشط واسع الأسنان، برفق ليقل الانتتاف .ثم إن أزيل بعض الشعر بحلق أو قص أو تسريح يجعل الزائد مع الميت في كفنه(الموسوعة الفقهية الكويتية،ج۳۵،ص۲۳۳،مادة لحية، لحية الميت)

[2] ذهب جمهور الفقهاء إلى أنه لا يضر في الاعتكاف أخذ المعتكف من شاربه إذا لم يلوث المسجد بذلك، لعدم ورود ترك ذلك عن النبي صلى الله عليه وسلم ولا الأمر به، والأصل بقاء الإباحة.لكن المالكية ذهبوا إلى أنه يكره للمعتكف أن يأخذ من شاربه في المسجد، ولو جمع ما

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

تعزیر وسزا دینے کے طور پر کسی کی ڈاڑھی مونڈنا

ڈاڑھی کا مونڈنا گناہ اور حرام ہے، اور اس کا مونڈنا مثلہ بنانے میں داخل ہے، جس کی شریعت میں ممانعت آئی ہے، اس وجہ سے کسی کو تعزیر وسزا دینے کے طور پر اس کی ڈاڑھی مونڈنے کو فقہائے کرام نے جائز قرار نہیں دیا۔ [1]

کسی کی زبردستی ڈاڑھی مونڈنے پر دِیت کا حکم

اگر کسی شخص نے زبردستی دوسرے کی ڈاڑھی کو کاٹ دیا یا مونڈ دیا یا اُکھاڑ دیا یا کسی دوا وغیرہ سے صاف کر دیا، تو ایسا کرنا گناہ ہے، لیکن اس میں دیت واجب نہیں ہے۔

البتہ اگر ڈاڑھی کو ایسے طریقہ سے صاف کر دیا کہ اس کے ڈاڑھی اگنے کی صلاحیت ہی جاتی رہی، تو پھر مکمل دیت واجب ہوگی۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

یاخذه في ثوبه والقاه خارج المسجد لحرمته، فإن أخذ من شاربه في المسجد، فإنه يبطل اعتكافه عند القائلين منهم بإبطال الاعتكاف بكل منهي عنه، ولا يبطل اعتكافه عند من خص الإبطال بالكبيرة.

وقالوا :إذا احتاج المعتكف إلى قص شاربه جاز له أن يدني رأسه لمن يأخذ من شعره ويصلحه، ولا يخرج في ذلك إلى بيته ولا إلى دكان الحجام، لأنه يقدر على ذلك وهو في المسجد .

وقال الحنابلة :يسن صون المساجد عن كل قذر كقص الشارب ونحوه (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۲۵، ص ۳۲۵، مادة شارب، أخذ المعتكف من شاربه)

[1] لا يجوز التعزير بحلق اللحية لكونه أمرا محرما في ذاته عند الجمهور، والذين قالوا بأن الحلق في ذاته مكروه، وهو الأصح عند الشافعية، قالوا :لا يجوز التعزير بحلقها (الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۵، ص۲۳۳، مادة لحية، التعزير بحلق اللحية)

[2] تتفق المذاهب الأربعة على أن من أزال لحية رجل عمدا أو خطأ، بحلق أو نتف أو معالجة بدواء أو غير ذلك، فإنه إن عاد الشعر فنبت كما كان فلا شيء من دية أو غيرها إلا الأدب في العمد.

أما إن لم ينبت الشعر، لفساد منبته، كما لو صب عليه ماء حارا، فقد اختلف الفقهاء فيه:

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ڈاڑھی مونڈے ہوئے شخص کا پیر یا ولی ہونا

جیسا کہ پیچھے گزر چکا کہ ڈاڑھی منڈانے یا ایک مٹھی سے کم کرنے کا عمل بطورِ خاص جبکہ یہ عمل بار بار دہرایا جائے، کبیرہ گناہ ہے، اور کئی گناہوں کا مجموعہ ہے، اس لیے جو شخص اس عمل کا مرتکب ہو، وہ ولی اللہ کہلائے جانے کا مستحق نہیں۔

لہٰذا آج کل جو کئی لوگ ڈاڑھی منڈا کر یا ایک مٹھی سے کم کرا کر رکھتے ہیں، اور وہ اپنے آپ کو

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

فذهبت الحنفية و الحنابلة إلى أن فيها دية كاملة إن أذهبها كلها، سواء كانت خفيفة أو كثيفة، قالوا: لأنه أزال الجمال على الكمال، وفي نصفها نصف الدية .ثم قال الحنفية :وما كان أقل من ذلک ففيه حكومة عدل، وفي قول عندهم :تجب كل الدية لأنه في الشين فوق من لا لحية له أصلا، قال في شرح الكافي :هو الصحيح.

وقال الحنابلة :يعتبر قدر الذاهب منها بالمساحة، فيعطى من الدية بنسبة ذلک.

قال الحنفية :ولا شيء في إذهاب لحية كوسج على ذقنه شعرات معدودة، قالوا :لأنها تشينه ولا تزينه.

ولو كان على خده أيضا ولكنه غير متصل فحكومة عدل لأن فيه بعض الجمال، ولو متصلا ففيه كل الدية، لأنه ليس بكوسج وفيه معنى الجمال.

وقال الحنابلة :إن أزالها وبقي منها ما لا جمال فيه فعليه الدية كاملة لإذهابه المقصود منه كله.

واستدلوا على إيجاب الدية في شعر اللحية بقول علي وزيد بن ثابت رضي الله عنهما " :في الشعر الدية ."

ويؤجل سنة ليتحقق من عدم نباتها، فإن مات فيها فعند أبي حنيفة تسقط الدية، وقال الصاحبان: فيها حكومة عدل.

وإن نبت الشعر أبيض قال أبو حنيفة كذلک :لا شيء فيها، وقال الصاحبان :فيها حكومة عدل.

فإن عاد الشعر فنبت بعد أن أخذ المجني عليه ما فيه من دية أو بعضها أو حكومة العدل رده، وإن لم يعد ورجي عوده انتظر ما يقوله أهل الخبرة.

وذهب المالكية والشافعية إلى أنه لا تجب الدية في إذهاب شعر اللحية بل فيه حكومة عدل(الموسوعة الفقهية الكويتية، ج۳۵،ص ۲۳۳،مادة لحية، الدية أو الأرش في إتلاف شعر اللحية)

ذهب الفقهاء إلى أنه يجب بالجناية على الشارب حكومة عدل، لأن الشارب تبع للحية فصار كبعض أطرافها .وللتفصيل ينظر (حكومة عدل)(الموسوعة الفقهية الكويتية،ج۲۵،ص ۳۲۵،مادة شارب، الجناية على الشارب)

ولی اللہ ظاہر کرتے ہیں، اور پیر و گدی نشین وغیرہ کہلواتے ہیں، وہ شرعی تعلیمات کی روشنی میں ولی اللہ نہیں ہیں۔

خوب سمجھ لینا چاہیے کہ ولی وہ ہوتا ہے، جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا پوری طرح متبع ہو، جس کے بے شمار دلائل موجود ہیں۔

ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اولیاء اللہ ان کو قرار دیا ہے، جو پانچوں نمازوں کو قائم کرنے والے (یعنی پانچوں نمازوں کی اُن کی شرائط وآداب اور پابندی کے ساتھ ادائیگی کرنے والے) رمضان کے روزوں کی اخلاص کے ساتھ پابندی کرنے والے، اور خوشدلی واخلاص کے ساتھ زکاۃ ادا کرنے والے، اور کبیرہ گناہوں سے بچنے والے ہوں، جن سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے۔

اور پھر ایک سوال کرنے والے کے جواب میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض کبیرہ گناہوں کا بھی تذکرہ فرمایا (طبرانی)[1]

اور ڈاڑھی منڈانے اور ایک مٹھی سے کم کرانے اور بطورِ خاص یہ عمل بار بار دہراتے اور کراتے

---

[1] عن عبد الحميد بن سنان، أنه حدثه عبيد بن عمير الليثي، عن أبيه، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم في حجة الوداع :إن أولياء الله المصلون ومن يقيم الصلوات الخمس التي كتبهن الله على عباده، ويصوم رمضان ويحتسب صومه ويؤتي الزكاة طيبة بها نفسه يحتسبها، ويجتنب الكبائر التي نهى الله عنها فقال رجل من أصحابه :يا رسول الله، وكم الكبائر؟ قال :هي تسع أعظمهن الإشراك بالله، وقتل المؤمن بغير حق، والفرار يوم الزحف، وقذف المحصنة، والسحر، وأكل مال اليتيم، وأكل الربا، وعقوق الوالدين المسلمين، وإحلال البيت الحرام قبلتكم أحياء وأمواتا، لا يموت رجل لم يعمل هذه الكبائر، ويقيم الصلاة، ويؤتي الزكاة إلا رافق محمدا صلى الله عليه وسلم في بحبوحة جنة أبوابها مصاريع الذهب(المعجم الكبير للطبراني، رقم الحديث ۱۰۱، ج۱۷ ص۴۷، واللفظ لهٗ؛ سنن الكبرىٰ للبيهقي، رقم الحديث ۶۷۲۳؛ مستدرک حاکم، رقم الحديث ۱۹۷)

قال الحاكم: هذا حديث صحيح الإسناد ، ولم يخرجاه.

وقال الذهبي في التلخيص :صحيح

قال الهيثمي: قلت عند أبي داود بعضه -وقد رواه الطبراني في الكبير ورجاله موثقون، مجمع الزوائد، جزء ۱ صفحة ۴۸)

رہنے کے کبیرہ گناہ ہونے کے دلائل اپنے مقام پر ذکر کیے جا چکے ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو دین کی صحیح سمجھ اور راہِ ہدایت عطا فرمائیں، اور ہر قسم کی گمراہی اور فتن و شرور سے حفاظت فرمائیں۔ آمین۔ فقط

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

محمد رضوان

۲۳/ ربیع الآخر/ ۱۴۳۰ھ بمطابق 20/ اپریل/2009ء، بروز پیر

نظرِ ثانی اضافہ واصلاح

مؤرخہ: ۲۴/محرم الحرام/۱۴۳۴ھ 09/ دسمبر/2012ء بروز ہفتہ

ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان

ضمیمہ

ڈاڑھی و مونچھوں سے متعلق چند غیر معتبر و غیر مستند احادیث

ڈاڑھی اور مونچھوں سے متعلق بعض غیر مستند یا ضعیف احادیث و روایات کا پیچھے متعلقہ مقامات کے حواشی میں ذکر گزر چکا ہے، مزید چند ایک کا ذکر کیا جاتا ہے۔

بلا تحقیق ہر سنی ہوئی بات کو آگے نقل کر دینا، خصوصاً کسی بات کی نسبت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کرنا سخت خطرناک طرزِ عمل ہے، اور احادیث میں اس کی ممانعت اور اس پر سخت عذاب کی وعیدیں اور دھمکیاں آئی ہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: كَفٰى بِالْمَرْءِ كَذِبًا أَنْ يُّحَدِّثَ بِكُلِّ مَا سَمِعَ (مسلم) [1]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ آدمی کے جھوٹ کے لئے یہ کافی ہے کہ وہ ہر سُنی ہوئی بات کو بیان کر دے (مسلم، ابوداؤد)

حضرت ابو اُمامہ رضی اللہ عنہ کی سند سے بھی اس قسم کی حدیث مروی ہے۔ [2]

---

[1] باب النهي عن الحديث بكل ما سمع؛ ابوداؤد، رقم الحديث ۴۹۹۲، باب في التشديد في الكذب؛ ابن حبان، رقم الحديث ۳۰.

في حاشية ابن حبان: إسناده صحيح على شرط الصحيح، وأخرجه مسلم في مقدمة صحيحه.

[2] عن أبي أمامة، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :كفى بالمرء من الكذب أن يحدث بكل ما سمع، وكفى بالمرء من الشح أن يقول آخذ حقي لا أترك منه شيئا (مستدرک حاکم، رقم الحديث ۲۱۹۶)

قال الحاكم: هذا إسناد صحيح فإن آباء هلال بن العلاء أئمة ثقات وهلال إمام أهل الجزيرة في عصره"

وقال الذهبي في التلخيص: صحيح وآباء هلال ثقات.

اور حضرت عمر بن خطاب اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کا ارشاد بھی اسی طرح سے مروی ہے۔ [1]

ہر سُنی ہوئی بات کا سچا ہونا ضروری نہیں، بلکہ بہت سی باتیں جھوٹی بھی ہوتی ہیں، لہٰذا جب تک کسی بات کے سچ ہونے کا یقین یا غالب گمان اور اس پر اطمینان نہ ہو، تو اُس کو بیان کرنا درست نہیں۔ [2]

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَا تَكْذِبُوْا عَلَيَّ، فَإِنَّهُ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ فَلْيَلِجِ النَّارَ (بخاری) [3]

ترجمہ: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم مجھ پر جھوٹ نہ باندھو، پس بے شک جس نے مجھ پر جھوٹ باندھا تو اسے چاہیے کہ وہ جہنم میں داخل ہو جائے (بخاری)

---

[1] عن أبی عثمان النهدی، قال: قال عمر بن الخطاب رضی الله تعالى عنه: بحسب المرء من الكذب أن يحدث بكل ما سمع (مسلم، رقم الحديث ۵ "۵")
حدثنا محمد بن المثنى، قال: حدثنا عبد الرحمن، قال: حدثنا سفيان، عن أبی إسحاق، عن أبی الأحوص، عن عبد الله، قال: بحسب المرء من الكذب أن يحدث بكل ما سمع (مسلم، باب النهی عن الحديث بكل ما سمع)

[2] (كفى بالمرء كذبا أن يحدث بكل ما سمع) ای إذا لم يتثبت لأنه يسمع عادة الصدق والكذب فإذا حدث بكل ما سمع لا محالة يكذب والكذب الإخبار عن الشیء على غير ما هو عليه وإن لم يتعمد لكن التعمد شرط الإثم. قال القرطبی: والباء فی بالمرء زائدة هنا على المفعول وفاعل كفى أن يحدث وقد تزاد الباء على فاعل كفى كقوله تعالى (وكفى بالله شهيدا) (فيض القدير للمناوی، تحت رقم الحديث ۶۲۲۲، حرف الكاف)
(كفى بالمرء من الكذب) كذا هو فی خط المؤلف وفی رواية العسكری: كفى بالمرء من الكذب كذبا (أن يحدث بكل ما سمع) أی لو لم يكن للرجل كذب إلا تحدثه بكل ما سمع من غير مبالاة أنه صادق أو كاذب لكفاه من جهة الكذب لأن جميع ما سمعه لا يكون صدقا وفيه زجر عن الحديث بشیء لا يعلم صدقه (وكفى بالمرء من الشح أن يقول) لمن له عليه دين (آخذ حقی) منه كله بحيث (لا أترك منه شيئا) ولو قليلا فإن ذلك شح عظيم ومن ثم عد الفقهاء مما ترد به الشهادة المضايقة فی التافه وهذا عد من الحكم والأمثال (فيض القدير للمناوی، تحت رقم الحديث ۶۲۲۴، حرف الكاف)

[3] رقم الحديث ۱۰۶، كتاب العلم، باب إثم من كذب على النبی صلى الله عليه وسلم.

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

سَمِعْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: إِنَّ كَذِبًا عَلَيَّ لَيْسَ كَكَذِبٍ عَلٰى أَحَدٍ، مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا، فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ (بخاری) [1]

ترجمہ: میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے فرمایا کہ میرے اوپر جھوٹ باندھنا کسی اور پر جھوٹ باندھنے کی طرح نہیں ہے، جس نے مجھ پر جان بوجھ کر جھوٹ باندھا تو اسے چاہیے کہ وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے (بخاری)

اس سے معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر کے کوئی جھوٹی حدیث بیان کرنا سخت وبال کی بات ہے، اور اسی وجہ سے احادیث کے بیان کرنے میں بہت احتیاط کی ضرورت ہے۔

محدثینِ عظام نے اسی وجہ سے احادیث کی سندیں محفوظ کرنے کا اہتمام کیا ہے، اور احادیث کی سند میں آنے والے راویوں کی خوب اچھی طرح تحقیق کی ہے۔

آج کل احادیث کے بیان کرنے میں غفلت پائی جاتی ہے، اور بلا تحقیق احادیث کو نقل و بیان کرنے میں جرأت کا مظاہرہ کیا جاتا ہے، جو کہ بہت خطرناک بات ہے۔ [2]

---

[1] رقم الحديث ١٢٩١، كتاب الجنائز، باب ما يكره من النياحة على الميت.

[2] الأسئلة والأجوبة: منها ما قيل: التبوء إن كان إلى الكاذب فلا شك أنه لا يبوء نفسه وله إلى تركه سبيل، وإن كان إلى الله فأمر العبد بما لا سبيل له إليه غير جائز. أجيب: بأنه بمعنى الدعاء أي: بوأه الله كما ذكرنا. ومنها ما قيل: ذلك عام في كل كذب أم خاص؟ أجيب بأنه اختلف فيه، فقيل: معناه الخصوص أي: الكذب في الدين كما ينسب إليه تحريم حلال أو تحليل حرام، وقيل: كان ذلك في رجل بعينه كذب على الرسول صلى الله عليه وسلم وادعى عند قوم أنه بعثه إليهم ليحكم فيهم، واحتجاج الزبير، رضي الله عنه، ينفي التخصيص، فهو عام في كل كذب ديني ودنيوي. ومنها ما قيل: من قصد الكذب على الرسول صلى الله عليه وسلم ولم يكن في الواقع كذب هل يأثم؟ أجيب: بأنه يأثم، لكن لا بسبب الكذب بل بسبب قصد الكذب، لأن قصد المعصية معصية إذا تجاوز عن درجة الوسوسة، فلا يدخل تحت الحديث. ومنها ما قيل: لم توقف

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

اس لئے اس مرتبہ کی اشاعت میں ضمیمہ کے طور پر داڑھی اور مونچھوں سے متعلق چند غیر معتبر اور غیر مستند یا شدید ضعیف احادیث وروایات کا ذکر کیا جاتا ہے۔ [1]

(۱)......ریش بچہ (یعنی عنفقہ) کے کاٹنے کی حدیث

ایک حدیث میں ''عنفقہ'' یعنی ریش بچہ کو کاٹنے کا حکم آیا ہے۔ [2]
مگر اس حدیث کو محدثین نے شدید ضعیف قرار دیا ہے۔ [3]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ الزبير، رضى الله تعالى عنه، فى الرواية والإكثار منها؟ أجيب :لأجل خوف الغلط والنسيان، والغالط والناسى، وإن كان لا إثم عليه، فقد ينسب إلى التفريط لتساهله أو نحوه وقد يتعلق بالناسى حكم الأحكام الشرعية :كغرامات المتلفات، وانتقاض الطهارات .قلت :وأما من أكثر منهم فمحمول على أنهم كانوا واثقين من أنفسهم بالتثبت، أو طالت أعمارهم فاحتيج إلى ما عندهم، فسئلوا، فلم يمكنهم الكتمان، رضى الله تعالى عنهم .ومنها ما قيل :إن قوله (من كذب على) هل يتناول غير العامد أو المراد منه العامد؟ أجيب :بأنه أعم من العامد وغيره، ولم يقع فيه العمد فى رواية البخارى وفى طريق ابن ماجه :(من كذب على متعمدا) ، وكذا وقع للإسماعيلى من طريق غندر عن شعبة نحو رواية البخارى والاختلاف فيه على شعبة، وقد أخرجه الدارمى من طريق أخرى عن عبد الله بن الزبير بلفظ :(من حدث عنى كذبا) ، ولم يذكر العمد، فدل ذلك أن المراد منه العموم وقال بعض الحفاظ :المحفوظ فى حديث الزبير حذف لفظة :متعمدا، ولذلك جاء فى بعض طرقه فقال :ما لى لا أراك تحدث وقد حدث فلان وفلان وابن مسعود؟ فقال :والله يا بنى ما فارقته منذ أسلمت، ولكن سمعته يقول :(من كذب على فليتبوأ مقعده من النار) ، والله ما قال متعمدا وأنتم تقولون .متعمدا .قال أبو الحسن القابسى :لم يذكر فى حديث على والزبير :متعمدا، فمن أجل ذلك هاب بعض من سمع الحديث أن يحدث الناس بما سمع .فإن قلت :إذا كان عاما ينبغى أن يدخل فيه الناسى أيضا .قلت :الحديث بعمومه يتناول العامد والساهى والناسى فى إطلاق اسم الكذب عليهم، غير أن الإجماع انعقد على أن الناسى لا إثم عليه، والله أعلم(عمدة القارى، ج ۲ ص ۱۵۲، كتاب العلم، باب إثم من كذب على النبى صلى الله عليه وسلم)

[1] البتہ بعض روایات میں کسی صاحبِ علم کا یہ اختلاف ممکن ہے کہ وہ اس کے نزدیک شدید ضعیف کے بجائے صرف ضعیف ہو۔

[2] حدثنا عبيدة بن حميد، حدثنى ثوير، عن مجاهد، عن ابن عمر قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :خذوا من هذا ودعوا هذا يعنى :شاربه الأعلى، يأخذ منه، يعنى العنفقة(مسند أحمد، رقم الحديث ۵۳۲۶)

[3] فى حاشية مسند احمد:
إسناده ضعيف جداً لضعف ثوير -وهو ابن أبى فاختة-، قال الدارقطنى وعلى ابن الجنيد :متروك۔ ﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح احادیث میں عنفقہ یعنی ریش بچہ کا ڈاڑھی کے ساتھ رکھنا ثابت ہے، اور اس کو کاٹنا منع ہے، جس کی تفصیل پہلے ذکر کی جا چکی ہے۔

(۲)......ریش بچہ (یعنی عنفقہ) سے تیل لگانے کے آغاز کی حدیث

ایک حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ڈاڑھی میں تیل لگاتے وقت ریش بچہ سے آغاز کرنے کا ذکر آیا ہے۔ [1]

مگر اس روایت کو محدثین نے شدید ضعیف قرار دیا ہے۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وأخرجه الطبراني في "الكبير(١٣٣٤٦)"وابن عدیّ في "الكامل"٥٣٣/٢ من طريق عبيدة بن حميد، بهذا الإسناد.

ولفظه عند الطبراني" :خذوا من هذا ودعوا هذا "يعني يأخذ من عنفقته، ويدع لحيته.

ولفظه عند ابن عدي":خذوا من هذا -وأشار أبو معمر بيده إلى شاربه -، ودعو هذا - يعني العنفقة "وقال عقبه :ضعفه -يعني ثويرا -، جماعة كما ذكرت، وأثر الضعف بَين على رواياته.وانظر ما سلف برقم(٣٢٥٣).

العنفقة :قال ابن الأثير :الشعر الذي في الشفة السفلي، وقيل :الشعر الذي بينها وبين الذقن، وأصل العنفقة :خفة الشيء وقلته.

وقال السندي :قوله :يعني العنفقة، كأنه تفسير لقوله :دعوا من هذا بعد تفسير قوله : خذوا من هذا.

وقال الشيخ أحمد شاكر :والنص الذي هنا غير واضح تماماً، ولكن المراد منه مفهوم، أن يأخذ من شاربه الأعلى، ويدع العنفقة، لأنها من اللحية أو في حكم اللحية.

[1] حدثنا محمد بن المرزبان نا محمد بن مقاتل الرازي نا عيسى بن إبراهيم القرشي عن الحكم بن عبد الله بن سعد الأيلي عن الزهري عن سعيد بن المسيب عن عائشة أن رسول الله صلى الله عليه و سلم كان إذا دهن لحيته بدأ بعنفقته (المعجم الأوسط للطبراني، رقم الحديث ٧٤٢٩)

[2] محدثین نے اس روایت کے ایک راوی حاکم بن عبداللہ کو شدید ضعیف قرار دیا ہے، اور امام احمد رحمہ اللہ سے ان کی تمام احادیث کا موضوع و من گھڑت ہونا مروی ہے۔

قال الهيثمي:

رواه الطبراني في الاوسط وفيه الحكم بن عبد الله بن سعيد الايلي ضعيف جدا قال

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

(۳)......مونچھوں کے کناروں کے چھوڑے رکھنے کی حدیث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث میں فلقتین یا قلفتین (یعنی مونچھوں کے دونوں طرف کے کناروں کو) کو چھوڑے رکھنے کا حکم آیا ہے۔ [۱]

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

أحمد أحاديثه كلها موضوعة(مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ٨٨٤٣، باب ما جاء في اللعن)

و قال ابن حجر:

الحكم بن عبد الله بن سعد الأيلي أبو عبد الله :عن القاسم والزهري كان ابن المبارك شديد الحمل عليه وقال أحمد :أحاديثه كلها موضوعة وقال ابن معين :ليس بثقة وقال السعدي وأبو حاتم :كذاب وقال النسائي والدارقطني وجماعة :متروك الحديث وقد جعل غير واحد ترجمته والذي قبله يعني ابا سلمة العاملي واحدة وما ذاك ببعيد انتهى .والعاملي أخرج له ابن ماجة وقال البخاري في الأيلي .تركوه كان ابن المبارك يوهنه البتة وفي رواية يضعفه ونهى أحمد عن حديثه وقال مسلم في الكنى :منكر الحديث وقال ابن يونس في تاريخ مصر :سمع من أنس بن مالك وهو مولى الحارث بن الحكم بن أبي العاص وهو منكر الحديث وكذا قال ابن ماكولا والصواب عندي التفرقة بين الأيلي وأبي سلمة العاملي وقد فرق أيضاً بينهما ابن عساكر في تاريخه وذكر أن ابن عدي جمع بينهما ووهم في ذلك وهما اثنان بلا شك(لسان الميزان ، ج٣ ص ٢٤٣ ،رقم الترجمة ٢٦٩٠)

[۱] حدثنا محمد بن النضر الأزدي قال :نا بشر بن الوليد قال :نا سليمان بن داود اليمامي، عن يحيى بن أبي كثير، عن أبي سلمة،عن أبي هريرة قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :وفروا اللحى، وخذوا من الشوارب، وانتفوا الآباط، واحذروا الفلقتين(المعجم الاوسط للطبراني، رقم الحديث ٥٠٢٢)

حدثنا عبد الله بن محمد بن إسحاق السمري ثنا بشر بن الوليد ثنا سليمان بن داود عن يحيى بن أبي كثير عن أبي سلمة عن أبي هريرة أن امرأة قالت يا رسول الله من ابر قال أمك قالت ثم من قال ثم أمك قالت ثم من قال ثم أمك قالت ثم من قال ثم والدك وبإسناده عن ابي هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من بنى لله بيتا يعبد الله فيه من مال حلال بنى الله له بيتا في الجنة من در وياقوت وبإسناده قال رسول الله صلى الله عليه وسلم وفروا اللحى وخذوا من الشوارب وانتفوا الإبط وقصوا الأظافير وأحذوا القلفتين (الكامل في ضعفاء الرجال، ج٣، ص ٢٧٤، تحت ترجمة سليمان بن داود البجلي اليمامي)

القُلْفَتان طرَفا الشارِبَيْن مما يَلِي الصِّمَاغَين وهما الفُلْقَتان ابن دريد(المخصص لابن سيده، ج ١، ص ١٢٣ ،الشفة وما يليها من الذقن)

مگر تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ اس روایت کی سند میں سلیمان بن داؤد یمامی ہیں، جن پر محدثین نے غیر معمولی جرح فرمائی ہے۔ [1]

(۴)...... عقل کو لمبی ڈاڑھی میں تلاش کرنے کی حدیث

ایک روایت میں لمبی ڈاڑھی کو قلتِ عقل کی دلیل یا آدمی کی عقل کو اس کی لمبی ڈاڑھی میں شمار یا تلاش کرنے کا ذکر آیا ہے۔

مگر اس کی سند کو محدثین نے موضوع و من گھڑت قرار دیا ہے۔ [2]

---

[1] وفروا اللحى، وخذوا من الشوارب، وانتفوا الإبط، وقصوا الأظافر، واحدوا القلفتين .رواه سليمان بن داود اليمامي :عن يحيى، عن ام سلمة، عن أبي هريرة . وسليمان هذا ليس بشيء .(ذخيرة الحفاظ،لمحمد بن طاهر المقدسي، رقم الحديث ۵۹۳۷،ج۵ص۲۵۵۳)

سليمان بن داود اليمامي أبو الجمل :صاحب يحيى بن أبي كثير قال ابن :معين ليس بشيء وقال البخاري منكر الحديث وقد مر لنا أن البخاري قال من قلت فيه منكر الحديث فلا تحل رواية حديثه وقال بن حبان ضعيف وقال آخر متروك(لسان الميزان لابن حجر ،ج۳ ص ۱۴۰، تحت رقم الترجمة ۳۶۰۱)

سليمان بن داود اليمامي، يروى عن يحيى بن أبي كثير، روى عنه سعيد بن سليمان وبشر بن الوليد الكندى، يقلب الاخبار وينفرد بالمقلوبات عن الثقات، روى عن يحيى بن أبي كثير عن أبي سلمة عن أبي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال " :من بنى لله عزوجل بيتا من حلال بنى الله له بيتا في الجنة من در وياقوت ."

روى عنه بشر بن الوليد الكندى، سمعت محمد بن محمود يقول :سمعت الدارمي يقول :سمعت يحيى بن معين يقول :سليمان بن داود ليس بشيء.

قال الدارمي، أرجو أنه ليس كما قال يحيى، فإن يحيى بن حمزة روى عنه أحاديث حسانا. كأنها مستقيمة. قال أبو حاتم، هذا شيئ قد اشتبه على شيوخنا لاتفاق الاسمَين، أما سليمان بن داود اليمامي الذى يروى عن الزهرى ويحيى بن أبي كثير فهو ضعيف كثير الخطأ(المجروحين لابن حبان، ج۱، ص۳۳۴رقم الترجمة ۴۱۹)

[2] حديث :طول اللحية دليل قلة العقل.

يروى عن عمرو بن العاص رفعه :اعتبروا عقل الرجل في ثلاث في طول لحيته، وكنيته، ونقش خاتمه، أسنده الديلمي، وهو واه، (المقاصد الحسنة ،ج۱ ص۴۴۳، رقم الحديث ۶۶۵، حرف الطاء المعجمة)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

البتہ غیر معمولی لمبی ڈاڑھی کی وجہ سے عقل میں کمی واقع ہونے سے متعلق حکماء وعقلاء کے اقوال منقول ہیں، جن کا پہلے ذکر کیا جاچکا ہے۔

(۵)......ہلکی ڈاڑھی کے مومن کی سعادت ہونے کی حدیث

ایک روایت میں ہلکی ڈاڑھی کو مومن کی سعادت قرار دیا گیا ہے۔ [1]

مگر اس روایت کی سند کو محدثین نے موضوع ومنکر قرار دیا ہے۔ [2]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾ اعْتَبِرُوا عَقْلَ الرَّجُلِ فِي طُولِ لحيته وَنقش خَاتمه و كنيته فِيهِ يزيد مضعف وَقيل مكذب(تذكرة الموضوعات للفتني، ج ا، ص ۳۰،باب العقل والبلاهة وكون الإنسان خيرا من ألف مثله وإن العاقل هو المطيع لا السخي ولو حاتما)

موضوع : ذكره السيوطي في "ذيل الأحاديث الموضوعة "من رواية ابن عساكر بسنده عن عثمان بن عبد الرحمن الطرائفي عن يزيد بن سنان الأشعري عن أبي دوس الأشعري قال :كنا عند معاوية جلوسا إذ أقبل علينا رجل طويل اللحية ، فقال معاوية : أيكم يحفظ حديث رسول الله صلى الله عليه وسلم في طول اللحية ، فسكت القوم ، فقال معاوية :لكني احفظه ، فلما جلس الرجل قال معاوية :أما اللحية فلسنا نسأل عنها !سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول :فذكره ، قال :فما كنوتك ؟ قال :أبو كوكب الدري ، قال :فما نقش خاتمك ؟ قال :و تفقد الطير ، فقال :ما لي لا أرى الهدهد أم كان من الغائبين ، فقال :وجدنا حديث رسول الله صلى الله عليه وسلم حقا ، قال السيوطي :يزيد ضعيف ، و الطرائفي كذبه ابن نمير (سلسلة الاحاديث الضعيفة تحت رقم الحديث رقم ۲۷۲)

[1] ثنا عمر بن سنان ثنا عبد الرحمن بن عمرو الحراني ثنا سكين بن ميمون أبو سراج عن المغيرة بن سويد الكوفي عن شيخ من النخع قال لقيني عكرمة فقال لي شعرت ان بن عباس قال عن النبي صلى الله عليه وسلم من سعادة المرء خفة لحيته (الكامل لابن عدى،جزء۸صفحة ۵۰۷،تحت رقم الترجمة ۲۰۷۳)

ثنا أبو خولة ميمون بن مسلمة البهراني ثنا عبد الرحمن بن عبيد الله الحلبي ثنا أبو داود النخعي عن حطان بن خفاف أبي الجويرية عن ابن عباس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم رأس العقل بعد الإيمان بالله مداراة الناس ومن سعادة المرء خفة لحيته (الكامل لابن عدى،جزء۴ صفحة ۲۲۶،تحت رقم الترجمة ۷۳۳)

[2] قال الهيثمي:

وعن ابن عباس عن النبي صلى الله عليه وسلم قال من سعادة المؤمن خفة لحيته.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ڈاڑھی کا گھنا یا ہلکا ہونا غیر اختیاری چیز ہے، اس پر سعادت مندی کا دار ومدار نہیں ہے، جہاں تک کہ ڈاڑھی کی لمبائی اور چوڑائی کی حدود کا تعلق ہے، تو اس کی شریعت کی طرف سے تعیین کردی گئی ہے۔

لہٰذا اس کے مطابق ڈاڑھی کا رکھنا سعادت مندی کی دلیل ہے۔

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

رواه الطبراني وفيه يوسف بن الفرق قال الازدى كذاب (مجمع الزوائد، تحت رقم الحديث ٨٨٣١، باب ما جاء في الشعر واللحية)

و قال ابن عدى:

أنا عمر بن سنان ثنا الحسين بن المبارك ثنا بقية ثنا ورقاء بن عمر عن أبي الزناد عن الأعرج عن أبي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال إن رأس العقل التحبب إلى الناس وإن من سعادة المرء خفة لحيته قال الشيخ وهذا أيضا منكر بهذا الإسناد والحسين بن المبارك لا أعرف له من الحديث غير ما ذكرته ولعل إن كان له غيره فيكون شيئا يسيرا وأحاديثه مناكير (الكامل لابن عدى،جزء ٣ صفحة ٢٣٩، رقم الترجمة ٤٩٣)

و قال الخطيب البغدادى:

أخبرنا أبو سعد الماليني -قراءة- أخبرنا أبو حامد أحمد بن إبراهيم بن أحمد نيسابور حدثنا محمد بن إسحاق بن خزيمة حدثنا علي بن حجر قال: حدثنا يوسف بن الفرق عن سكين بن أبي سراج.

وأخبرنا الحسن بن علي الجوهري أخبرنا أبو عبيد الله المرزباني حدثنا محمد بن مخلد حدثنا أبو الحسن علي بن الحسين بن اشكاب حدثنا يوسف بن الفرق قال: حدثنا سكين بن أبي سراج والمغيرة بن سويد عن ابن عباس قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم " :من سعادة المرء خفة لحيته "قرأت في كتاب أبي الحسن بن الفرات -بخطه- أخبرنا محمد بن العباس الضبي الهروي حدثنا يعقوب بن إسحاق بن محمود الفقيه قال: قال أبو علي صالح بن محمد قال بعض الناس: إنما هو تصحيف إنما هو "من سعادة المرء خفة لحييه بذكر الله."

وسكين مجهول منكر الحديث والمغيرة بن سويد أيضاً مجهول ولا يصح هذا الحديث ويوسف بن الفرق منكر الحديث ولا تصح لحيته ولا لحييه .(تاريخ بغداد، جزء ١٤ صفحة ٢٩٩ الى ٣٠٠)

و قال ابن حجر:

قلت :حدث بقية عن أبي الفضل عن مكحول عن ابن عباس بحديث من سعادة المرء

﴿ بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں ﴾

(۶)......ڈاڑھی کٹانے کے قومِ لوط کی خصلت ہونے کی حدیث

ایک روایت میں دس خصلتوں کو ذکر کرتے وقت ڈاڑھی کٹانے کو قومِ لوط کی خصلتوں میں شمار کیا گیا ہے۔ لے

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

خفة لحيته قال أبو حاتم هذا موضوع(لسان الميزان، ج ۹ص ۱۴۲، رقم الترجمة ۹۰۲۲)

و قال ابن طاهر المقدسي:

من سعادة المرء خفة لحيته فيه سكين بن أبي سراج يروى الموضوعات عن الإثبات (كتاب معرفة التذكرة،ص ۱۹۸ ، تحت رقم الحديث ۸۱۷)

و قال ابو عبد الله محمد بن احمد بن عثمان:

الحسين بن المبارك الطبراني. عن إسماعيل بن عياش.

قال ابن عدى :متهم، ثم ساق له عن إسماعيل، عن هشام، عن أبيه، عن عائشة - مرفوعا :ليؤمكم أحسنكم وجها، فإنه أحرى أن يكون أحسنكم خلقا . وقال :قوا بأموالكم أعراضكم.

وله :حدثنا بقية، حدثنا ورقاء ، عن أبي الزناد، عن الاعرج، عن أبي هريرة -مرفوعا: من سعادة المرء خفة لحيته.

وهذا كذب(ميزان الاعتدال، ج ۱ ص ۵۴۸، تحت رقم الترجمة: ۲۰۵۶)

و قال المناوى:

(طب) عن محمد بن محمد المروزى عن على بن حجر عن يوسف بن الفرق عن سكين ابن أبي سراج عن المغيرة بن سويد عن ابن عباس قال الهيثمي :فيه يوسف بن الفرق قال الأزدى : كذاب (عد) عن ميمون بن سلمة عن عبد الرحمن بن عبيد الله الحلبي عن أبي داود النخعي عن خطاب بن خفاف (عن ابن عباس) قال ابن الجوزى : موضوع المغيرة مجهول وسكين يروى الموضوعات عن الأثبات ويوسف كذاب وسويد ضعفه يحيى وقال النخعي :وضاع وقال الخطيب :يوسف منكر الحديث قال : ولا يصح لحيته ولا لحييه وفي الميزان :هذا الحديث كذب ووافقه الحافظ في اللسان(فيض القدير شرح الجامع الصغير، تحت رقم الحديث ۸۲۵۱)

لے أخبرنا أبو الفضل الكلابي وأبو تراب المقرء وأبو الحسن الخشوعي إذنا قالوا أنبانا أبو بكر الخطيب لفظا أنبانا أبو الحسن بن رزقوية أنبانا عثمان بن أحمد بن عبد الله وأحمد بن سندى قالا حدثنا الحسن بن على حدثنا إسماعيل بن عيسى أنبانا إسحاق بن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مگر تحقیق کرنے سے معلوم ہوا کہ اس حدیث کی سند انتہائی کمزور ہے۔ [1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

بشر أخبرني سعيد بن أبي عروبة عن قتادة عن الحسن قال قال رسول الله (صلى الله عليه وسلم) عشر خصال عملتها قوم لوط بها أهلكوا وتزيدها أمتي بخلة :إتيان الرجال بعضهم بعضا ورميهم بالجلاهق والخذف ولعبهم بالحمام وضرب الدفوف وشرب الخمور وقص اللحية وطول الشارب والصفير والتصفيق ولباس الحرير وتزيدها أمتي بخلة إتيان النساء بعضهن بعضا(تاريخ دمشق لابن عساكر، ج٥٠، ٣٢٢، تحت الترجمه: لوط بن هاران ويقال بن اهرن بن تارخ وهاران هو أخو إبراهيم خليل الله بن تارخ)

[1] چنانچہ اس حدیث کی سند میں ایک راوی اسحاق بن بشر ہیں، جیسا کہ مذکورہ سند سے ظاہر ہے، اور ان کی احادیث کو محدثین نے منکر اور غیر محفوظ اور موضوع وغیرہ قرار دیا ہے۔

قال ابن عدي:

قال الشيخ وهذه الأحاديث مع غيرهما مما يرويه إسحاق بن بشر هذا غير محفوظة كلها وأحاديثه منكرة اما إسنادا أو متنا لا يتابعه أحد عليها(الكامل لابن عدى، ج١، ص٥٤٩، تحت الترجمة : إسحاق بن بشر أبو حذيفة البخارى)

و قال الذهبي:

أبو حذيفة إسحاق بن بشر بن محمد الهاشمي .

الشيخ، العالم، القصاص، الضعيف، التالف، أبو حذيفة إسحاق بن بشر بن محمد بن عبد الله بن سالم الهاشمي مولاهم، البخاري، مصنف كتاب (المبتدأ)، وهو كتاب مشهور في مجلدتين، ينقل منه ابن جرير فمن دونه، حدث فيه ببلايا وموضوعات.

عن :الأعمش، وابن أبي خالد، وابن جريج، وابن إسحاق، وعبد الله بن طاووس، وجويبر بن سعيد، ومقاتل بن سليمان، وعدد كثير.

وعنه :سلمة بن شبيب، وأحمد بن حفص، ومحمد بن يزيد النيسابوريون، ومحمد بن قدامة البخاري، وإسماعيل بن عيسى العطار، وعلي بن حرب الجنديسابوري .

قال مكي بن عبدان :حدثنا محمد بن عمر الداربجردي ، حدثنا أبو حذيفة البخاري -ثقة -عن ابن جريج، عن ابن أبي مليكة، عن ابن عباس:

عن النبي -صلى الله عليه وسلم -قال :(من طاف بالبيت، فليستلم الأركان كلها .

قلت :لا يفرح بتوثيق هذا الرجل، فالحديث -كما تشاهد -باطل.

قال مسلم :أبو حذيفة تركوا حديثه

وقال ابن المديني :كذاب، كان يحدث عن ابن طاووس، وابن طاووس مات قبل أن يولد.

وقال الدارقطني :متروك الحديث.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ڈاڑھی منڈانے کا اگر قومِ لوط میں رواج ہو، تو اس کا امکان موجود ہے، لیکن ہماری بحث اس بات کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت کرنے یا حدیث ہونے کے اعتبار سے ہے، جس پر کلام گزر چکا ہے۔

(۷)..... ڈاڑھی کی لمبائی سے بال کاٹنے کی ممانعت کی حدیث

ایک حدیث میں ڈاڑھی کی لمبائی سے بال کاٹنے کی ممانعت مذکور ہے۔[1]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

وقال أحمد بن سيار :يروى عمن لم يدرك، وكان يزن بحفظ .

وقال ابن حبان :كان يضع الحديث على الثقات، قد روى عن :الثورى، عن هشام بن عروة، عن أبيه، عن عائشة:عن النبى -صلى الله عليه وسلم :-(مرض يوم يكفر ثلاثين سنة .

قلت :خلط ابن حبان ترجمة هذا بترجمة إسحاق بن بشر الكاهلى الكوفى؛ أحد الهلكى أيضا .

مات أبو حذيفة :ببخارى، فى رجب، سنة ست ومائتين .قاله :غنجار(سير اعلام النبلاء، ج ۹، ص۴۷۷،تحت رقم الترجمة: ۱۷۷)

و قال ابن حجر:

إسحاق بن بشر أبو حذيفة البخارى صاحب كتاب المبتدأ تركوه وكذبه على بن المدينى وقال ابن حبان لا يحل كتب حديثه إلا على جهة التعجب وقال الدارقطنى كذاب متروك(لسان الميزان، ج۲ص۴۴برقم الترجمة ۱۰۰۵)

[1] حدثنا محمد بن أحمد بن على بن مخلد، ثنا إبراهيم بن الهيثم البلدى، ثنا أبو اليمان، ثنا عفير بن معدان، عن عطاء بن أبى رباح، قال :سمعت أبا سعيد الخدرى، يقول :سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول :لا يأخذ الرجل من طول لحيته، ولكن من صدغين .غريب من حديث عطاء ، لا أعلم عنه راويا غير عفير بن معدان(حلية الاولياء لابى نعيم، ج۳ص ۳۲۳)

حدثنا على بن أحمد بن مروان، حدثنا محمد بن الوليد المخزومى، حدثنا أبو اليمان، حدثنا عفير بن معدان عن عطاء ، عن أبى سعيد الخدرى، قال :قال رسول الله صلى الله عليه وسلم :لا يأخذ أحدكم من طول لحيته ولكن من الصدغين.....ولعفير بن معدان غير ما ذكرت من الحديث وعامة رواياته غير محفوظة(الكامل لابن عدى، ج۷ص۹۹،وص ۱۰۰ ،ملخصاً،تحت رقم الترجمة ۱۵۴۴ ، عفير بن معدان الحمصى)

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

مگر اس حدیث کی سند ضعیف اور بعض حضرات کے نزدیک شدید ضعیف ہے۔ [1]

بالخصوص جبکہ بعض احادیث وروایات سے غیر معمولی یا ایک مٹھی کی مقدار سے زیادہ لمبے بالوں کو کاٹنا بعض احادیث اور جلیل القدر صحابۂ کرام وتابعینِ عظام سے صحیح سند کے ساتھ مروی ہے، جن میں وہ صحابۂ کرام بھی شامل ہیں، جن سے ڈاڑھی بڑھانے کی احادیث مروی ہیں، ان کے مقابلہ میں اس حدیث کی سند اور زیادہ متاثر ومخدوش ہو جاتی ہے۔

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

أخبرنا علی بن المحسن المعدل، حدثنا أبو غانم محمد بن يوسف الأزرق، حدثنا محمد بن مخلد العطار، حدثنا أحمد بن الوليد وإبراهيم بن الهيثم البلدی قالا :حدثنا أبو اليمان، حدثنا عفير بن معدان، عن عطاء، عن أبی سعيد قال :قال النبی صلی الله عليه وسلم :لا يأخذ أحدكم من طول لحيته ولكن من الصدغين.قال أبو عبد الله بن مخلد :هذا أحمد بن الوليد المخرمی يسوی فلسا.(تاريخ بغداد، ج۵ص ۳۹٦، تحت رقم الترجمة ۲۹۵۷)

[1] قال المزی:

ت ق :عفير بن معدان الحضرمی، ويقال :اليحصبی، أبو عائذ، ويقال :أبو معدان الحمصی المؤذن.........قال أحمد بن أبی يحيی، عن أحمد بن حنبل :ضعيف، منكر الحديث.وقال إسحاق بن منصور، عن يحيی بن معين :لا شیء.وقال عثمان بن سعيد الدارمی، عن يحيی بن معين :ليس بشیء .وعن دحيم :ضعيف الحديث .وقال عباس الدوری، عن يحيی بن معين :ليس بثقة.وقال إبراهيم بن يعقوب السعدی الجوزجانی : قلت ليحيی بن معين :عفير بن معدان تضمه إلی أبی مهدی؟ قال :هو قريب منه، أحاديث سليم بن عامر تلك من اين وقع عليها؟ !وقال أبو مسهر:قال محمد بن شعيب :أبرأ إليكم من حديث عفير بن معدان وسعيد بن سنان وهو أبو مهدی.وقال أبو حاتم:سمعت دحيما يقول :عفير بن معدان ليس بشیء، لزم الرواية عن سليم بن عامر، وشبهه بجعفر بن الزبير وبشر بن نمير .وقال عبد الرحمن بن أبی حاتم:سألت أبی عن عفير بن معدان :فقال :ضعيف الحديث، يكثر الرواية عن سليم بن عامر، عن أبی أمامة، عن النبی صلی الله عليه وسلم ما لا أصل له، لا يشتغل بروايته.وقال أبو عبيد الأجری : سألت أبا داود عن عفير بن معدان، فقال :شيخ صالح، ضعيف الحديث، قال :وسألته أيضا فقال هكذا.وقال النسائی:ليس بثقة ولا يكتب حديثه.وقال أبو أحمد بن عدی: وعامة رواياته غير محفوظة .قال البخاری:قال يزيد بن عبد ربه :مات أبو مهدی سنة ثمان وستين ومئة.قال يزيد:وهو مولدی .قال :ومات عفير قبل أبی مهدی بسنتين أو نحوه (تهذيب الكمال، ج۲۰ص ۱۷٦ تا ۱۷۸ ملخصاً)

(۸)......ڈاڑھی کے متعلق فرشتوں یا حوروں کی ایک تسبیح کی حدیث

ایک حدیث میں فرشتوں یا جنت کی حوروں کی یہ تسبیح ذکر کی گئی ہے کہ:

سُبْحَانَ الَّذِیْ زَیَّنَ الرِّجَالَ بِاللُّحٰی وَالنِّسَاءَ بِالذَّوَائِبِ .

اس حدیث کو متعدد اہلِ علم حضرات نے نقل کیا ہے۔

مگر ہمیں تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ اس حدیث کی سند کو محدثین نے شدید منکر اور بعض نے موضوع و بے اصل قرار دیا ہے۔ [1]

---

[1] أخبرنا أبو الحسن أيضا نا عبد العزيز نا أبو محمد النخشبي من لفظه أنا أبو العباس جعفر بن محمد بن المعتز بن محمد بن المستغفر بن الفتح بن إدريس النخشبي بها قرأت عليه رحمه الله أنا القاضي أبو سعيد الخليل بن أحمد بن محمد بن الخليل نا أبو عبد الله محمد بن معاذ بن فهد النهاوندي وسمعته يقول لي مائة وعشرون سنة وقد كتبت الحديث ولحقت أبا الوليد الطيالسي والقعنبي وجماعة من نظرائهم ثم ذكر أنه تصوف ودفن الحديث الذي كتبه أول مرة ثم كتب الحديث بعد ذلک وذكر أنه حفظ من الحديث الأول حديثا واحدا وهو ما حدثنا به نا محمد بن المنهال الضرير نا يزيد بن زريع نا روح بن القاسم عن سهيل بن ابی صالح عن أبيه عن ابی هريرة قال إن يمين ملائكة السماء والذی زين الرجال باللحى والنساء بالذوائب هذا حديث منكر جدا وإن كان موقوفا فأولت النهاوندی نسيه فيما نسی فإنه لا أصل له من حديث محمد بن المنهال والله اعلم (تاريخ دمشق ج۳۶ص ۳۲۳، تحت ترجمة عبد العزيز بن محمد بن محمد بن عاصم ابن رمضان بن علی بن أفلح أبو محمد بن ابی جعفر بن ابی بكر النسفی النخشبی)

عَائِشَة رفعته مَلائِكَةُ السَّمَاءِ يَسْتَغْفِرُونَ لِذَوَائِبِ النِّسَاءِ وَلِحَى الرِّجَالِ يَقُولُونَ سُبْحَانَ الَّذِی زَيَّنَ الرِّجَالَ بِاللِّحَى وَالنِّسَاءَ بِالذَّوَائِبِ فِيهِ ابْن دَاوُد لَيْسَ بِثِقَة(تذكرة الموضوعات ،لمحمد طاهر بن علی الصديقی الهندی الفَتَّنِي، ج ا ص ۱۶۰ ،باب التزين بالختان والخضاب وقص الظفر والشارب والتسريح كل ليلة لا قائما وتسوية الحية بالمرآة)

(ألر) " أبی هريرة إن يمين ملائكة السماء :والذی زين الرجال باللحى والنساء بالذوائب "(كر) وقال منكرا لا أصل له.

(حديث) " ملائكة السماء يستغفرون لذوائب النساء ولحى الرجال يقولون سبحان الذی زين الرجل باللحى والنساء بالذوائب "(حا) من حديث عائشة وفيه الحسين بن

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

www.idaraghufran.org

ملحوظ رہے کہ ڈاڑھی کے مرد حضرات کی زینت اور سر کے بالوں کے خواتین کی زینت ہونے کی بات اپنی جگہ درست ہے، لیکن یہاں اصل کلام مذکورہ تسبیح کے فرشتوں یا روحوں کی تسبیح ہونے کی حدیث کے بارے میں ہے، جس کے متعلق محدثین کی تحقیق ذکر کی گئی ہے۔

(۹)......صبح کے وقت ڈاڑھی میں کنگھے کی فضیلت کی حدیث

ڈاڑھی کے بارے میں ایک حدیث یہ مشہور ہے کہ صبح کے وقت ڈاڑھی میں کنگھا کرنے سے شام کے وقت تک حفاظت رہتی ہے۔

مگر یہ حدیث موضوع و منگھڑت اور ناقابلِ اعتبار ہے۔ [۱]

﴿گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ﴾

داود ابن معاذ البلخي(تنزيه الشريعة المرفوعة عن الأخبار الشنيعة الموضوعة،لنور الدين، علي بن محمد بن علي بن عبد الرحمن ابن عراق الكناني، ج ا ،ص۲۴۷، كتاب الانبياء والقدماء، الفصل الثالث)

الحسين بن داود، أبو علي البلخي،عن الفضيل بن عياض وعبد الرزاق.

قال الخطيب :ليس بثقة، حديثه موضوع(ميزان الاعتدال في نقد الرجال للذهبي، ج ا ص ۵۳۴،رقم الترجمة ۱۹۹۸)

(الحسين بن داود بن معاذ.)

أبو علي البلخي الأديب العلامة، نزيل نيسابور، أحمد المتروكين .حدث عن : الفضيل بن عياض، وابن المبارك، وأبي بكر بن عياش، وشقيق البلخي، والنضر بن شميل، وعبد الرزاق، وإبراهيم بن هدبة، وغيرهم .وحدث ببغداد فروى عنه من أهلها : علي بن محمد بن عبيد الحافظ، وعبد الله بن إبراهيم بن هرثمة، وأبو بكر الشافعي .

قال الخطيب :ولم يكن ثقة، فإنه روى عن يزيد بن هارون، عن حميد، عن أنس، نسخة أكثرها موضوعة .وقال الخلال :أنا يوسف القواس، ثنا محمد بن العباس بن شجاع، ثنا الحسين بن داود، ثنا الفضيل بن عياض .قلت :فذكر حديثاً قال فيه الخطيب : موضوع .وقال الحاكم :لم ينكر تقدم حسين بن داود بن معاذ في الأدب والزهد، إلا أنه روى عن جماعة لا يتحمل سنة السماع منهم، مثل الفضيل، وابن المبارك .وقد كثرت المناكير أيضاً في رواياته(تاريخ الإسلام،للذهبي، ج۱ ص ۷۳۰،رقم الترجمة ۲۲۲)

[۱] من سرح لحيته حين يصبح كان له أمانا حتى يمسي لأن اللحية زين الرجال وجمال للوجه.

﴿بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر ملاحظہ فرمائیں﴾

ملحوظ رہے کہ بعض اہلِ علم حضرات نے اس طرح کی بعض احادیث وروایات کو اپنی کتب میں جو نقل کر دیا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کو اس طرح کی احادیث وروایات کی اسنادی حیثیت کی تحقیق میسر نہیں آ سکی، اور کسی معتمد شخصیت یا کتاب پر اعتماد کرتے ہوئے اس کو نقل کر دیا، اور بعد میں نقل در نقل کا یہ سلسلہ چلتا رہا۔

اور بعض احادیث کے بارے میں یہ بھی ممکن ہے کہ کسی نے ان کو صرف ضعیف قرار دیا ہو، اور ایک درجہ میں قبول کیا ہو، اور شدید ضعیف یا من گھڑت نہ قرار دیا ہو، کیونکہ بعض اوقات کسی حدیث کے ضعیف یا شدید ضعیف ہونے میں بھی اختلاف ممکن ہے۔

ہم نے اپنی تحقیق کے نتیجہ میں اپنے رجحان کے مطابق حکم ذکر کر دیا ہے، اور اسی چیز کا ہر ایک مکلّف ہے۔

فقط

وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَتَعَالٰی اَعْلَمُ وَعِلْمُہٗ اَتَمُّ وَاَحْکَمُ.

محمد رضوان

۲۴/محرم الحرام/۱۴۳۴ھ 09/دسمبر/2012ء بروز ہفتہ

ادارہ غفران، راولپنڈی، پاکستان

﴿ گزشتہ صفحے کا بقیہ حاشیہ ﴾

موضوع كحديث من أمر المشط على حاجبيه عوفى من الوباء وكحديث عليكم بالمشط فإنه يذهب الفقر جميعا موضوع كذب.

كما نقل ذلك ابن حجر المكى عن الحافظ السيوطى(كشف الخفاء ومزيل الألباس، لإسماعيل بن محمد العجلونى، ج ۲،ص ۲۶۴ رقم الحديث ۲۵۳۹)

www.idaraghufran.org

ڈاڑھی کے بارے میں نظم

جس نے سنت کو اپنایا		اس نے بڑا نفع کمایا
گواہی دیں گے نبی تمہاری		رکھ لو بھیا اب تو ڈاڑھی
ڈاڑھی منڈانا رسمِ کافر		فعلِ مشرک عادت آذر
غیروں کی کیوں نقل اتاری		رکھ لو بھیا اب تو ڈاڑھی
ڈاڑھی رکھی سب نبیوں نے		صدیقوں نے اور سب ولیوں نے
تم نے کیوں یہ شکل بگاڑی		رکھ لو بھیا اب تو ڈاڑھی
ڈاڑھی مٹھی ایک بڑھاؤ		آگے بڑھے تو پھر کٹاؤ
بنو گے بندے پھر سرکاری		رکھ لو بھیا اب تو ڈاڑھی
مومن کی ہے یہ تو نشانی		حشر میں جائے گی یہ پہچانی
زیب و زینت ہے یہ تمہاری		رکھ لو بھیا اب تو ڈاڑھی
ڈاڑھی کی عظمت کو پہچانو		ہوش میں آؤ اے نادانو
اس نے تمہاری شکل سنواری		رکھ لو بھیا اب تو ڈاڑھی
مونڈنا ڈاڑھی یا کٹوانا		نامَردوں کا فعل پرانا
کیوں مت تیری گئی ہے ماری		رکھ لو بھیا اب تو ڈاڑھی
ڈاڑھی بڑھاؤ مونچھ کٹاؤ		نبی کی سنت سب اپناؤ
بن جاؤ گے سب درباری		رکھ لو بھیا اب تو ڈاڑھی
بھائی حقیقت اب نہ چھپاؤ		اچھے خاصے مرد بن جاؤ
ورنہ پہن لو لہنگا ساڑھی		رکھ لو بھیا اب تو ڈاڑھی

شیطان کے تم مت جال میں آنا		شکل مسلماں کی سی بنانا
ڈاڑھی تو ہے رحمت باری		رکھ لو بھیا اب تو ڈاڑھی
تاجر ، دہقان ، عالم ، نائی		ڈاڑھی سب کی وردی بھائی
تم نے کیوں پھر وردی اتاری		رکھ لو بھیا اب تو ڈاڑھی
قبر میں جب کل جاؤ گے		آقا کو کیا منہ دکھلاؤ گے
عقل میں آئی بات تمہاری		رکھ لو بھیا اب تو ڈاڑھی
للہ ڈاڑھی اب نہ منڈانا		اپنے نبی کا دل نہ دکھانا
سنت ان کی ہے یہ پیاری		رکھ لو بھیا اب تو ڈاڑھی
جس نے نبی کے دل کو دکھایا		اللہ کو گویا اس نے ستایا
حشر میں ہوگی اس کی خواری		رکھ لو بھیا اب تو ڈاڑھی
مَردوں کی ہے یہ آرائش		عورتوں کی ہے یہ فرمائش
مرد ہو تم یا بی بے چاری		رکھ لو بھیا اب تو ڈاڑھی
شکل نبی کی جو اپنائے گا		رب کا پیارا وہ بن جائے گا
برسے گی اس پر رحمتِ باری		رکھ لو بھیا اب تو ڈاڑھی
قبر کی کر لو کچھ تیاری		رکھ لو بھیا اب تو ڈاڑھی
سامنا جب آقا کا ہو تو		جھکے نہ گردن شرم کی ماری
کیوں نہیں سنت یہ اپنائی		ان سی صورت کیوں نہ بنائی
گئی اکارت محنت ساری		رکھ لو بھیا اب تو ڈاڑھی

(محمد اسلم بھٹہ ینبوع البحر، سعودی عرب)

رائے گرامی

حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم

(نائب صدر، جامعہ دارالعلوم کراچی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکرم بندہ زیدمجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

آپ کی تالیف ''ڈاڑھی کا شرعی حکم'' مدت سے میز پر رکھی ہے، کہ مہلت ملنے پر کم ازکم سرسری نظر ہی سے دیکھ سکوں، لیکن اب آ کر اس کا موقع ملا، ماشاء اللہ جستہ جستہ دیکھنے پر مفید اور مناسب معلوم ہوئی، اللہ تبارک وتعالیٰ نافع ومقبول بنائیں۔ آمین۔

البتہ ایک شافعی عالم کا ایک مقالہ نظر سے گزرا تھا، جس میں انہوں نے ثابت کیا تھا کہ شافعیہ کے یہاں ''قطع مادون القبضۃ'' مکروہ ہے، اور شافعیہ کے یہاں مکروہ مطلقاً بولا جائے، تو تنزیہ پر دلالت کرتا ہے، اگر اس کی بھی کچھ تحقیق آسکے تو اچھا ہے۔ [۱]

ورنہ موجودہ شکل میں بھی اشاعت ان شاءاللہ مفید ہوگی۔

والسلام محمد تقی ۴-۹-۱۴۳۰ھ

---

[۱] حضرت موصوف کے حکم کے مطابق ہم نے امام شافعی رحمہ اللہ کے موقف پر غور کیا، تو ہمیں ''قطع مادون القبضۃ'' کا مکروہ تنزیہی ہونا راجح معلوم نہیں ہوسکا، بلکہ حاشیۃ الشروانی وغیرہ سے عندالشافعی اس کی حرمت کا راجح ہونا معلوم ہوا۔

وقیل :حلق اللحیۃ مکروہ، ولیس بمحرم، وھو وجہ ضعیف عند الشافعیۃ(موسوعۃ احکام الطھارۃ، لابی عمر دُبیان، ج۳ص ۳۴۵، الباب السادس ، الفصل الثانی، المبحث الاول)

لا یعلم القول بالکراھۃ إلا وجہ عند الشافعیۃ، وھو وجہ ضعیف عندھم(ایضاً صفحہ ۳۵۰)

البتہ ''قطع مافوق القبضۃ'' کو شوافع میں سے امام نووی رحمہ اللہ مکروہ تنزیہی قرار دیتے ہیں، اور اس پر تفصیل کے ساتھ ہم نے اپنی کتاب ھٰذا میں متعلقہ مقام پر کلام کردیا ہے، مگر یہ بات یاد رہے کہ حضرت موصوف کی مندرجہ بالا رائے پہلے ایڈیشن سے متعلق ہے، جبکہ موجودہ ایڈیشن میں کئی اضافات کیے گئے ہیں، جن کو تا حال حضرت موصوف ملاحظہ نہیں فرما سکے۔

محمد رضوان ۲۴/محرم الحرام/۱۴۳۴ھ 09/دسمبر/2012ء بروز ہفتہ